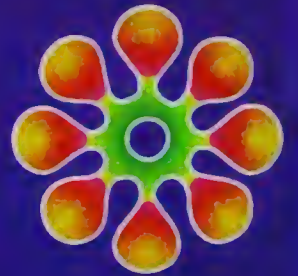


تربیت اولاد کا اسلامی نظام

مختصر از ترجمہ

تربیت الاولاد فی الاسلام



مؤلفہ
السید عبد اللہ ناصح علوان

7352332

عارف عرفان پبلشرز

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

تَبِیْتُ الْأَوْلَادِ فِي الْإِسْلَامِ

مؤلفہ
السید عبد اللہ ناصح علوان

تخصیص فرمودہ :
حضرت مولانا محمد شمس الرحمن صاحب دہشت برکاتہم

علاء عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، لاہور۔ فون: 7352332



جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام
ناشر	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
اہتمام	مسعود مفتی
سن اشاعت	راجہ نعمان
قیمت	1998ء
	=/150 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

9- لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7352332

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
 سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلَى آلِهِ
 وَرَحْمَتِكَ
 أَوْفَى

بَلَغَ الْعُلَى بِكَ مَالِهِ
 كَشَفَ الدُّجَى بِكَ مَالِهِ
 حَسُنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ
 صَلُّوا عَلَيْهِ وَآلِهِ

فہرست

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۷	(۱) نوع انسانی کی بفتا	۱۸	مصنف کی مختصر سوانح حیات
۵۸	(۲) نسب کی حفاظت	۱۹	عرض ناشر از مولانا اسماعیل احمد صاحب منوبری
۵۸	(۳) معاشرہ کا اخلاقی گراؤ کی محفوظ نگہداشت	۲۱	پیش لفظ از حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب
۵۸	(۴) معاشرہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا	۲۶	تعارف از مولانا محمد رابع صاحب ندوی
۵۹	(۵) روحانی اور نفسیاتی اطمینان و سکون	۳۰	”تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام“ پر ایک نظر
	(۶) خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ	۳۳	مقدمہ از عالم کبیر فضیلۃ الشیخ
۶۰	میں میاں پروری کا باہمی تعاون		دوبی سلیمان غاوری البانی
۶۰	(۷) ماں باپ بچوں کے جذبہ کا بیدار ہونا	۳۹	مقدمہ از فاضل مصنف
	(ج) شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب		شیخ عبداللہ ناصح علوان
۶۱	کا نام ہے۔	۵۲	تربیت کے سلسلہ میں چند آیتیں اور حدیثیں
۶۱	(۱) شادی میں معیار دین کو بنانا چاہئے		
	(۲) انتخابِ شرافت اور حسب و نسب کی		
۶۳	بنیاد پر ہونا چاہئے۔		
۶۳	(۳) شادی کیلئے دیگر مفائد ان کی عورتوں		
	کا انتخاب		

قِسْمِ اوّل

فَصْل اوّل

مثالی شادی اور تربیت کے اس کا ربط و تعلق

۵۵

الف) شادی انسانی فطرت ہے

۵۵

ب) شادی معاشرتی ضرورت ہے

۵۷

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۸۳	(۱) بچہ کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا	۶۶	(۴) غیر شادی شدہ عورتوں کو ترجیح دینا
۸۴	(۲) بچہ کی پیدائش پر اذان و اقامت کہنا	۶۸	(۵) ایسی عورت کا انتخاب نہ کرنا جو بچے جننے والی ہو
۸۵	(۳) بچہ کی پیدائش پر تحنیک کرنا		
۸۶	(۴) نومولود بچے کا سر مونڈنا	۴۰	فصل ثانی
۸۷	دوسری بحث	۴۰	بچوں کے سلسلہ میں نفسیاتی شعور و احساسات
۸۷	بچہ کا نام رکھنا اور اس سے متعلق احکام	۴۰	(الف) ماں باپ میں بچوں کی محبت فطری ہے
۸۷	۱۔ بچہ کا نام کب رکھا جائے		(ب) بچوں کی محبت اور ان پر شفقت
۸۸	۲۔ کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ	۴۳	عطیہ ربانی ہے۔
۸۹	۳۔ بچہ کی کنیت، ان کے رکھنا سنت ہے		(ج) لڑکیوں کو بڑا سمجھنا زائد جاہلیت
	نام اور کنیت رکھنے کے سلسلہ میں	۴۴	کی گندی عادت ہے۔
۹۰	قابل لحاظ چند امور	۴۶	(د) بچے کی موت پر صبر کا اجر و ثواب
۹۲	تیسری بحث		(لا) اسلام کے مصلح کو بچے کی محبت پر
		۴۷	فوقیت دینا
۹۲	بچہ کا عقیقہ		(و) بچے کو سزا دینا اور مصلحت و تربیت
	اور اس کے احکام	۴۹	کی خاطر اس سے قطع تعلق کرنا
۹۲	عقیقہ مسنون ہے۔	۸۳	فصل ثالث
۹۳	عقیقہ کا مستحب وقت		بچے سے متعلق عمومی احکام
	کیا رط کے اور رط کی کے عقیقہ	۸۳	پہلی بحث
۹۳	میں فرق ہے؟	۸۳	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۱۱	(۷) بری صحبت اور برے ساتھی	۹۴	.. عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا نہ توڑنا
	(۸) بچہ کے ساتھ والدین کا نامناسب		متحسین ہے۔
۱۱۲	برتاؤ کرنا	۹۴	... عقیقہ سے متعلق دیگر احکام
۱۱۳	اسلام میں نفقہ و شفقت اور رحمت کی مثالیں	۹۶ عقیقہ کے مشروع ہونے کی حکمت
۱۱۵	(۸) بچوں کا جنس اور جرم پر مشتمل فلمیں دیکھنا	۹۶	چوتھی بحث
۱۱۶	(۳) معاشرہ میں گاری بیرون گاری پھیلنا	۹۶	بچے کا ختنہ اور اس کے احکام
۱۱۸	(ط) بچوں کی تربیت والدین کی کنارہ کشی	۹۶	.. ختنہ کے لغوی و اصطلاحی معنی
۱۲۰	(ی) یتیم ہونا	۹۷	.. ختنہ واجب ہے یا سنت ؟
		۹۸	... ختنہ کب ہونا چاہئے
		۹۸ ختنہ کی عظیم الشان حکمتیں
			فصل رابع
۱۲۲	تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں		بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے سبب
۱۲۲	مقدمہ		اور ان کا علاج
	فصل اول	۱۰۰	(الف) غربت و افلاس
۱۲۴	لڑکانی تربیت کی ذمہ داری	۱۰۱	(ب) مان اپنی درمیان لڑائی جھگڑا
	(۱) بچہ کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ	۱۰۲	(ج) طلاق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ
۱۲۴	سکھانے کا حکم	۱۰۳	میاں بیوی کے حقوق
	(۲) بچے میں عقل و شعور آنے سے پہلے ہی طلاق حرام	۱۱۰	(د) قریب البلوغ لڑکوں کا بیکار رہنا
۱۲۵	کے احکام سکھانا چاہئے۔		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۲۳	(۴) ہجر طہین اور عورتوں سمیت کی ممانعت	۱۲۵	(۳) سن سال کا عمر مہینے پر عبادات کا حکم دینا
۱۲۴	(۵) بے پردگی اور بن سنور کر نکلنے کی ممانعت		(۴) بچے کو اپنی بیگمیت اور قرآن پاک کی تلاوت کا عادی بنانا
۱۲۵	اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابیات کے اقوال	۱۲۷	اس ذمہ داری اور مسئولیت کے حدود
۱۲۶	ائمہ مجتہدین کے اقوال		فصل ثانی
۱۲۷	مرد و زن کے اختلاط کی ممانعت		اخلاقی تربیت کی ذمہ داری
۱۲۸	اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنے کی حرمت	۱۳۲	اخلاق و کردار کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم نصیحتیں
	فصل ثالث	۱۳۵	بچوں میں پانی جانہ والی چار بری عادتیں
۱۵۰	جسمانی تربیت کی ذمہ داری	۱۳۶	(۱) جھوٹ کی عادت
۱۵۰	(۱) بیوی بچوں کے اخراجات واجب ہونا	۱۳۷	(۲) چوری کی عادت
۱۵۱	(۲) کھانے پینے اور سونے میں طبی قواعد کا لحاظ رکھنا	۱۳۹	(۳) گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت
۱۵۲	(۳) متعدی امراض سے بچنا	۱۴۱	(۴) بے راہ روی اور آزادی کی عادت
۱۵۳	(۴) مرض اور اس کا علاج	۱۴۱	شخصیت کے محفوظ کرنے کے بنیادی اصول
۱۵۳	(۵) نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ		(۱) اندی تقلید اور دوسروں کی مشابہت سے ممانعت
	(۶) بچوں کو ریاضت، ورزش اور شہسواری کا عادی بنانا	۱۴۱	(۲) عیش و عشرت میں چڑنے کی ممانعت
۱۵۴	(۷) بچوں کو سادگی کا اور عیش و عشرت میں نہ پڑنے کا عادی بنانا	۱۴۲	(۳) سستی باجے اور فحش گانے سننے کی ممانعت
۱۵۵		۱۴۲	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۶۷	۴۔ زنا اور لواطت کی عادت	۱۵۶	(۸) بچے کو لالہ پانی پناہ دے رہا ہو سکی بچانا
	(الف) زنا اور لواطت سے صحت و جسم	۱۵۷	قریب البلوغ اور نوجوانوں میں پائی جانے والی عادتیں
۱۶۸	کو پہنچنے والے امراض و نقصانات	۱۵۷	۱۔ سگریٹ نوشی کی عادت
۱۶۸	(۱) آتشک کی بیماری	۱۵۷	(الف) صحت سے متعلق نقصانات
۱۶۸	(۲) سیلان یا سوزاک	۱۵۸	(ب) مالی نقصانات
۱۶۹	(۳) متعدی امراض کا پھیلنا	۱۵۸	سگریٹ نوشی کا شرعی حکم
۱۶۹	(ب) معاشرتی نقصانات	۱۵۹	مذکورہ بیماری کا علاج
۱۷۰	زنا اور لواطت کے بارے میں اسلام کا فیصلہ	۱۶۰	۲۔ مشت زنی کی عادت
۱۷۱	شریعت میں زنا اور لواطت کی سزا	۱۶۰	مشت زنی کے نقصانات
۱۷۲	احتیاطی تدابیر و جسمانی تربیت میں مفید ہیں	۱۶۰	(الف) جسمانی نقصانات
		۱۶۱	(ب) جنسی نقصانات
		۱۶۱	(ج) نفسیاتی اور عقلی نقصانات
		۱۶۱	اس کا مفید ترین علاج
۱۷۵	ذہنی اور عقلی تربیت کی ذمہ داری	۱۶۲	۳۔ نشہ آور اور مخدرات استعمال کرنے کی عادت
۱۷۶	۱۔ تعلیمی ذمہ داری اور مسئولیت	۱۶۵	(۱) ۱۔ صحت سے متعلق نقصانات
۱۷۹	اس علمی بلندی اور ثقافتی ترقی کا راز	۱۶۵	ب۔ اقتصادی نقصانات
۱۸۱	اسلام نے تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے	۱۶۵	ج۔ نفسیاتی و اخلاقی نقصانات
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو مفت	۱۶۶	(۲) نشہ آور اشیاء اور مخدرات کے استعمال کا شرعی حکم
۱۸۲	دبا حوض رکھا۔	۱۶۷	(۳) اس کا ازالہ اور علاج
۱۸۶	ان علم کے حاملین میں محنت کا کی احسا اور کیا حکم ہے	۱۶۷	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۳۵	اس مرض کا علاج	۱۸۸	عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق اہل مغرب
۲۴۰	بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا اور مساوات نہ کرنا	۱۹۳	فلاسفہ کے خیالات
۱۴۱	جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا ماؤف ہونا	۲۱۳	اسلام لڑائیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتا ہے۔
۲۴۲	بچے کا یتیم ہونا	۲۱۳	۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری
۲۴۷	فقر و غربت	۲۱۴	والدین اور مربیوں کو مولف کی نصیحت
۲۴۸	اسلام میں فقر کا علاج	۲۱۶	۳۔ ذہنی صحت اور تندرستی کی ذمہ داری
۲۵۶	(۴) بغض و حسد کی بیماری		فصل خامس
۲۵۸	حسد کی بیماری کا علاج		نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری
۲۶۰	(۵) غصہ کی بیماری	۲۱۸	بچے میں نفسیاتی امراض و عادات
۲۶۱	غصہ کے فوائد اور نقصانات	۲۱۹	(۱) شرمیلے پن اور چھینپنے کا مرض اور علاج
۲۶۳	غصہ کا علاج	۲۲۴	(۲) خوف ڈر اور وحشیانہ اسباب و علاج
۲۶۵	(۶) غفلت و لاپرواہی		(۳) احساس کمتری کی بیماری اور اس کے اسباب و علاج
	فصل ششم	۲۲۷	تخفیر و امانت آئینہ سلوک
۲۶۷	اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری	۲۳۱	اصلاح کا بے مثال طریقہ
۲۶۸	اولاً: نفسیاتی اصول کی تخم ریزی	۲۳۳	رفق اور نرمی کے متعلق احادیث مبارکہ
۲۶۸	۱۔ تقویٰ	۲۳۳	ضرورت زیادہ ناز و خجے برداشت کرنا
۲۶۹	تقویٰ کے سلسلہ میں اکابر کے چند واقعات		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۹۲	والدین اور اساتذہ کے آداب	۲۴۱	۲۔ اخوت
۲۹۳	۲۔ رشتہ داروں کا حق	۲۴۲	۳۔ رحمت
۲۹۷	۳۔ پڑوسی کا حق	۲۴۵	اسلامی معاشرے میں رحم و شفقت کے چند نمونے
۳۰۰	۴۔ استاذ کا حق	۲۴۶	۴۔ ایثار
۳۰۱	ارشادات نبویہ کا معطر گلدستہ	۲۴۷	ایشاء کے مظاہر کی چند مثالیں
۳۰۱	طالب علموں کیلئے چند ہدایات	۲۴۸	۵۔ عفو و درگزر
۳۰۶	۵۔ ساتھیوں کا حق	۲۴۹	عفو و درگزر اور علم و درباری کے چند واقعات
۳۰۷	رفاقت و مصاحبت کے حقوق	۲۸۰	۶۔ جرأت و بہادری
۲۲۰	۶۔ بڑے کا حق	۲۸۶	ثانیاً: دوسروں کے حقوق کی پاسبانی
۳۱۰	ارشادات عالیہ کا گلدستہ	۲۸۶	۱۔ والدین کا حق
۳۱۳	ثالثاً: عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا		(الف) اللہ کی رضا مندی والدین کی خوشنودی میں
۳۱۵	۱۔ کھانے کے آداب	۲۸۶	پوشیدہ ہے
۳۱۸	پینے کے آداب		(ب) والدین کے ساتھ کی گناہ جہاد فی سبیل اللہ
۳۲۱	۲۔ سلام کے آداب	۲۸۶	سے مقدم ہے
۳۲۵	۳۔ اجازت مانگنے کے آداب	۲۸۷	(ج) انکی وفات کے بعد انکے لئے دعا کرنا
۳۲۷	اجازت طلب کرنے کا طریقہ	۲۸۸	(د) حسن لوگوں میں انکی بات پر فوقیت دینا
۳۲۹	۴۔ مجلس کے آداب	۲۸۹	(و) والدین کے ساتھ کی گناہ کی گناہ کے آداب
۳۳۲	۵۔ بات چیت کے آداب	۲۹۰	اسلاف کے چند واقعات
۳۳۵	۶۔ مذاق کے آداب	۲۹۱	(و) نافرمانی سے ڈرانا

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۶۸	(۷) مرد کی طرف دیکھنے کے احکام	۳۳۷	حضور ﷺ کے مذاق و مزاج کے چند نمونے
۳۶۸	(۸) عورت کی طرف دیکھنے کے احکام	۳۳۹	۷۔ مبارکباد دینے کے آداب
۳۶۹	(۹) امر کی طرف دیکھنے کے احکام	۳۴۳	۸۔ عیادت کے آداب
۳۷۰	(۱۰) عورت کی اجنبی مرد کو طرف دیکھنے کے احکام	۳۴۶	۹۔ تعزیت کے آداب
۳۷۱	(۱۱) چھوٹے بچے کے سر کی طرف دیکھنے کے احکام	۳۴۸	۱۰۔ پھینک اور جمائی کے آداب
۳۷۱	(۱۲) پردے کے حکم سے چند حلات مستثنیٰ ہیں	۳۵۲	رابعاً: نگرانی اور معاشرت کی تنقید
۳۷۱	(۱) شادی کی نیت سے دیکھنا	۳۵۲	۱۔ رائے عامہ کی غلط فہمی اور غلطی
۳۷۱	(۲) تعلیم کی غرض سے دیکھنا	۳۵۴	۲۔ اس سلسلہ میں ضروری اصول
۳۷۲	(۳) علاج کی غرض سے دیکھنا	۳۵۹	۳۔ سلف صالحین کا ناموں سے محبت حاصل کرنا
۳۷۳	(۴) شہادت یا قانونی فیصلہ کیلئے دیکھنا		
	۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھانے والی		
۳۷۳	چیزوں سے دور رکھنا	۳۶۱	جنسی تربیت کی ذمہ داری
۳۷۵	بچے کے اخلاق درست کرنے کے وسائل	۳۶۲	۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب
۳۷۵	۱۔ ذہن سازی	۳۶۲	۲۔ دیکھنے کے احکام
۳۷۶	یہودیت اور ماسونیت (فری میں تنظیم)	۳۶۲	(الف) محارم کی طرف دیکھنے کے احکام
۳۷۷	سامراجیت و عیسائیت		(ب) جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو اس کی طرف
۳۷۷	شیوعیت (کمینوزم) اور بادی مذہب	۳۶۳	دیکھنے کے احکام
۳۷۸	۲۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا	۳۶۵	(ج) بیوی کی طرف دیکھنے کے احکام
۳۷۸	(الف) صحت کو بچانے والے نقصانات	۳۶۵	(د) اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کے احکام

فصل سابع

جنسی تربیت کی ذمہ داری

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب

۲۔ دیکھنے کے احکام

(الف) محارم کی طرف دیکھنے کے احکام

(ب) جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو اس کی طرف

دیکھنے کے احکام

(ج) بیوی کی طرف دیکھنے کے احکام

(د) اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کے احکام

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۰۲	قسم ثالث	۳۷۹	(ب) نفسیاتی و اخلاقی نقصانات
	فصل اول	۳۷۹	انسانی معاشرہ میں ناکامی کے اثرات
۴۰۳	بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل	۳۸۱	(ج) معاشرتی نقصانات و خطرات
۴۰۳	۱۔ اسوہ حسنہ کے ذریعہ تربیت	۳۸۲	(د) اقتصادی نقصانات
۴۰۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدا و مشوا	۳۸۲	(۷) دینی و اخروی نقصانات
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ	۳۸۳	۳۔ ربط و تعلق
۴۱۲	محبت و رحمت کی چند مثالیں		۴۔ بچے کو بالغ بننے سے پہلے اور بعد
۴۱۶	۲۔ اچھی عادت کے ذریعہ تربیت	۳۸۳	کے احکام سکھانا
۴۱۸	۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا	۳۸۳	۵۔ شادی اور جنسی تعلقات
	وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸۸	عورتوں کا کردار
۴۱۸	کے ارشادات	۳۹۱	شادی کے بعد کے مراحل
	وعظ و نصیحت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم		میان بھی کو مندرجہ ذیل باتوں سے
۴۱۹	کا طریقہ	۳۹۳	احترام ضروری ہے
۴۱۹	(الف) قصہ کے انداز کو اختیار کرنا		۶۔ جو لوگ شادی کی قدر نہیں رکھتے
	(ب) سوال و جواب کے انداز کو	۳۹۶	انھیں باکبار رہنا چاہئے
۴۱۹	اختیار کرنا	۳۹۷	ایک اعتراض اور اس کا جواب
			۷۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے
		۳۹۸	بیان کرنا چاہئے ؟

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۳۰	۵ بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال		(ج) وعظ و نصیحت کو اللہ تعالیٰ کے نام کی
۴۳۰	۵ بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی	۴۲۰	قسم کھا کر شروع کرنا
۴۳۱	۵ بچے کے جسمانی پہلو کی دیکھ بھال	۴۲۱	(د) وعظ کو خوش طبعی کے ساتھ لادینا
۴۳۲	۵ بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال	۴۲۱	(د) وعظ و نصیحت میں سطح کا لحاظ رکھنا
۴۳۳	۵ بچے کی معاشرتی زندگی کی نگرانی		(و) وعظ کی قوت تاثیر کے ذریعہ حاضرین
۴۳۳	۵ روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال	۴۲۱	پر چھاجانا
۴۳۵	۵ - عقوبت اور سزا کے ذریعہ تربیت	۴۲۲	(ز) ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا
۴۳۵	حدود کی تعریف	۴۲۳	(ح) ہاتھ کے اشارے سے نصیحت کرنا
۴۳۶	۱ - مرتد ہونے کی سزا		(ط) لکڑی اور خطوط کے ذریعہ وضاحت
۴۳۶	۲ - کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا	۴۲۴	اور نصیحت کرنا
۴۳۶	۳ - چوری کی سزا	۴۲۵	(ی) عمل کے ذریعہ نصیحت کرنا
۴۳۷	۴ - حدت زنی		(ک) موقع و محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
۴۳۷	۵ - حد زنا	۴۲۶	وعظ و نصیحت کرنا
۴۳۸	۶ - زمین میں منسا د پھیلانے کی سزا	۴۲۷	(ل) اہم چیز کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کرنا
۴۳۹	۷ - شراب نوشی کی سزا		(م) جس جرم چیز سے نکلنا چاہئے سامنے
۴۳۹	تعلیمات کی تعریف	۴۲۷	پیش کر کے وعظ و نصیحت کرنا
۴۴۰	دین اسلام میں بچوں کو سزا دینے کے طریقے	۴۲۸	۴ - دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت
	۱ - اصل ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی		بچوں کی تربیت اور نگرانی کے
۴۴۰	و پیار کا براؤ کیا جائے۔	۴۳۰	مختلف پہلو

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۵۶	(۲) روحانی ارتباط	۴۳۰	۲- خطا کار بچے کو سزا دینے میں اسکی طبیعت کی رعایت کی جائے۔
۴۵۶	(الف) بچے کو عجلت سے مربوط رکھنا	۴۳۱	۳- سزا دینے میں تدریج سے کام لینا چاہئے
۴۵۷	(ب) بچے کا قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا	۴۳۱	بچوں کو سزا دینے کے شرائط
۴۵۷	(ج) بچے کو اللہ کے حکم و نیکوئی کے ساتھ مربوط رکھنا		
۴۵۸	(د) بچے کا اللہ کے ذکر کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا		
۴۵۹	(ه) نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا		
۴۶۰	(الف) نفل نماز میں		
۴۶۰	۱- نفل نماز قبل عصر و قبل عشاء		
۴۶۰	۲- وتر کے بعد دو رکعت		
۴۶۰	۳- نماز اشراق		
۴۶۱	۴- چاشت کی نماز		
۴۶۱	۵- نماز او آبن		
۴۶۲	۶- تحیت مسجد		
۴۶۲	۷- وضو کے بعد کی دو رکعتیں		
۴۶۲	۸- تہجد		
۴۶۳	۹- تراویح		
۴۶۴	۱۰- نماز استسقاء		
۴۶۵	۱۱- نماز حاجت		
۴۶۵	۱۲- صلوٰۃ التبیح		
۴۶۶	۱۳- نماز کسوف		
۴۶۶	۱۴- نماز خسوف		
۴۶۷	۱۵- نماز استسقاء		
۴۶۷	(ب) نفل روزے		
۴۶۷	۱- عرفہ دنوں میں الحجی کاروزہ		
۴۶۷	۲- عاشورہ (دس محرم) اور نو محرم کاروزہ		
۴۶۷			
۴۵۵			
۴۵۵			

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۹۵	۱۔ ردت (یعنی مردہ ہونے سے ڈرانا	۴۹۸	۳۔ شوال کے چھ روزے
۵۰۱	۲۔ اتحاد سے ڈرانا	۴۹۸	۴۔ ایام بیض کے تین روزے
۵۰۴	طہرین کی سازشیں اور مجرمانہ حرکات	۴۹۹	۵۔ دو شبہ اور جمعرات کا روزہ
۵۰۴	۳۔ حرام کھیل کود سے بچانا	۴۹۹	۶۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا
۵۰۴	(۱) نزد سے کھیلنا		(و) بچے کا مرقبہ کے ذریعہ اللہ جل شانہ سے
۵۰۸	(۲) شطرنج کھیلنا	۴۷۰	ربط پیدا کرنا
۵۰۸	(۳) گانے بجانے و موسیقی کا سننا	۴۷۰	(۳) فکری ربط و ارتباط
۵۱۱	(۴) سنیا، تھیمپٹر اور ٹیلی ویژن کا دیکھنا	۴۷۲	(۴) معاشرتی ارتباط
۵۱۲	یہودیوں کی سازش و منصوبہ	۴۷۳	۱۔ بچے کا پیر و مرشد سے ربط و تعلق
۵۱۴	(۵) قمار بازی و جوا	۴۷۳	مرشدین کا لین کی علامات و ارشادات
۵۱۶	قمار اور جھوٹے کی قسمیں	۴۸۲	۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا
	کھیل کود کی وہ اقسام جنہیں اسلام نے جائز		۳۔ بچے کا دین کی دعوت دینے والوں سے
۵۱۸	قرار دیا ہے	۴۸۶	تعلق پیدا کرنا
۵۱۸	(الف) بھگنے دوڑنے میں مقابلہ	۴۸۶	دعوت کے اصول
۵۱۹	(ب) کشتی	۴۸۷	(۵) ورزش و ریاضت
۵۱۹	(ج) تیر اندازی	۴۹۰	۱۔ توازن پیدا کرنا
۵۱۹	(د) نیزہ بازی	۴۹۱	۲۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھنا
۵۱۹	(ه) شہسواری	۴۹۲	۳۔ حسن نیت اور اخلاص پیدا کرنا
۵۲۰	(و) شکار کھیلنا	۴۹۳	متنبہ کرنے کے اصول

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۳۳	۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	۵۲۰	۴۔ اندھی تقلید سے بچنا
۵۳۳	۷۔ تصویروں اور مورتیوں کی حرمت	۵۲۳	اندھی تقلید کے مظاہر
۵۲۵	(ج) زمانہ جاہلیت کے باجائز عقیدے	۵۲۴	۵۔ برے ساتھیوں سے بچنا
۵۲۵	۱۔ کافروں کی تصدیق کرنا	۵۲۵	۶۔ بُرے اخلاق سے بچنا
۵۳۶	حرام ہے۔	۵۲۵	۷۔ حرام سے بچنا
۵۳۶	۲۔ تیروں سے خال نکالنے کی حرمت	۵۲۶	(الف) کھانے پینے میں حرام چیزیں
۵۳۷	۳۔ سحر و جادو کی حرمت	۵۲۷	(ب) لباس و پوشاک میں حرام چیزیں
۵۳۷	۴۔ غیر اللہ کے نام کے تعویذ گنڈوں	۵۲۹	بعض چیزوں کے استعمال سے ممانعت
۵۳۷	کی حرمت	۵۲۹	۱۔ مردوں پر سونا و ریشم کا حرام ہونا
۵۳۹	۵۔ بدشگونی کی حرمت	۵۲۹	۲۔ عورت مرد کیلئے ایک دم کے کی مشابہت
۵۴۰	(د) کمائی و روزگار میں حرام چیزیں	۵۳۰	حرام ہے۔
۵۴۰	۱۔ حرام چیزوں کی فروخت	۵۳۰	۳۔ بیاباری اور بکری کے پیرا پھنے کی حرمت
۵۴۰	۲۔ دھوکہ دہی بیع	۵۳۱	۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنا حرام ہے
۵۴۱	۳۔ خبن اور قیمت بڑھانے کی	۵۳۱	۵۔ ڈاڑھی مونڈنے کی حرمت
۵۴۱	بنیاد پر فروخت		
۵۴۱	۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت		
۵۴۲	۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا		
۵۴۲	۶۔ چوری و ڈاکہ کا مال خریدنا		
۵۴۳	۷۔ سود کے ذریعہ کمسنا		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۶۳	(ب) شام کو مرنے کی نظم کی اتباع کرے	۵۴۲	ہائز کمائی کے بعض طریقے
۵۶۵	بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کی کلمات کہنا	۵۴۵	(۵) دور جاہلیت کی ناجائز و حرام عادتیں
	خاندان اور گھر کی فضا میں انبساط	۵۴۵	۱۔ عصبیت کی بنا پر مدد کرنا
۵۶۶	دوسروں پر لڑنے کی کوشش کیجئے	۵۴۶	۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا
	۷۔ نفع بخش علم و ثقافت کے اسباب	۵۴۶	۳۔ مرنے والوں پر نوحہ کرنا
۵۶۷	دو سائل مہیا کرنا		فصل ثالث
۵۶۹	۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا		تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز
۵۷۰	علم کی فضیلت	۵۴۹	۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا
۵۷۰	بچوں میں مقابلے کرانا	۵۵۰	سلف صالحین کے ارشادات
۵۷۱	مطالعہ سمطلوبہ فوائد حاصل کرنے کے طریقے	۵۵۱	۲۔ بچوں کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا
۵۷۳	۹۔ بچوں کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرانا	۵۵۶	۳۔ بچے کو کھیل کود و فریح کا موقع دینا
۵۷۷	۱۰۔ بچے کے نفس میں جہاد کی نوع جاگزیں کرنا	۵۵۶	۴۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں
۵۷۸	۵۔ مالی جہاد		باہمی تعاون پیدا کرنا
۵۷۸	۵۔ تبلیغی جہاد	۵۵۷	۵۔ مرنے اور بچنے کے درمیان رابطہ
۵۷۹	۵۔ تعلیمی جہاد		کو مضبوط کرنا
۵۸۰	۵۔ سیاسی جہاد	۵۶۰	۶۔ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا
۵۸۰	۵۔ جنگی جہاد	۵۶۱	(الف) صبح کے وقت مرنے کو درج ذیل
۵۸۳	خاتمہ		نظام اپنانا چاہئے
۵۹۰	قابل مطالعہ مفید کتابیں	۵۶۱	
۵۹۲	تالیفات حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب		

تَرْبِيَةُ الْوَلَدِ فِي الْإِسْلَامِ کے مصنف کی مختصر سوانح حیات

آپ کا پورا نام عبداللہ ناصر علوان ہے۔ والد محترم کا اسم گرامی الحاج سعید علوان ہے۔ ولادت باسعادت شہر حلب میں ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ علوم شرعیہ اور علوم کونیہ حلب کے "الثانویۃ الشرعیۃ" میں رہ کر حاصل کیا اور وہاں سے ۱۹۴۹ء میں اسکی سند حاصل کی۔ اس کے بعد مصر کے "ازہر شریف" میں رہ کر علوم عالیہ کی تکمیل فرمائی اور "کلیۃ اصول الدین" کی ڈگری سے ۱۹۵۲ء میں مشرف ہوئے اور "المجتہد" کے مساوی سند "تخصص التدریس" ۱۹۵۴ء میں حاصل کی۔ مگر مصر میں "دکتورہ" کی سند حاصل نہ کر سکے، کیونکہ عبدالنصر کے زمانہ میں ان حضرات کا وہاں سے اخراج ہو گیا تھا۔

اس کے بعد حلب کے مدارس ثانویہ میں تدریس کے کام کیلئے مقرر ہوئے اور اخیر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

تصانیف: تربیۃ الاولاد فی الاسلام کے علاوہ آپ کی اور بھی تصانیف ہیں مثلاً التكافل الاجتماعی فی الاسلام۔ تعدد الزوجات فی الاسلام۔ صلاح الدین ایوبی۔ حتیٰ یعلم الشباب۔

وفات: آپ کی وفات ۱۴۰۸ھ میں ہوئی۔

رحمہم اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہ۔

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

حضرت محترم مولانا محمد قمر الزمان صاحب زید مجد ہم مجاز خاص حضرت
مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب المتوفی ۱۳۸۷ھ اور خلیفہ ارشد
حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب المتوفی ۱۳۷۲ھ ہماری درخواست
پر چار سال سے ماہ رمضان المبارک میں بسلسلہ اعتکاف و نظام خانقاہ دارالعلوم
کی وسیع مسجد میں قیام فرماتے ہیں اور اپنے مواعظ و مجالس سے عوام و خواص کو
مستفید فرماتے ہیں۔ بلکہ مزید بعد رمضان المبارک ہفتہ عشرہ دارالعلوم کے
مدرسین مولانا محمد صاحب کاوی اور مولانا عبداللہ صاحب پارکھیتی کی معیت
میں اطراف کے مقامات کا دورہ فرماتے ہیں اور اصلاحی و عظ فرماتے ہیں جس سے
عام طور پر لوگ متاثر ہوتے ہیں اور بیعت ہو کر سلسلہ مشائخ میں داخل
ہوتے ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم و دائم رکھے

عہ یعنی از ۱۳۸۵ھ تا ۱۳۸۷ھ ماہ رمضان المبارک میں تو مستقل قیام رہا ہی ہے، درمیان سال میں بھی
گجرات کے مختلف مقامات کا سفر ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھے۔ آمین! منہ

اور قبول فرمائے۔ آمین!

ماشاء اللہ حضرت مولانا المذکور کی متعدد مفید تصانیف ہیں مثلاً "تذکرہ مصلح الامت" "فیضانِ محبت"۔ "اقوالِ سلف" چار حصہ (حصہ پنجم کی کتابت ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل میں سہولت عطا فرمائے۔ آمین!) "اقوالِ سلف" کا ترجمہ گجراتی زبان میں قسطوار ماہنامہ رسالہ "دارالعلوم" میں شائع ہو رہا ہے جس کو ناظرین کرام پسند فرما رہے ہیں۔ اللہ تمیز دے۔

اب مولانا زید مجدہ نے ایک نہایت ہی اہم دینی خدمت انجام دی ہے وہ یہ کہ "تربیتہ الاولاد فی الاسلام" مصنفہ علامہ عبد اللہ ناصح علوان شامی جو عربی زبان میں دو ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ہے، جس کا ترجمہ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب (کراچی) نے کیا ہے، جس کی تلخیص مولانا مظلّم نے فرمائی ہے جس سے عوام و خواص سب کو استفادہ آسان ہو گیا ہے اس لئے ہم نے شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم کنتھاریہ، بھروج سے اسکی طباعت کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

یقیناً یہ کتاب نہایت مفید و بصیرت افروز ہے اور مرشدین و مربّین کے لئے اصلاح و تربیت کے میدان میں شمع راہنما ہے۔ لہذا یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں موجود رہے اور پڑھی پڑھائی جائے اور اس کے مطابق اپنی زندگی و معاشرت کو سدھا راجائے، اور اپنے بچوں کی اس کے مطابق تربیت کی جائے اس لئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو اس خدمت کی اپنی شان کے مطابق جزائے۔ آمین!

فجزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین حسن الجزاء وخیر الجزاء۔ والسلام
اسمعیل احمد منوبری۔ خادم دارالعلوم کنتھاریہ، بھروج

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی عِثْرَتِهِ الْمُتَخَلِّقِیْنَ بِاَخْلَاقِهِ وَعَلٰی اَصْحَابِهِ الْمُتَادِبِیْنَ یَا اَدَابِهِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

اقابعد : عرض ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم کی طرف تو کچھ توجہ ہے مگر تربیت کی طرف سے عام غفلت و بے اعتنائی معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے بچوں میں بھی دین و مذہب سے بیزاری اور صحیح علم و عمل سے دوری غیروں کے مقابلہ میں کچھ کم نظر نہیں آتی۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے۔

فِیَا دِیْلَاہِ دِیَا حَسْرَتَاہِ

اس لئے ضرورت ہے کہ شریعت اسلامیہ کے تعلیم فرمودہ اصول کے مطابق اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کی جائے، تاکہ نچے امت کے لئے خیر و صلاح کے سبب بنیں۔ خصوصاً علماء و مشائخ جو ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں، ان کو اس کی طرف خاص توجہ مبذول کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہر زمانہ میں امت کو علمائے ربانین نے اس کی طرف اپنی تقریر و تحریر سے متوجہ فرمایا ہے اور ان کی اصلاح و تربیت کی سعی کی ہے۔ مگر افسوس کہ اب عوام کو تو کیا خواص کو بھی اس کی طرف خاص توجہ نہیں ہے (الا ماشاء اللہ)۔ جس کی بنا پر اسلام کا تربیتی نظام

زوال پذیر اور انحطاط کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اکثر عوام کا تو یہ حال ہے کہ نصیحت خواہ عقلاً و شرعاً کتنی ہی مفید ہونا گوار ہوتی ہے۔ اور ہر شخص من مانی زندگی گزارنے کا دلدادہ ہوتا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں امت کی کیسے اصلاح ہو؟۔

تاہم اس زمانہ میں بھی اہل حق علماء کو (چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں) ان کو امت کا حال زار دیکھ کر کڑھن ہوتی ہے اور ان کی اصلاح کی فکر و امنگیر رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے طور پر ان کی اصلاح کے لئے وعظ و نصیحت فرماتے رہتے ہیں اور مفید سے مفید تر کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہی مفید کتابوں میں سے ایک کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ جسے حضرت علامہ عبداللہ ناصح علوان نے تصنیف فرمائی ہے۔

چنانچہ اس کو علماے وقت نے تلقی بالقبول فرمایا ہے اور اس کے متعلق بلند کلمات سے تحسین فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ کتاب اس لائق ہے کہ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا جواب کا نہایت جامع مقدمہ عالم کبیر شیخ فہمی سلیمان الفاوجی الالبانی نے تحریر فرمایا ہے جسے ہم اردو کا جامہ پہنا کر اگلے صفحات میں درج کر رہے ہیں۔ بطور نمونہ اس کی چند سطور یہاں پیش خدمت ہے۔

”میرے علم کے مطابق کسی شخص نے اب تک اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اتنا مبسوط طریقہ سے ایسا قیمتی اور پُر از حقائق مجموعہ تیار نہیں کیا جیسا کہ استاذ عبداللہ ناصح علوان نے تحریر کیا ہے۔“

”میرے علم میں کوئی ایسا صاحب قلم نہیں، جس نے

اس موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے آثار و اقوال کا وہ ذخیرہ جو اس سلسلہ کے احکام و آداب اور وصایا پر مشتمل ہو، اس تفصیل سے یکجا کیا ہو جس تفصیل سے استاذ عبد اللہ علوان نے کیا ہے۔

میرے علم میں کوئی ایسا مصنف نہیں جس نے تربیت اولاد کے موضوع پر استاذ عبد اللہ علوان سے زیادہ درد اور جذبہ و جوش سے قلم اٹھایا ہو۔ انتہی

الحمد للہ علی احسانہ کہ ایسی نافع و جامع کتاب کو نور چشم مولوی سعید احمد قمر الزمان قاسمی ندوی نے ریاض سے بھیجا۔ جس کے مضامین نافعہ کے مطالعہ سے ناچیز اس قدر محفوظ و متأثر ہوا کہ دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس کی تلخیص و ترجمہ کر کے اس کے نفع کو عام کروں، بعض اہل علم (مثلاً مکرم مولانا مجاہد صاحب ندوی و محترم مولانا رشید احمد صاحب اعظمی) نے اسکی تائید کی بلکہ ترغیبی چنانچہ اس کام کو اللہ کا نام لیکر شروع کر دیا۔

مگر ابھی کچھ ہی کام ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ اس کتاب کا بالاستیعاب ترجمہ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب کراچی زید مجدہم نے فرما دیا ہے، اور کتاب حلیہ طبع سے آراستہ ہو کر دستیاب ہو رہی ہے۔ اس لئے دل میں یہ داعیہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس کو پاکستان سے منگاؤں۔ اتفاق سے برادر مکرم الحاج دبیر احمد صاحب چائلٹی ثم کراچی مظاہر حضرت اقدس مرشدی مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں قیام پذیر تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جب پاکستان پہنچیں تو فوراً یہ کتاب ارسال فرمادیں۔ چنانچہ انھوں نے وہ ترجمہ جو ”اسلام اور تربیت اولاد“ کے نام سے موسوم ہے جلد ہی بھیج دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

پس جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو ترجمہ نہایت جامع، سلیس اور صاف معلوم ہوا۔ اس لئے ارادہ کر لیا کہ اب اسی سے تلخیص کروں گا، مزید محنت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی سے تلخیص کیا۔ فخر اہم اللہ خیر الجزاء۔

بعض بعض جگہوں پر ربط قائم رکھنے یا مطلب کو واضح کرنے کے لئے عبارات میں حذف و اضافہ اور کسی قدر ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی، تو کر دیا۔ یوں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ تصرف مصنف اور مترجم ہر ایک کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ بعض مقام کا ترجمہ میرے کہنے سے نور چشم مولوی سعید احمد زوی لے کر دیا جو مجھے پسند ہوا، اس لئے اس کو بعینہ شامل کتاب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی مثل اصل کے قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

نیز ہم نے بعض نوافل کا اضافہ کیا ہے مثلاً نماز کسوف، خسوف اور استسقاء وغیرہ نیز بعض مسائل میں مصنف نے مذاہب ائمہ کو نقل کیا ہے۔ ناظرین کرام کو اس کے سمجھنے میں دقت ہو سکتی تھی اس لئے ان مقامات پر صرف مذہب حنفی لکھ دیا ہے۔ مثلاً ڈاڑھی، انگوٹھی، حقیقہ، شطرنج وغیرہ۔

اب اخیر میں عرض ہے کہ اس کتاب کے مسودات کی تمییز میں ابتداء عزیزم مولانا بشیر احمد بستوی سابق مدرس مدرسہ بیت المعارف الہ آباد نے بہت نصرت کی، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین! بعدہ عزیزم مولانا مقصود احمد صاحب گورکھپوری استاذ حدیث مدرسہ بیت المعارف الہ آباد نے اس کی عبارات کی تصحیح و ترتیب میں بے حد محنت و مشقت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو مقبول و مشکور فرمائے۔ آمین! مزید مولانا مفتی اسماعیل صاحب مفتی دارالعلوم کنتھاریہ بھرچ اور عزیزم مولانا مفتی زین الاسلام صاحب مداس

مدرسہ بیت المعارف، الہ آباد، اور مولانا برہان الدین صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
اور مولانا نجیب الغفار صاحب استاد مدرسہ مظہر العلوم بنارس نے نظر ثانی کی اور مفید
مشوروں سے رہنمائی کی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مکرم مولانا اسماعیل احمد صاحب منوبری، مہتمم دارالعلوم کنتھاریہ
کا تواضعانہ عظیم ہے کہ اس کی طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائی
اور اس اہم خدمت کو انجام دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اب اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے
اور جملہ مسلمانان مرد و ہوں خواہ عورتیں سب کے لئے مفید و کارآمد بنائے
اور تمام علماء و مصلحین کے لئے اس کتاب کو شمع رہنما بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

اللہم وفقنا لما تحب وترضى من القول والعمل
والفعل والهدى انك على كل شىء قدير

محمد ترمذی الزمان غفر عنہ

۴ محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۴ جون ۱۹۹۵ء

تعارف

از حضرت مکرم مولانا محمد رابع صاحب ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

باسمہ تعالیٰ

انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو معقول و مناسب دائرے میں محدود کرنے کے لئے تربیت و تعلیم بنیادی بلکہ اولین اہمیت کی مالک ہے۔ زندہ قومیں تعلیم و تربیت کے نظام کو اپنانے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش میں رہی ہیں۔ تربیت و تعلیم کا عمل اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب بچہ سوچ و سمجھ کے مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پہلے ماں باپ جن سے بچہ کو اولین اور ہمہ وقتی واسطہ پڑتا ہے تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، جو کہتے ہیں، دیکھو جھوٹ نہ بولنا، جھوٹ بولنا بڑا برا کام ہے۔ بڑے کا احترام کیا کرو، کسی کو مارو نہیں، زیادتی نہ کرو، کپڑے گندے نہ کرو، صاف ستھرے رہو، کھانا اس طرح کھاؤ، کپڑے صاف ستھرے رکھو، گندگی میں نہ کھیلو، اور اسی طرح کی انفرادی اور معاشرتی باتیں بتاتے ہیں۔ اور ماں باپ اگر دین رکھتے ہیں تو دین کی بنیادی باتیں بھی بتاتے ہیں کہ ہم سب کو اللہ عز و جل نے پیدا کیا، وہی کھانا دیتا ہے، وہ سب سے بڑا ہے، وہ ایک ہے، وہ اوپر ہے، وہ بڑی قدرت رکھتا ہے وہی صحت دیتا ہے، وہی مصیبت سے بچاتا ہے۔ اس طریقے سے بچہ کے دماغ

میں ابتدا ہی سے اپنے مالک کا خیال اور اپنے بندہ ہونے کا چھوٹا موٹا احساس پیدا ہو جاتا ہے جو بعد میں اگر حالات اس کے مطابق ہوئے ترقی کر کے پختہ عقیدہ بن جاتا ہے اور دیندار بننے میں معاون ہوتا ہے۔ اور اگر ماں باپ دین پسند نہیں تو دین اور عقیدے کی کوئی بات نہیں بتاتے، صرف عام معاشرتی باتیں بتاتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو بچہ اپنی زندگی کے آغاز میں سنتا ہے اور وہ اس کے دل میں گھر کر لیتی ہیں، پھر زندگی بھر اس بچہ کے ساتھ رہتی ہیں، جو بڑا ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اس کے بچے ہوتے ہیں، وہ ان کے ساتھ ہی عمل کرتا ہے گھر سے نکلنے کے قابل ہونے پر بچہ کو مدرسہ یا اسکول بھیجا جاتا ہے یا گھر کے اندر کوئی ٹیوٹر آتا ہے، یا کوئی بڑا یہ خدمت سنبھالتا ہے اور کتاب کے ذریعہ تربیت کامل جاری ہوتا ہے، اس عمل کو تعلیم سے موسوم کرتے ہیں، اس مرحلہ میں ذہن کی تربیت اور اخلاق کی تعلیم ہوتی ہے اور اسی طرح زندگی کو زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ بنانے کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ تعلیم یا تربیت کا کتابی طریقہ اس وقت تک جاری رہتا ہے کہ بچہ خود اپنی صلاحیت سے زندگی کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے ذاتی مطالعہ سے علم و اخلاق میں ترقی پیدا کرتا ہے، یہی طریقے ہوتے ہیں جن سے قوموں کے مزاج اور کردار بنتے ہیں اور وہ کامیاب یا ناکام ہوتی ہیں۔

اسلام میں پڑھنے پڑھانے کا سبق پہلا سبق ہے جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے جو سورہ ابراہیم کی شروعات میں آیتوں سے ثابت ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن میں جگہ جگہ پر کہا گیا ہے کہ وہ تعلیم دیتے ہیں، تزکیہ کرتے ہیں، یعنی اچھی تربیت دیتے ہیں۔ اس طرح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینا مسلمانوں

کا سب سے بڑا فرض بن گیا ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی کا آغاز اصلاً بچوں کی تعلیم و تربیت سے ہوتا ہے۔ درحقیقت تربیتی کام کا یہ مرحلہ جو بچوں سے متعلق ہے وہ بہت اولین و بنیادی ہے، اس کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو عقلی اور عملی لحاظ سے سنوارنے اور بنانے کا عمل زیادہ بہتر طریقے سے انجام پاسکے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس عمل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام دیا جائے، کیونکہ قرآن و حدیث کی رہنمائی انتہائی کارآمد اور سب سے بہتر رہنمائی ہے۔ وہ انسان کے خالق کی دی ہوئی رہنمائی ہے جو اپنے پیدا کئے اور بنائے ہوئے انسان کی فطرت و صلاحیت اور استفادہ کے امکانات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ ”أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ“ کیا وہ اس کو نہ جانے گا جس کو اس نے پیدا کیا بنایا، اور باریک سے باریک چیز کو جاننے اور بنانے والا ہے اور ہر بات سے واقف ہے۔

تعلیم و تربیت کے کام میں بچوں کی تربیت غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے شاید اسی لئے شیخ عبداللہ العلوان نے صرف نو خیز نسل کی تربیت کے موضوع پر ایک صحیح اور دقیق کتاب تیار کر دی ہے۔ شیخ عبداللہ ایک بڑے عالم اور محقق ہیں، مذہبی اور ملی دائرے میں انھوں نے متعدد مفید ترین کتابیں تصنیف کی ہیں، جنکی افادیت کو متعدد علماء نے سراہا ہے۔ شیخ علوان کی اس تصنیف کو سراہتے ہوئے ایک بڑے عالم دین شیخ وہبی سلیمان نے اس کا ایک اچھا مقدمہ لکھا ہے، جس میں اس کتاب کی خوبی کا تذکرہ ہے۔ کتاب کی اہمیت کو

دیکھتے ہوئے بے جناب مولانا حبیب اللہ مختار صاحب نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا
 مگر چونکہ بعض وقت کتاب کی ضخامت صحیح طور پر استفادہ میں مانع بنتی ہے اسلئے
 مولانا محمد قمر الزمان صاحب نے تلخیص کا کام انجام دیا، لہذا اس طرح
 یہ کتاب بہت مفید بن گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ان تمام
 لوگوں کو پڑھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے جن کو اپنی اولاد کو بہتر بنانے کی
 ضرورت کا احساس ہے۔ اور یہ احساس سب اصحاب اولاد کو ہونا چاہئے
 میں مولانا موصوف کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے بہت مفید کام انجام دیا
 اور دعا کرتا ہوں کہ ان کی محنت زیادہ سے زیادہ سودمند ہو، اور بہت زیادہ لوگوں
 کو اس سے فائدہ پہنچے۔ مولانا موصوف خود ایک اچھے مصنف اور بزرگ
 عالم دین ہیں۔ تربیتی موضوع پر خود ان کی کئی تصانیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی
 اس کوشش کو مقبولیت سے نوازے۔ (آمین!)

محمد رابع ندوی

۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ

تربیتِ اولاد کا اسلامی نظام

ایک نظر

از: حضرت مولانا محمد برہان الدین سنہجلی۔ شیخ التفسیر جامعہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

سب جانتے ہیں کہ اسلام، انسانی زندگی کے تمام مراحل اور گوشوں کیلئے ایک جامع نظام حیات پیش کرتا ہے۔ ان مراحل میں سب سے اہم اور نازک مرحلہ پیدائش سے لیکر شعور کی عمر تک اور پھر بچپن تک کا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیدائش سے شعور تک کی عمر کے اندر بننے یا بگڑنے کا زیادہ تر، بلکہ تمام تر مدار بچہ کی تربیت کے حسن و قبح پر موقوف ہے۔ اس لئے قرآن و سنت کے اندر ماں باپ کو، جو دراصل مربی ہوتے ہیں، اس مرحلہ کیلئے نہایت واضح ہدایات و احکام دیئے گئے ہیں، اور دیگر فرائض و ذمہ داریوں کے ساتھ، بلکہ ان میں سے بہت سی ذمہ داریوں سے بڑھ کر اس اہم ذمہ داری سے پوری توجہ و انتہا کے ساتھ عہدہ برآ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسی ذمہ داری سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے کو اولاد کیلئے سب سے قیمتی تحفہ قرار دیا گیا ہے۔ (ما محل والد ولد افضل من ادب حسن۔ حدیث نبوی۔)

اس موضوع کی اہمیت مذہبی بنیاد پر ہی نہیں، عقلی و اخلاقی نیز سماجی طور پر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی بنا پر مختلف حیثیتوں کی ہر زبان میں بیشمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں اور برابر لکھی جا رہی ہیں۔ چنانچہ عربی زبان جو بلا مبالغہ ”امم اللسنہ“ ہے میں بھی بکثرت کتابیں لکھی گئیں قریبی زمانہ میں اسی موضوع پر ایک بڑی اہم اور جامع کتاب ”تربیتہ الاولاد فی الاسلام“ علامہ عبد اللہ نعیم علوان (متوفی ۱۴۰۸ھ) نے مرتب فرمائی۔ کتاب کی جامعیت افادیت کی بنا پر اسے مولانا حبیب اللہ مختار صاحب (کراچی) نے اردو کا جامہ پہنایا۔ پھر شیخ وقت

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الابدی زید مجدہم نے اسکی تکمیل فرمائی اور ”تربیت اولاد کا اسلامی نظام“ نام سے شائع فرماتے کا ارادہ کیا تو راقم عاجز سے اپنے حسن ظن کی بنا پر فرمائش کی کہ یہ اسے دیکھ کر اس پر کچھ لکھ دے۔ تعمیل حکم میں قلت وقت بلکہ فقدان فرصت کے باوجود دیکھنا شروع کیا تو کتاب کے ایسا اپنا گردیدہ بنالیا کہ ختم کرنے سے پہلے چین نہیں آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ زیر بحث موضوع پر مصنفؒ نے جتنا مواد جمع کر دیا ہے اتنا کم از کم راقم کا یہ احساس ہے کہ یکجا کسی اور کتاب میں جو قریبی زمانہ میں لکھی گئی ہو، نہیں ملتا۔ مصنف نے تربیت کے عنوان سے پورا اسلام ہی پیش کر دیا ہے۔ اور مہد سے لحد تک کے سارے احکام اسلامی کتاب میں اس طرح سمو دیے ہیں جیسے کوئی نہایت ماہر و باذوق گلچیں پورے جن کے حسین گل بوٹے سجا کر گلہ سترہ تیار کر دے۔ اس سلسلہ کی نہ صرف تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا خاصی حد تک احاطہ کر لیا گیا ہے، بلکہ دیگر جدید و قدیم ماتخذ و کتب سے بھی بہت کچھ مواد اکٹھا کر کے پیش کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اس موضوع پر گویا ”دائرة المعارف“ (انسائیکلو پیڈیا) بن گئی ہے۔

اس میں عبرت و وعظت کیلئے دشمنان اسلام (یہود و نصاریٰ جن میں سب سے نمایاں ہیں) کی سازشوں یعنی مسلمان نو نہالوں کے اخلاق و عقائد بگاڑنے اور انھیں اسلام و شریعت سے برگشتہ کرنے کی نت نئی ترکیبوں کا ذکر بھی مستند حوالوں کی روشنی میں کیا ہے، جس سے بچوں کی اسلامی اصول پر تربیت کرنے کی اہمیت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ مزید خوش قسمتی یہ ہے کہ مصنف ”فقیہ محض“ نہیں ہیں بلکہ تصوف احسان کے لذت شناس بھی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ جابجا اس دوکان سے بھی دوائے درد دل فراہم کر کے موصوف نے کتاب کو مزید مفید و حیات بخش بنادیا ہے۔ فجزا اللہ احسن الجزاء وجعل الجنة مثواً۔

مصنفؒ نے تہذیب جدید (جسے تخریب شدید کہنا شاید زیادہ موزوں ہوگا) کے بعض عبرتناک نمونے پیش کر کے اس تہذیب کے دلدادگان کی آنکھیں کھولنے کا سامان بھی

کر دیا ہے۔ فہل من مدکر۔

کتاب کی صحیح قدر و قیمت کا پورا اندازہ تو مطالعہ ہی سے ہو سکے گا۔ مذکورہ سطور خدا کرے اس کے شوق مطالعہ کیلئے ہمیں کام کریں۔ بنا بریں حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب آبادی مظاہر العالی کے حسن انتخاب پر انھیں داد نہ دینا تقدیری بلکہ ایک طرح کی نا انصافی ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کے ساتھ مترجم اور ملخص کو بھی جزائے خیر عطا کرے اور کتاب کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین!

بتانے کی ضرورت نہیں کہ کوئی بھی انسانی کوشش نبی معصوم کی کوششوں کے سوا، فرد گزاشتوں اور قابل نقد باتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اس کلیہ سے یہ کتاب (اور اس کا ترجمہ و تلخیص) بھی خالی نہیں۔ مگر ایسی چیزوں سے نہ کسی کتاب کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے، نہ اس کے مصنف یا دیگر وابستہ لوگوں کی۔ بہر حال یہ کتاب ہر شخص بالخصوص دینی فکر رکھنے والے اور اولاد کی تربیت کیلئے فکر مند رہنے والے ہر فرد کے مطالعہ کرنے، بلکہ حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

محمد برہان الدین سنبھلی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ م۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۵ء

مقدمہ

عالم کبیر فضیلۃ الشیخ و مہی سلیمان غاوجی آلفی

۱۔ جناب شیخ عبداللہ علوان سے میرا تعارف ان کے پہلے رسالہ ”الی ورتہ الانبیاء“ کے ذریعہ ہوا۔ اور پھر مزید شناسائی ان کی دیگر کتب و رسائل وغیرہ سے ہوئی جن میں درج ذیل کتابیں و رسائل شامل ہیں ”التکافل الاجتماعی فی الاسلام“ اور ”حتیٰ لعلم النبی“ اور ”صلح الدین الایوبی“ وغیرہ جیسا کہ ان کو میں ایک عرصہ سے تربیت و تعلیم کے میدان میں ایک ساتھ کام کرنے کی وجہ سے پہچانتا تھا۔ میں نے ان کو مذکورہ بالا واسطوں سے بھی پہچانا اور ان کے تذکرے بھی سنے۔ اور اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ شیخ عبداللہ علوان کا مختصر الفاظ میں تعارف کرائیں۔ تو میں یہ کہوں گا کہ:- ”وہ سچے مومن اور عالم ہیں۔ وہ زندگی کے لمحات اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے پہلو میں، دل و دماغ اور رگ پے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک سرایت کر گیا ہے کہ ”جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ اس نے مسلمانوں کی حالت کی فکر و خیال نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے۔“

اسی لئے کبھی تو آپ ان کو علماء کرام سے یہ خطاب کرتے دیکھیں گے کہ وہ اپنے فرض منصبی دعوت و ارشاد کے فریضہ کو خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اور اسلام کی دعوت کو حکمت کے ساتھ لوگوں میں پیش کریں۔ چنانچہ وہ علماء سے اپنی کتاب ”الی ورتہ الانبیاء“ کے ذریعہ مخاطب ہوتے ہیں۔ اور کبھی عوام سے مخاطب

ہوتے ہیں اور انھیں ٹیلیوژن وغیرہ کے فتنہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور اس کے گندے اور خطرناک اثرات سے اپنے رسالہ ”حکم الاسلام فی التلفزیون“ کے ذریعہ سے متنبہ کرتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو مزید تفصیل سے اپنی کتاب ”حکم الاسلام فی وسائل الاعلام“ میں بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنا روئے سخن طلباء کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ان کی رہنمائی اور تشفی کے لئے کتاب ”شہادت و ردود“ لکھتے ہیں۔ اور کبھی نوجوان نسل سے اپنی کتاب ”حتیٰ یعلم الشباب“ کے ذریعہ مخاطب ہوتے ہیں۔

اور کبھی معاشرہ کی اصلاح و دیکھ بھال کے ذمہ دار حضرات سے اپنی کتاب ”التکافل الاجتماعی فی الاسلام“ کے ذریعہ خطاب فرماتے ہیں۔ اور کبھی تالیخ کے زریں ابواب ہمارے سامنے پیش کر کے سلف صالحین اور گزرے ہوئے مجاہدین کے کارنامے ذکر کر کے ہماری سابقہ تاریخ و ہر اکراس کی عظمت و شان و شوکت یاد دلاتے ہیں۔ اور اس کے لئے کتاب ”صلاح الدین الاویسی“ تحریر کرتے ہیں۔ اور کبھی علم و فقہ کے راستہ سے مسلمانوں سے ہمکلام ہوتے ہیں اور انکی رہنمائی کے لئے ”احکام الصیام“ اور احکام الزکوٰۃ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اور کبھی یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے معاشرہ کو راسمالیہ (سرمایہ دارانہ نظام) کے نقصانات و ضرر سے بچایا جاسکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب ”احکام التائین“ لکھتے ہیں اور اس کے نقصانات و ضرر کو بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ پر اس کے نعم البدل اسلام کے امداد باہمی کے نظام کو بیان کرتے ہیں۔

اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کے قلم سے ان سب حضرات کے لئے

قیمتی کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ وجود میں آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید توفیق دے اور ان کے علم و عمل اور عمر میں برکت دے۔

۲۔ صاحب کتاب نے اپنی یہ کتاب چار اجزاء میں تقسیم کی ہے اور اس موضوع پر انھوں نے درمیانی سائز کے ۱۳،۶ صفحات تحریر کئے ہیں جو علم و دانائی اور معرفت کی باتوں کے علاوہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ موصوف کو مستقبل کے معاشرہ کی تربیت کی بہت زیادہ فکر ہے اور اس کی طرف انھوں نے پوری توجہ مبذول کر رکھی ہے۔

میرے علم کے مطابق کسی شخص نے اب تک اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اتنے مبسوط طریقے سے ایسا قیمتی اور پُر اذ حقائق مجموعہ تحریر نہیں کیا جیسا کہ استاذ عبد اللہ علوان نے تحریر کیا ہے۔

میرے علم میں کوئی ایسا صاحب قلم نہیں ہے جس نے اس موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے آثار و اقوال کا وہ ذخیرہ جو اس سلسلہ کے احکام و آداب اور وصایا پر مشتمل ہو، اس تفصیل سے یکجا کیا ہو جس تفصیل سے استاذ عبد اللہ علوان نے یکجا کیا ہے۔

میرے علم میں سوائے شیخ عبد اللہ علوان کے کوئی ایسا مؤلف نہیں جس نے تربیت و اصلاح سے متعلق اتنی اہم مباحث میں صرف مسلمانوں کی بنیادی - تحریرات پر اکتفا کیا ہو اور ان کے علاوہ دوسرے اہل قلم کے اقوال کو سوائے ضرورت شدیدہ اور اضطرار کے یا ایسے مواقع پر جہاں کسی خاص وجہ سے ان کے اقوال کا بیان کرنا ضروری ہو اور کسی جگہ ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہ موصوف نے یہ کتاب مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی کے

سلسلہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ وہ آسان اور مختصر راستہ اختیار کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ اسلامی ثقافت جس کا مدار اسلام کے بنیادی اصولوں اور گزٹے ہوئے سلف صالحین اور موجودہ اکابر کے تجربہ پر ہے اس میں دوسروں کے اقوال و رہنمائی کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی۔

میرے علم میں کوئی ایسا مصنف نہیں جس نے تربیت اولاد کے موضوع پر استاذ شیخ عبداللہ سے زیادہ سوز و درد اور جذبہ و جوش اور پختگی سے قلم اٹھایا ہو۔

۳۔ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ اس قیمتی کتاب کے بعض اہم مباحث و عنوانات اور اس کے مفید اور اہم نکات کی ایک جھلک پیش کروں جو اس میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ تاکہ نمونہ آپ کے سامنے آجائے اور اس کتاب کی حقیقت اور اہمیت کا اظہار ہو سکے۔ لیکن اس خیال سے کہ قارئین کے لئے پڑھنا تطویل کا ذریعہ بنے گا یہ ارادہ ترک کر دیا۔ تاکہ پڑھنے والے اپنے مطالعہ سے اس حقیقت کا ادراک کر لیں اور اس کی گہرائی تک پہنچیں۔ بلکہ میں جو لکھنا چاہتا تھا اس سے بھی آگے پہنچ جائیں۔

البتہ میں شیخ عبداللہ کے اس کلام کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں جو انہوں نے اس کتاب کے اخیر میں تربیت کے سلسلہ میں ”ضروری تجاویز کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے۔

مؤلف کے خیال میں وہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منہر ہیں۔
بچہ کو اچھے پیشہ کی رغبت دلانا، بچہ کی فطری صلاحیتوں کا خیال کرنا۔
بچہ کو کھیل کود کے لئے موقع دینا۔ گھر مسجد اور مدرسہ میں آپس میں باہمی ہم آہنگی

و تعاون پیدا کرنا، بچہ اور مرثی کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا، شب و روز تربیتی نظام کے مطابق گزارنا، بچہ کے لئے ثقافتی وسائل مہیا کرنا، بچہ کو مستقل مطالعہ کا شوقین بنانا، بچہ کو اسلام کی ذمہ داریوں اور مسئویات کا ہمیشہ احساس دلانا بچہ میں جہاد کی روح پھونک دینا۔ مؤلف نے ان تجاویز کی شرح میں ایک سو ستتر صفحات تحریر کئے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا فاضل مؤلف نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں تربیت کرنے والوں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کے طالبین حضرات کے لئے مزید کچھ لکھنے کی گنجائش چھوڑی ہے؟

لہذا والدین، تربیت کرنے والوں اور تربیت کے میدان میں سرگرم عمل حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ کا مطالعہ کریں اور تربیت کے سلسلہ میں اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں جن کی تربیت ان کے ذمہ ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار و رکھوالا ہے انہیں ضائع کر دے یعنی ان کی تربیت نہ کرے۔ امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

بھلا اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہو گا اور اس سے زیادہ خطرے اور نقصان کی کیا بات ہو گی کہ ان کے دلوں میں انحراف اور زلیغ و ضلال پیدا ہو جائے اور وہ سیدھے راستہ سے ہٹ جائیں۔ یا ان کی طرف توجہ اور فکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ یونہی بھٹکتے پھریں؟

اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہو گی کہ وہ اسلام کی مخالفت شروع کر دیں، اور اس کے احکامات کو اوپر اٹھنے لگیں۔

و تعاون پیدا کرنا، بچہ اور مرثی کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا، شب و روز تربیتی نظام کے مطابق گزارنا، بچہ کے لئے ثقافتی وسائل مہیا کرنا، بچہ کو مستقل مطالعہ کا شوقین بنانا، بچہ کو اسلام کی ذمہ داریوں اور مسئویات کا ہمیشہ احساس دلانا بچہ میں جہاد کی روح پھونک دینا۔ مؤلف نے ان تجاویز کی شرح میں ایک سو ستتر صفحات تحریر کئے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا فاضل مؤلف نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں تربیت کرنے والوں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کے طالبین حضرات کے لئے مزید کچھ لکھنے کی گنجائش چھوڑی ہے؟

لہذا والدین، تربیت کرنے والوں اور تربیت کے میدان میں سرگرم عمل حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ کا مطالعہ کریں اور تربیت کے سلسلہ میں اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں جن کی تربیت ان کے ذمہ ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار و رکھوالا ہے انہیں ضائع کر دے یعنی ان کی تربیت نہ کرے۔ امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

بھلا اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہو گا اور اس سے زیادہ خطرے اور نقصان کی کیا بات ہو گی کہ ان کے دلوں میں انحراف اور زلیغ و ضلال پیدا ہو جائے اور وہ سیدھے راستہ سے ہٹ جائیں۔ یا ان کی طرف توجہ اور فکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ یونہی بھٹکتے پھریں؟

اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہو گی کہ وہ اسلام کی مخالفت شروع کر دیں، اور اس کے احکامات کو اوپر اٹھنے لگیں۔

اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہو گا کہ بچوں کے دل اور عقلیں اور اخلاق تباہ و برباد ہو جائیں، اور ان کا جسم محض ایک لاشہ بن کر رہ جائے اور ایک لے جان لکڑی کی طرح زندگی گزاریں، نہ ان کا کوئی سقیدہ و ایمان ہو اور نہ کوئی منزل و مقصود۔ ۹

اللہ تعالیٰ شیخ عبد اللہ کو خوش و خرم رکھے اور ان حضرات کو بھی جو ان جیسے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ تاکہ ایک ایسا معاشرہ اور قوم وجود میں آئے جسے مثالی قوم کہا جاسکے۔ اور وہ روئے زمین پر ویسی زندگی گزاریں جیسی زندگی روئے زمین پر پہلے مثالی معاشرہ و قوم کے افراد نے گزاری تھی اور اللہ ان کو بھی ویسی ہی توفیق عطا فرمائے جیسی توفیق ان کو دی تھی۔ وہ مثالی قوم جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص، برگزیدہ متقی و پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت تھی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنا خلیفہ بنالے اور اپنے محبوب و پسندیدہ دین کو پھیلانے کی توفیق دے۔ اور ان کے خوف و ڈر کو امن و امان سے بدل دے۔ اور اسلم کے جھنڈے کو ہر حکومت و ملک پر لہرا دے۔ اور ہر جگہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی مشکل نہیں۔ اور وہ دن واقعی مسلمانوں کی خوشی کا دن ہو گا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَقُولُ الْمُؤْمِنُونَ
بِنَصْرِ اللَّهِ - يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الروم ۵۴)

اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے
(اللہ) مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی
زبردست، رحم والا ہے۔

وہی سلیمان ابانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُقَدِّمَةٌ

فاضل مصنف شیخ عبد اللہ ناصح علوان

الحمد لله الذي أبان للعباد منهج التربية القويمه
في قرآنه المجيد وأوضح للعالمين مبادئ الخير والهدى
والإصلاح في أحكام شرعه الحنيف -

والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذي بعثه الله
للإنسانية مؤدباً ومرتبياً وأنزل عليه تشريعاً يحقق
للإنسانية اسمى آيات عزها ومجدها وأعظم غايات
سوددها ومكائنها ورفعته واستقرارها وعلى اله
وأصحابه الطيبين الأطهار، الذين أعطوا الأجيال
المتعاقبة نماذج فريدة في تربية الأبناء وتكوين
الأمر، وعلى من نهج نهجهم واقتفى أثرهم
بإحسان إلى يوم الدين -

تمام تعریض اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے قرآن مجید میں بندوں کے لئے بہترین
تربیت کے طریق کو واشگاف فرمایا اور اپنے شرع ضیف میں تمام عالم کے لئے خیر و ہدایت
اور اصلاح کے بنیادی اصولوں کو واضح فرمایا -

اور درود سلام ہو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ سے
انسانیت کے لئے مرقی و معلم بنا کر مبعوث فرمایا، اور جزا را ایسی عظیم الشان شریعت

نازل فرمائی جو بنی نوع انسان کے لئے عزت و کرامت اور بزرگی و شرافت کے دروانے کھولتی ہے۔ اور سیادت و قیادت اور بلندی و استحکام کے مراتب عالیہ تک پہنچنے میں بہترین معاون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوائی آل و اولاد اور ان کے اصحاب پر جو طیب و طاهر ہیں، جنہوں نے بعد والوں کے لئے اولاد کی تربیت، اور امتوں کی اصلاح و تعمیر کے سلسلہ میں بے نظیر نونے چھوڑے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوائی حضرات پر جو ان کے طریقہ پر چلے، اور ان لوگوں پر جو ان کے نقش قدم پر قیامت تک چلتے رہیں گے۔ آمین یا رب العالمین!

دین اسلام کے احسانات

حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد معلوم ہو کہ

(۱) بنی نوع انسان پر دین اسلام کے بیشمار احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ انسانیت کے لئے ایسا جامع نظام پیش کرتا ہے جو انسانی نفوس کی تربیت اور معاشی کے درست کرنے اور ان میں شرافت اور ترقی کی راہ ہموار کرنے میں بنیادی کام کرتا ہے اور ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ
كِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ
مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ
وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى
النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ (المائدة ۱۶)

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن
چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ
اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو
رضائے حق کے طالب ہیں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں
اور انکو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے
آتے ہیں اور انکو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

(۲) اسلامی شریعت کے فضل و کمال اور فخر کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ دشمنان اسلام بھی اسلام کے ترقی پذیر وابدی ہونے اور اس کے فعال اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کی اصلاح کے لئے صلاحیت رکھنے کے معترف ہیں۔ چنانچہ مشہور انگریز فلسفی برنارڈ شا کے الفاظ سنئے:-

”حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین نہایت بلند و بالا ہے اس لئے کہ اس میں حیران کن صلاحیت ہے اور وہ ہر دور کے لئے قابل عمل ہے۔ اور یہ ایک ایسا منفرد دین ہے جس میں یہ ملکہ بخوبی پایا جاتا ہے کہ زندگی کے مختلف اطوار و عادات کو قابو میں کر لے۔ اور میرے نزدیک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کا محسن اور ہلاکت سے بچانے والے کا لقب دینا فرض ہے۔ اور اگر ان جیسا کوئی شخص آج کے دور میں اس عالم کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے، تو وہ آج کل کی مشکلات و مسائل آسانی سے حل کر لے گا۔ انتہی۔“

اور یقیناً کمال تو وہ ہے جس کا مخالفین بھی اعتراف کریں اور اس کی حقانیت کی دشمن بھی شہادت دیں۔

شهد الانام بفضلہ حتی العدا والفضل ما شهدت به الاعداء ترجمہ: سبھی لوگوں نے یہاں تک کہ دشمنوں نے بھی اس کے فضل و کمال کی شہادت دی اور کمال تو واقعی وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔

(۳) اب یہ سوال ہے کہ شریعت اسلامیہ صرف ایک ذہنی و فکری اور کتابوں میں مدون نظریات تک محدود ہے۔ یا یہ نظریات عملی شکل میں کسی امت کے اندر

موجود ہیں؟ جس کا مشاہدہ کیا جاسکے۔

اس کے متعلق سید قطبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کامیابی کی منزل تک پہنچ گئے جس دن کہ انہوں نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان و یقین کی ایک ایسی زندہ مثال بنادیا تھا جو کھاتی پیتی اور بازاروں میں چلتی پھرتی تھی۔ اور ہر صحابی کو زمین پر چلتا پھرتا قرآن کریم بنادیا تھا۔ اور ہر فرد صحابہ کو اسلام کا مجسمہ بنادیا تھا کہ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام کا مشاہدہ کر لیا کرتے تھے۔

آگے مصنف تحریر فرماتے ہیں: سنئے صرف تحریرات و تصنیفات کچھ نہیں کر سکتیں، جب تک کہ اسلام پر عمل کرنے والے موجود نہ ہوں۔ اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ و تقریر کے بجائے سب سے پہلے آدمیوں کو مثالی بنانے پر توجہ دی۔ اور بجائے متقی و مستحج تقاریر کے انسانوں کے ضمیر کو درست کیا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کامیاب ہو گئے جس دن آپ نے اسلامی تصور کو انسانوں کی شکل میں ڈھال دیا اور ان کو اسلام کا عملی جامہ پہنادیا۔

پس اگر اس کی جھلک دیکھنا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی کس طرح تربیت فرمائی، اور ان کے بعد آنے والوں نے کس طرح اس دین کو پیش کیا اور اس پر کیسے عمل کیا؟ تو تاریخ کے زریں صفحات کا مطالعہ کیجئے، تاکہ ان کے جلیل القدر مناقب اور کارناموں کا بڑا حصہ نظروں کے سامنے آسکے۔

اور حضرات صحابہؓ کے فضل و کمال اور عز و شرف کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ كَانُوا عَلَى الْكُفْرِ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے
صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں

رَحْمَةً يَنْهَهُمْ تَرْبَهُمْ زَكَاةً
 سَجْدًا يَنْتَفُونَ فَضْلًا
 اللَّهُ وَرِضْوَانًا سُبْحَانَ
 فِي دُجُوهِهِمْ مَنْ أَثَرُ السُّجُودِ
 تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ (اے مخاطب)
 تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ
 کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی
 کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے
 ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ (دفعہ ۲۹)

اس کے علاوہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں اور بہت سی آیات نازل
 ہوئی ہیں۔ نیز ان حضرات کی مدح میں بہت سی احادیث بھی منقول ہیں جو کتب حدیث
 میں مذکور ہیں۔ مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

لیجئے صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر
 صحابی نے جو تحسینی کلمات طیبات فرمائے ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیے جو نہایت جامع
 و بصیرت افروز ہیں۔

جو شخص کسی کو اپنا مقتدا بنانا چاہے تو اسے چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا مقتدا بنائے۔ اور ان کی پیروی کئے، اس لئے
 کہ وہ حضرات اس امت کے نہایت نیک دل افراد تھے، اور وسیع علم کے مالک تھے
 تکلف سے بہت دور تھے، عادت و اخلاق میں نہایت ستمرے اور حالات کے
 اعتبار سے بہت ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
 صحبت و معیت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ لہذا ان کے
 مرتبہ کو پہچاننا اور ان کے نقش قدم پر چلو۔ اس لئے کہ وہی حضرات سیدھے راستہ
 پر گامزن تھے۔

(۴) مسلمان قومیں شروع ہی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم و فضل کے چشمہ

سے سیرابی اور ان کے مکارم و محاسن کے نور سے روشنی حاصل کرتی رہیں اور تربیت و تعلیم کے سلسلہ میں انہی کے طریقہ کو اپنایا۔ اور مجد و شرافت کی عمارت تعمیر کرنے میں ان کو اپنا مقتدا و پیشوا بنایا۔ تا آنکہ وہ دور آگیا جس میں اسلامی معاشرہ سے اسلامی احکام ختم اور روئے زمین سے خلافت اسلامیہ کے نشانات زائل ہونے لگے اور دشمنانِ اسلام اس بات میں کامیاب ہو گئے کہ وہ اپنے گندے مقاصد اور ناپسندیدہ اغراض تک پہنچ جائیں اور اپنی آرزو پالیں جو عرصہ دراز سے ان کے دلوں میں پوشیدہ تھی۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے مصلحین و واعظین اس حالت کو دیکھ کر مایوس ہو چلے ہیں اور ناامیدی کے بادل ان پر چھانے لگے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب اس امت کی اصلاح کا کوئی راستہ نہیں۔

اصلاح سے مایوسی کے وجوہ

(الف) اس دین کے مزاج سے ناواقفیت۔ (ب) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت (ج) اس مقصد کو فراموش کر دینا جس کی خاطر مسلمان کو پیدا کیا گیا ہے۔ (د) جس دن مسلمان سمجھ لیں گے کہ اسلام قوت و طاقت والا دین ہے، اسلام علم والا دین ہے، اسلام ایسا دین ہے جس نے روئے زمین پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب قرار دیا ہے تاکہ انسان اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھامے اور اس کے خزانوں کو ظاہر کرے۔

جس دن مسلمان یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے انسان کو باعزت مقام دیا اور اس کو اللہ کی بے شمار مخلوق پر فضیلت دی ہے تاکہ اپنی ذمہ داریوں کو کمال خوبی سے ادا کرے اور جس دن یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے اس پورے عالم کو انسان کیلئے مسخر کیا ہے

تاکہ انسان اسے علم کی خدمت اور انسان کی بھلائی کے لئے استعمال کر سکے۔ اور جس دن یہ بات سمجھ لیں گے کہ اسلام عمل پیہم جدوجہد اور عزم و نشاط والا دین ہے۔ اور جس روز یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام نے ناامیدی کو حرام قرار دیا ہے اور مایوسی سے منع کیا ہے اور جس دن یہ سمجھ لیں گے کہ اسلام عزت و کرامت کا دین ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا تاج اپنے سروں پر رکھیں اور پورے عالم میں اس کا جھنڈا بلند کریں اور اس سلسلہ میں اس کا یہ شعار ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحِزْبُ وَلِرَسُولِهِ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلِكِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَا يَعْلَمُونَ
اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے
رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں
کی (بواسطہ تعلق مع اللہ و الرسول کے)۔ لیکن
منافقین جانتے نہیں۔ (المنافقون ۸)

جس دن مسلمان اپنے دین کے بارے میں یہ مندرجہ بالا حقائق سمجھ لیں گے اور لوگ خصوصاً دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والے اس مزاج سے واقف ہو جائیں گے تو نہ ان پر ناامیدی سوار ہوگی اور نہ ان میں مایوسی سرایت کرے گی۔ بلکہ وہ دعوت و اصلاح اور تعمیر قوم کے میدان میں گھس جائیں گے تاکہ اپنے اسلاف کی طرح پوری دنیا کے استاذ و معلم اور راہنما بن سکیں۔ اور زندگی کی تاریک گھاٹیوں میں روشن مینار بن جائیں اور انسانیت ان کے علوم سے سیراب ہوتی رہے اور یہ لوگوں کے مقتدا بنے رہیں یہاں تک کہ دنیا ختم ہو جائے اور قیامت قائم ہو جائے۔ (ترجمہ چچا)

(ب) جس دن مسلمان بالخصوص علماء اور دعوت و تبلیغ کرنے والے حضرات دنیا کی محبت سے آزاد ہو جائیں گے اور اس کی شادابی اور ساز و سامان سے ضرورت سے زیادہ دل لگانا چھوڑ دیں گے اور اپنا مطلع نظر لوگوں کی ہدایت اور معاشرہ کی

اصلاح اور روئے زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کو بنالیں گے۔ اور جس روز بزدلی اور موت کی ناپسندیدگی سے نجات حاصل کر لیں گے اور سچے دل سے یہ سمجھ لیں گے کہ رزق اللہ کے ہاتھوں میں ہے اور نفع و نقصان پہنچانے والا وہی ہے تو اسی دن دعوت الی اللہ اور تربیت و اصلاح کے میدان میں بلا خوف و خطر آگے بڑھیں گے اور ان کو یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی نصرت فرمائیں گے۔

(ج) جس روز مسلمان یہ سمجھ لیں گے کہ دنیا کی زندگی ایک عظیم الشان مقصد کیلئے عطا کی گئی ہے تو پھر ان کا حال ہی کچھ اور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد عظیم کو بایں کلمات بیان فرمایا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت ۵۶) اور میں نے جن و انس کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ عبادت و عبودیت، دین و شریعت کے سامنے گردن جھکا دینے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے کا نام ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو اپنے مذہب اور دین کے مزاج کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ وہ دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی کے مرض سے نجات پائیں اور اس مقصد عالی کو پہچان لیں جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ تاکہ اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کریں اور اپنی عزت و شوکت کو دوبارہ حاصل کر لیں۔ (ترجمہ ص ۳)

(۵) لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اصلاح کا کیا طریقہ ہو؟ اور اس زمانہ میں والدین اور اصلاح و تربیت کرنے والے حضرات کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ تو اس کا جواب ایک لفظ سے دیا جاسکتا ہے اور وہ ہے لفظ ”تربیت“ لیکن اس کلمہ کے مدلولات بہت سے ہیں اور اس کا میدان نہایت وسیع اور اس کا

مفہوم بہت عام ہے۔ اس لئے کہ تربیت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ افراد کی تربیت ہو اور یہ بھی کہ خاندان کی تربیت ہو اور معاشرہ اور انسانیت کی تربیت ہو، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک باوقار اور عمدہ ترین معاشرہ قائم ہو اور بے نظیر امت رونما ہو۔

تربیت اولاد درحقیقت ایک شاخ ہے اس فرد کی تربیت کی جس کو اسلام اس لئے تیار کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک فعال اور کام کا عضو بن سکے اور زندگی کی دوڑ میں کام کا انسان ثابت ہو۔ (تربیت الاولاد فی الاسلام ص ۱۵)

(۶) محترم قراء کرام! جب آپ اس کتاب کو پڑھ لیں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلامی شریعت کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ یہ دین انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اس دین نے ان تمام چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو انسان کو دین و دنیا اور آخرت غرض ہر جگہ فائدہ پہنچاتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا ایک خصوصی نظام ہے۔ چنانچہ تربیت کرنے والے حضرات جب اس نظام کو اپنالیں گے تو امت میں سکون و اطمینان اور امن و امان عام ہو جائے گا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اسلام اللہ کا دین ہے اور فخر انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے اور ایک ایسی کامل اور جامع شریعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام بشریت کے لئے دستور اور نظام کے طور پر پسند فرمایا ہے۔

(۷) یہ بات ذہن نشین رہے کہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں تحریر شدہ مواد اسلامی کتب خانوں میں بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اور جہاں تک میرا مطالعہ ہے تو اب تک کوئی ایسی جامع کتاب نہیں دیکھی جو کامل و مکمل کہی جاسکے اور مستقل طور سے اس موضوع پر لکھی گئی ہو اور اس میں بچہ کی پیدائش سے بالغ ہونے تک کے زمانہ کی

تربیت کا طریقہ بیان کیا گیا ہو۔ سوائے علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”تحفۃ المودود فی احکام المودودہ“ کے کہ اس میں مؤلف کتابتے نو مودود بچہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے اور اس کے احکام ذکر کئے ہیں۔ اور میں نے اپنی اس کتاب کی قسم اول کی تیسری فصل اور اس کے بعد کے حصہ میں ان سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اجر عظیم دے اور آخرت میں ان کے مرتبہ و مقام کو بڑھائے۔ آمین!

خدا کو معلوم ہے کہ میں نے کتنی محنت کی ہے اور کتنے مراجع کا مطالعہ کیا ہے تاکہ عربی و انگریزی کے سامنے ایسی جامع کتاب پیش کر سکوں جو بچہ کی تربیت کے متعلق ہو۔ اور پیدائش سے لے کر سمجھدار اور ہوشیار ہونے تک اور اس وقت سے بالغ اور مکلف ہونے تک کے احکام پر محیط ہو۔ اور ساتھ ہی اس میں ایسے کامل و مکمل نظام کو بیان کیا گیا ہے جس کا والدین اور تربیت کرنے والے حضرات اور اصلاح و تربیت کے ذمہ داروں کے لئے جانتا اور اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ جو مقصد تحریر تھا کتاب اس کے مطابق ہے۔ سب چنانچہ اس میں وسائل و مقاصد اور اہداف و اغراض کو تفصیلی طور سے بیان کیا گیا ہے۔

ان سب کے باوجود میں اپنی اس تحریر میں اس کا دعویٰ ارہرگز نہیں کہ میں کمال و منتہی کو پہنچ گیا ہوں اور میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں خطا و غلطی سے پاک ہوں اور جو لکھا ہے وہ نہایت جامع ہے۔ البتہ مجھے خدا کی ذات سے یہ پوری امید ہے کہ میری یہ ابتداء اس دور کے اسلامی فکر و درد رکھنے والے حضرات کو اس جانب ضرور متوجہ کرے گی کہ وہ اپنی ہمتوں اور عزائم کو حرکت دیں، اور قلم سنبھال لیں تاکہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں لکھیں۔ اور اس سلسلہ میں بحث کو

کمال تک پہنچادیں۔ اور اس تربیت کے وسائل و اغراض بیان کرنے کے سلسلہ میں کثرت سے مقالے اور کتابیں لکھیں۔ تاکہ کچھ عرصہ بعد ہم یہ دیکھ لیں کہ اسلامی کتب خانہ تربیت کے سلسلہ کی کتابوں سے مزین و آراستہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں رہنما کتابیں عام ہوں۔ تاکہ ہر وہ شخص جس کو تربیت و اصلاح کی خواہش ہے اس کے پاس مراجع کا اچھا ذخیرہ موجود ہو۔ تاکہ بچوں کو اسلامی تربیت دینے کے لئے عمدہ و اعلیٰ راستہ اختیار کرنا آسان ہو۔ اور بچوں کو روحانی، اخلاقی اور فکری طور پر اسلامی تربیت دی جاسکے۔ اور جس دن بھی اس میدان عمل میں سرگرم حضرات کی توجہ کا محور اسلامی تربیت کے موضوع پر لکھنا ہو جائیگا۔ اور اس طرح اسی سلسلہ میں وہ اپنی ذمہ داری اور مسئولیات سے عہدہ برآ ہوں گے تو واقعی اس دن انھوں نے موجودہ زمانہ کے معاشرہ کے لئے عزت و قوت کے راستہ کو واضح کر دیا ہوگا جو ایک بالکمال معاشرہ کے وجود میں آنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور جس کے ذریعہ مثالی قوم وجود میں آتی ہے۔

(۸) میں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ بچوں کی اسلامی تربیت کو تین اقسام پر تقسیم کروں، جن میں سے ہر قسم کے ضمن میں مختلف فصلیں ہوں۔ اور ہر فصل کے تحت مختلف موضوع اور عنوانات مذکور ہوں اور فصلوں کے عنوانات ہر قسم میں مندرجہ ذیل طریقہ کے ہوں گے۔

قسم اول : جس میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل : مثالی شادی اور اس کا تربیت سے باہمی تعلق۔

دوسری فصل : بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات

تیسری فصل : بچے سے متعلق عمومی احکام۔ اور یہ فصل چار مباحثہ پر مشتمل ہے۔

پہلی بحث : بچہ کی ولادت کے وقت مرتبی کو کیا کرنا چاہئے ؟

دوسری بحث : بچہ کا نام رکھنا اور اس کے احکام۔

تیسری بحث : بچہ کا حقیقہ اور اس کے متعلق احکام۔

چوتھی بحث : بچہ کا ختنہ اور اس کے متعلق احکام۔

چوتھی فصل : بچوں میں انحراف اور فساد پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج۔

قسم ثانی : جس میں ایک ہی بحث ہے۔ جس کا عنوان ہے ”مرتبوں کی نظر۔ بڑی

بڑی مسئویات و ذمہ داریاں“ اور اس کے ضمن میں سات فصلیں ہیں

پہلی فصل : ایمانی تربیت کی ذمہ داری۔

دوسری فصل : اخلاقی تربیت کی ذمہ داری۔

تیسری فصل : جسمانی تربیت کی ذمہ داری۔

چوتھی فصل : عقلی تربیت کی ذمہ داری۔

پانچویں فصل : نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری۔

چھٹی فصل : معاشرتی و اجتماعی تربیت کی ذمہ داری۔

ساتویں فصل : جنسی تربیت کی ذمہ داری۔

قسم ثالث : اور اس میں تین فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلی فصل : تربیت کے مؤثر وسائل۔

دوسری فصل : بچہ کی تربیت کے سلسلہ میں بنیادی قواعد۔

تیسری فصل : تربیت کے سلسلہ میں چند ضروری تجاویز

اور اخیر میں ایک خاتمہ ہے۔

کتاب میں ذکر کردہ تینوں قسموں میں سے ہر قسم کے تحت مندرج فصلوں کا یہ تفصیلی خاکہ ہے۔ اور قارئین کی نظر سے ہر فصل میں نہایت اہم مباحث اور مفید موضوعات گزریں گے۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے سلسلہ میں صحیح تربیت کا بہترین راستہ واضح کر دیا جائے اور بچوں کو معاشرہ کا صالح اور کارآمد عضو بنایا جائے تاکہ وہ اسلام کا طاقتور لشکر بن سکیں اور ایسے مثالی نوجوان بن جائیں جن میں قربانی ایثار اور شرافت اعلیٰ پیمانے پر جھلکتی ہو۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کو محض اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور روز قیامت اس کو قبول فرمائے۔ اور مخلوق کے لئے اس سلسلہ کو فائدہ کا ذریعہ بنائے۔ اور ہر وہ شخص جو دنیاوی زندگی میں سیدھے راستہ اور راہ ہدایت پر چلنا چاہتا ہے، اس کتاب کو اس کے لئے روشنی اور نور کی کرن اور ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جس سے امید قائم کی جا سکے اور وہی قبول کرنے والا ہے۔

عبد اللہ ناصح علوان

تنبیہ

اصل کتاب کے شروع ہونے سے پہلے تعلیم و تربیت کے سلسلہ کی چند آیتیں اور حدیثیں پیش خدمت ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو اگلے صفحات میں درج شدہ مضامین سے مناسبت، بلکہ ان کے مآخذ و مصادر کی کسی قدر معرفت ہو جائے اور علیٰ وجہ البصیرت مطالعہ کر سکیں۔ (مرتب)

تربیت کے سلسلہ میں چند آیتیں اور حدیثیں آیتیں :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل
و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا
أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا
(تحریم ۷)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ
کے عذاب سے ڈرائیے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ
(شعراء ۲۱۴)

اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود
بھی اس کے پابند رہئے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا (طہ ۱۳۲)

حدیثیں :-

تم میں کا ہر شخص اپنی رعیت کا نگران و ذمہ دار
ہے لہذا اسکی رعیت کے سلسلے میں ہر ایک سوال ہوگا
اللہ کی فرمانبرداری کا عمل کرو اور اس کی نافرمانی
سے بچو۔ اور اپنی اولاد کو نیکیوں کا عمل کئے
اور برائیوں سے بچنے کا حکم کرو اگر تم ایسا
کرو گے، تو یہ ان کے لئے اور تمھارے لئے

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ
رَعِيَّتِهِ۔ (بخاری)
إِعْمَلُوا بِطَاعَةِ اللَّهِ وَاتَّقُوا
مَعَاصِيَ اللَّهِ وَمُرُوا أَوْلَادَكُمْ
بِمِثَالِ الْأَوَامِرِ وَاجْتَنَابِ
النَّوَاهِي مِثْلَ ذَلِكَ وَقَايَةُ لَهُمْ

وَلَكُمْ مِنَ النَّارِ (ابن جریر و ابن المنذر)

آگ سے بچاؤ کا سامان ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ سَائِلُ كُلِّ رَاعٍ عَمَّا
اسْتَرْعَاهُ حَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ حَتَّى
يُسْأَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ -

بیشک اللہ ہر ذمہ دار سے اس کی رعیت کے
بارے میں سوال کریگا کہ انکی حفاظت کی یا ضائع
کر دیا؟ یہاں تک آدمی سے اسکے گھر والوں کے
بارے میں سوال کیا جائیگا۔

(رواہ ابن حبان)

عَامُّوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ الْخَيْرَ
وَأَدِّبُوهُمْ -

اپنی اولاد کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی
تعلیم دو۔ اور ان کو ادب سکھاؤ۔

(رواہ عبد الرزاق وسعيد بن منصور في مصنفه برمز كنز العمال)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
أَنَّهُ قَالَ اِقْتَدِحُوا عَلَى صِبْيَانِكُمْ
أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو
سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔

(رواہ الحاكم، كنز العمال ج ۱۶ - ۲۵۳۳۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوْجُوا ابْنَاءَكُمْ
وَبَنَاتَكُمْ حُلُوْهُنَ الذَّهَبِ وَ
الْفِضَّةِ وَاحِدُ الْهَنْتِ الْكِسْوَةِ
وَاحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ بِالْخَلَّةِ لِيَرْغَبَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں
کی شادی کرو اور ان (بیٹیوں کو) سونے اور چاندی
سے آراستہ کرو اور انکو اچھا لباس پہناؤ اور عطیہ کر
ان پر احسان کرو تاکہ لوگوں کو انکی طرف رغبت

فیہن - (متدرک حکم کنز العمال ج ۱۶ - ۲۵۹۶۱) ہو -

(آخر کی دو حدیثیں رسالہ البلاغ، موم اللہ سے لی گئی ہیں)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى خَلْقِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم اول

- مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق
- بچوں کے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات
- نومولود کے متعلق عمومی احکام
- بچوں میں انحراف کے اسباب اور ان کا علاج

فصل اول

مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق

شادی کے تین پہلو ہیں، جن پر اولاً روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

(الف) شادی انسانی فطرت ہے۔ (ب) شادی معاشرتی ضرورت ہے۔ (ج) شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔

اب لیجئے ان تینوں گوشوں میں سے ہر ایک پہلو پر کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

(الف) شادی انسانی فطرت ہے۔

شریعت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں یہ بات صاف اور واضح نظر آتی ہے کہ اسلام نے رہبانیت اور مجرذہ نگاری گزارنے کی سخت مخالفت کی ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف اور اس کی خواہشات و جذبات اور طبیعت و مزاج سے متصادم ہے۔ چنانچہ بیہقی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں کہ

إِنَّ اللَّهَ أَبَدَ لَنَا بِالرَّهْبَانِيَةِ اللَّهُ تَعَالَى نَهَى رَهْبَانِيَةَ كَبَدَلِ آسَانِ الْحَنِيفَةِ السَّحَّةِ۔ اور سید عابدین حنیف عطا فرمایا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَنْ كَانَ مُوسِرًا لَانْ يَنْكَحَ شَرًّا يَنْكَحَ نِكَاحًا يَكُونُ لَهُ فِيهِ شَرٌّ۔ جو شخص نکاح کر سکتا ہو اور پھر بھی نکاح نہ کرے

لعرینکھ فلیس منی۔ (طبرانی) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ اور ان جیسی دیگر احادیث سے آپ کو یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہوگی کہ اسلامی شریعت باوجود قدرت اور وسائل کے رہبانیت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور قرب کے حصول میں لگے رہنے کی نیت سے شادی نہ کرنے کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ اب اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ملاحظہ فرمائیے۔

امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دولنگہ پر تشریف لائے اور ان سے آپ کی عبادت اور مجاہدے کے بارے میں سوال کیا۔ جب انہیں صورت حال بتائی گئی تو بظاہر ایسا معلوم ہوا کہ انہوں نے اس کو کم سمجھا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو بھلا کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا بخشایا بنا کر بھیجا ہے۔ اور ایک صاحب ان میں سے گویا ہوئے کہ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے صاحب نے ارشاد فرمایا۔ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے صاحب نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم تینوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور اس کی عبادت کرنے والا اور متقی ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں۔ اور شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو، جس نے میری سنت سے روگردانی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سے ہر عمل و بصیرت رکھنے والے شخص کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلام شادی کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے۔ تاکہ انسان اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرے جو بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں عائد کی گئی ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ انسانی فطرت کی آواز پر لبیک کہے۔ اور انسانی مزاج اور طبیعت کی پُر شوق آواز کو قبول کرے۔ اور زندگی کے اس معاشرتی راستہ پر چلے۔ (ب) شادی معاشرتی ضرورت ہے۔

یہ بات نہایت واضح ہے کہ اسلام نے نکاح کا جو نظام جاری کیا ہے اس میں بہت سے منافع اور معاشرتی و قومی فائدے ہیں جن میں سے اہم اہم کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بیان کریں گے۔ اور ان کا تربیت سے جو تعلق ہے اسے واضح کریں گے۔

(۱) نوع انسانی کی بقا۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ شادی کے ذریعہ ہی انسانی نسل باقی رہ سکتی ہے۔ قرآن کریم نے اس معاشرتی حکمت اور انسانی مصلحت کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے :-

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ
بَنِيْنَ وَحَفَدًا۔ (نحل ۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمھارے لئے بیویاں
بنائیں اور (پھر) ان بیویوں سے تمھارے
بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ
الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو
ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس
کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت مرد
اور عورتیں پھیلانیں۔ (نسا - ۱)

(۲) نسب کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے نکاح و شادی کا جو نظام جاری فرمایا ہے یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ اولاد اپنے کو اپنے والدین کی طرف منسوب کر کے فخر کرتی ہے اس کو نفسیاتی طور پر سکون اور انسانی اعتبار سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ اگر بلاغی شادی کا یہ نظام الہی نہ ہوتا، تو معاشرہ میں ایسے بچوں کی بھرمار ہوتی جن کا نہ کوئی نسب ہوتا، نہ عزت و احترام۔ اور یقیناً یہ اخلاق کریمانہ کے ماتھے پر بد نما داغ ہوتا۔ اور خطرناک فساد کے پھیلنے کا ذریعہ بنتا۔

(۳) معاشرہ کا اخلاقی گراؤٹ سے محفوظ رہنا۔

شادی ہی کے ذریعہ انسانی معاشرہ اخلاقی انحطاط اور گراؤٹ سے بچتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کی ایک جماعت کو شادی کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

یا معشر الشباب من استطاع منكم البلوة فليتزوج فانہ اغض للبصر و احسن للفرج و من لو استطاع فعليه بالصوم فانہ له وجاء	اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو، تو اس کو چاہئے کہ وہ شادی کرے اس لئے کہ شادی نگاہ کو بیحد جھکانے والی ہے اور فرج (شرعی) کو بہت محفوظ رکھنے والی ہے۔ اور جو شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ روزہ کو لازم پکڑے کیونکہ یہ اس کیلئے پیر اور ڈھال ہے
---	---

(بخاری و مسلم۔ از مشکوٰۃ)

(۴) معاشرہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا۔

زنا کے نتیجہ میں جو متعدی قسم کے مہلک امراض لوگوں میں پیدا ہوتے ہیں اور بیماریاں

کا دور دورہ اور حرماکاری کا بازار گرم ہوتا ہے تو شادی کی وجہ سے معاشرہ ان امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ ان امراض میں آتشک، سوزاک، سیلان الرحم، لیکوریا، اور ایڈس وغیرہ ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں جو نسل انسانی کو تباہ اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اور جن سے وبائیں پھیلتی ہیں اور بچوں کی صحت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ترجمہ صفحہ ۵۸)

(۵) روحانی اور نفسیاتی اطمینان و سکون۔

شادی کے ذریعہ میاں بیوی میں الفت و محبت کی روح پروان چڑھتی ہے چنانچہ شوہر جب کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹتا ہے اور بیوی بچوں سے مل بیٹھتا ہے، تو وہ ان تمام افکار و پریشانیوں کو بھول جاتا ہے جو دن بھر اس کو پیش آئی تھیں۔ اور دن بھر کی تگ و دو سے جو تکان اس پر سوار تھی وہ کافور ہو جاتی ہے۔ بالکل یہی حالت عورت کی بھی ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے ملاقات کرتی ہے اور شام کو اپنے رفیق حیات کا استقبال کرتی ہے تو دن بھر کی محنت اور کام کاج کی مشقت بھول جاتی ہے۔ اس طرح میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے زیر سایہ نفسیاتی سکون اور باہمی الفت و تعلق محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی بلیغ اور عمدہ تعبیر کے ذریعہ اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ ارشاد ہے:-

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ
مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا
أِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً
وَرَحْمَةً۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (روم: ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ
تم کو تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں
تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے۔ اور تم میاں بیوی
میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ اس میں ان لوگوں
کیلئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

اس روحانی اور نفسیاتی سکون کی وجہ سے بچوں کی تربیت، دیکھ بھال، اور نگہداشت کا جو داعیہ پیدا ہوتا ہے وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔

(۶) خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں میان بیوی کا باہمی تعاون۔ شادی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے کام کو مکمل کرتا ہے۔ چنانچہ بیوی اپنی طبیعت کے مطابق گھر کے نظم و نسق اور بچوں کی دیکھ بھال کی خدمت کو سنبھال لیتی ہے۔ اسی طرح مرد اپنے مزاج کے مطابق بیوی بچوں کے لئے کما تا ہے اور اپنے کنبہ کو مصائب سے بچاتا ہے۔ جس کا نتیجہ خوش کن نکلتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ایسی اولاد وجود میں آتی ہے جو مہذب اور نیک ہوتی ہے۔ اور ہر گھر خوش و خرم زندگی گزارتا ہے۔

(۷) ماں باپ کے جذبہ کا بیدار ہونا۔

شادی کے بعد ماں باپ میں جذبات ابھرتے ہیں اور ان کے دلوں سے اچھے احساسات اور کریمانہ خیالات کے چشمے موجزن ہوتے ہیں جس سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ایسے شاندار نتائج نکلتے ہیں جو سب پر عیاں ہیں۔

یہ وہ اہم معاشرتی فائدے ہیں جو شادی کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اے محترم قراء کرام! ان مصالح کا بچوں کی تربیت، خاندان کی اصلاح، معاشرہ کو بنانے میں، میں نے بڑا قریبی تعلق و رابطہ پایا ہے۔ اسی لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی شریعت نے نکاح کا حکم دیا، اس کی ترغیب دی، تو اس میں ہمیں ذرا تعجب نہیں ہوتا۔ واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

الدنيا متاع وخير
متاعها المرأة
دنیا سب کی سب عیش و عشرت کا سامان ہے
اور ان میں سب سے بہترین ساز و سامان

الصّالحة۔ (صحیح مسلم) نیک و پارسا عورت ہے۔

(ج) شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔

اسلام نے نکاح کرنے والے مرد و عورت کے لئے ایسے اصول و آداب بتلائے ہیں کہ اگر لوگ اس کے مطابق عمل کریں، تو شادی کامل ترین ہو سکتی ہے۔ اور الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے۔ ان میں سے چند اہم اصول و قواعد پیش خدمت ہیں :-

(۱) شادی میں معیار دین کو بنانا چاہئے۔

دین کا مفہوم شریعت اسلامیہ کے بیان کردہ نظام کو مکمل طریقہ سے اپنانا اور اس کے ابدی اصولوں اور بنیادی قوانین کی پابندی کرنا ہے۔ لہذا جب دو لہایا دلہن ان اصولوں پر اتریں گے تو وہی دیندار کہے جانے کے مستحق ہوں گے اور وہی از روئے شرع شادی کے لئے قابل انتخاب ہوں گے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ان الله لا ينظر الى صوركم و اجسادكم و انما ينظر الى قلوبكم و اعمالكم۔ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ تمہاری شکل و صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے خواہاں حضرات کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ وہ دیندار کا انتخاب کریں، تاکہ عورت اپنے شوہر اور بچوں کے حق کو مکمل طریقہ سے ادا کر سکے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

تنکح المرأة لا ربح
لما لها ولحسبها
ولجمالها ولدینها
فاظرب ذات الدین
تربیت یداک
(بخاری و مسلم)

عورت سے چار باتوں کی وجہ سے شادی کی جاتی
ہے۔ یا تو اس کے مال کی وجہ سے، یا حسب و نسب کی وجہ
سے، یا جمال و خوبصورتی کی وجہ سے، یا دین کی بنا پر
لہذا تم دیندار عورت کو حاصل کر لو۔ تمہارے
ہاتھ خیار آلود ہوں۔ (عربی زبان میں یہ کلمہ کسی
چیز پر ابھانے کیلئے بولا جاتا ہے) ترجمہ مد

اور دوسری جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ولی کو اس جانب پر مائل
فرمائی کہ وہ ایسے لڑکے تلاش کریں جو دیندار اور با اخلاق ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا جاء کرم من ترضون دینہ
وخلقہ فزوجوا ان لا تفعلا
تکون فتنۃ فی الارض وفساد
عریض۔

جب تمہارے پاس ایسا شخص شادی کے لئے
آئے جس کو تم دیندار سمجھتے ہو، اور اس
کے اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی
کر دو۔ ورنہ روئے زمین پر فتنہ اور زبردست

(ترمذی) فساد پھیل جائے گا۔

آپ بتلایے اس سے بڑھ کر فساد کیا ہو گا کہ ایک مومن عورت ایسے آزاد
اور ملحد شوہر کے حال میں پھنس جائے جو رشتہ کی پروا نہ کرے، اور جس کے نزدیک
غیرت، عزت و اکبر و اور شرافت کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ چنانچہ کتنی ہی ایسی شریف زادیاں ہیں
جن کا خاندان محنت و پاکبازی میں ضرب المثل تھا، لیکن جب شادی کے بعد کسی
آزاد خیال گھرانے میں چلی گئیں، یا آزاد خیال شوہر کے نکاح میں آ گئیں، تو وہ
ایسی بدکردار و بے حیا بن گئیں جن کی نظر میں نہ شرافت و ناموس کی کوئی قیمت ہے

وما خضراء الدمن یا رسول اللہ گندگی کے سبزہ سے
 رسول اللہ - قال المرأة
 الحسناء فی المنبت السوء
 (دارقطنی)
 عرض کیا یا رسول اللہ گندگی کے سبزہ سے
 کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ حسین
 و جمیل عورت جو گندے خساندان میں
 پیدا ہوئی ہو۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔
 تخیروا النطفہ وانکحوا
 الاکفاء۔
 (دارقطنی)
 اپنے نطفہ اور اولاد کے لئے اچھی عورت کا
 انتخاب کرو۔ اور کفو یعنی ہم پلہ لوگوں میں
 شادی کرو۔

نیز ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
 تخیروا النطفہ فان
 العرق دساس
 (ابن ماجہ)
 اپنی اولاد کے لئے اچھے خاندان والی عورت
 کا انتخاب کرو اس لئے کہ خاندان کا اثر
 سرایت کر جاتا ہے۔

اس لئے شادی کے خواہشمند حضرات اگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد نیک صالح
 اور پاکباز ہو تو ان کے لئے ضروری ہے کہ رفیق حیات کے انتخاب میں خوب جانچ
 پڑھال سے کام لیں۔ (ترجمہ صفحہ ۳۵)

(۳) شادی کیلئے دوسرے خاندان کی عورتوں کا انتخاب۔

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں اسلام کی منجملہ ہدایات کے ایک ہدایت یہ بھی
 ہے کہ غیر رشتہ دار عورت کو اپنی رشتہ دار اور قریبی عورتوں پر فوقیت دو، تاکہ
 نجیب و شریفانہ اولاد پیدا ہو۔ اور وہ متعدی امراض اور خاندانی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

نو گزیر ایسا کہ نہیں کہ خلاف کرنا جائز ہو۔ اگر دوسری صراحۃً شرعیہ و عقلیہ رشتہ دار عورت ہی شادی کو نکاح طہنی ہے
 تو اگر وہ ایسی ہو۔ جیسا کہ حضور نے حضرت فاطمہ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ سے کیا۔ (مرتب)

اور نہ محنت و پاکدامنی کا کوئی مقام ہے۔

اور بالکل یقینی بات ہے کہ بچے جب ایسے آزاد خیال، گندے اور بے حیا گھروں میں نشوونما پائیں گے تو لا محالہ ان کے اندر بھی وہی آزاد خیالی اور دین سے انحراف پیدا ہوگا۔ اور آزادی ان میں سرایت کرے گی۔

اس لئے دین و اخلاق کو بنیاد بنانا اور اس کی بنیاد پر رشتہ کا انتخاب کرنا ایک ایسی ہی چیز ہے جو مومن عورت کے لئے سکون و اطمینان کا سبب اور بچوں کے لئے اسلامی تربیت کا وسیلہ، اور خاندان کے لئے عزت و شرافت کا ذریعہ ہے۔

(۲) انتخاب شرافت اور حسب نسب کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔

میاں بیوی کے انتخاب کے وقت اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ شریک حیات حسب و نسب والا ہو۔ اور خاندانی لحاظ سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

الناس معاذن فی الخیر	لوگ اچھائی اور برائی کے لحاظ سے معادن انسان
والشر۔ خیارہو فی الجاہلیۃ	کی طرح ہیں۔ انہیں سے جو زمانہ جاہلیت میں تھے
خیارہو فی الاسلام اذا فقهوا	وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین
(ابوداؤد طیالسی)	کی سمجھ پیدا کریں۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شادی کرنے والے کو اس پر ابھارا ہے کہ انتخاب کی بنیاد خاندانی شرافت اور تقویٰ و طہارت ہونی چاہئے (تربیت طاہرہ) چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

ایسا کہ وخضراء الدمن قالوا تم گندگی کے بزرہ سے بچو۔ تو صحابہ کرام نے

اور صحت مند جسم کی مالک ہو۔ اور ساتھ ہی تعلقات اور خاندان کا دائرہ وسیع ہو اور معاشرتی روابط مضبوط ہوں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تنكحوا القرابة فان
الولد يخلق ضاویا۔
(تذکرۃ الموضوعات)

اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں شادی نہ کرو
اس لئے کہ اس صورت میں بچہ نحیف، کمزور
اور نا سمجھ پیدا ہو گا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

اغتربوا ولا تضووا
(نہایہ)

سفر کرو اور غیر خاندان میں شادی کرو اور کمزور
و ضعیف بچے پیدا نہ کرو۔

۱۔ حرم کتب حضرت مولانا حبیب اللہ عماد صاحب نے ان دو حدیثوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مجھے ذخیرہ احادیث میں نہ مل سکیں۔ تو اس حیرت کیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کی حیات ہی میں ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب اعظمی کو اس امر سے مطلع کیا۔ تو انھوں نے ارقام فسر لیا کہ کتب حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ نہایت ہی میں ابن اثیر نے اس کا ذکر کیا ہے اسی طرح محدث محمد ظہر پٹنی نے "تذکرۃ الموضوعات" میں "لا تنكحوا القرابة" والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ایس بصر فو ۶۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ غیر مرفوع حدیث ہے۔ البتہ نہایت ہی "لا تنكحوا القرابة القریبة" لفظ قریبہ کے اضافے کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اغتربوا لا تضووا بدون الواو ہے۔ اور ابن اثیر کی عبارت مع تشریح یوں ہے۔

وفیه "اغتربوا لا تضووا" ای تزوجوا الغرائب دون القرائب فان ولد القریبة انجب واقوی من ولد القریبة، وقد اضوت المرأة اذا ولدت ولدا ضعیفا، فمعنی لا تضووا لا تاوا باولا د ضاویین ای ضعفاء نحفاء ومنہ الحدیث "لا تنكحوا القرابة القریبة فان الولد یخلق ضاویا (اقوی)" حضرت امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم ج ۲ باب آداب النکاح میں "لا تنكحوا القرابة" والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ مگر حاشیہ پر حافظ عراقیؒ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کے مقولہ کی حیثیت سے معروف ہے۔ (قرآن الزمان)

علم تواریث نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اپنے خاندان کی عورتوں سے شادی کرنے سے اولاد جسمانی طور پر کمزور اور عقل و سمجھ کے لحاظ ضعیف ہوتی ہے اور اولاد میں بد اخلاقیات اور خراب قسم کی معاشرتی خصلتیں و عادتیں پیدا ہوتی ہیں غور فرمائیے کہ چودہ سو سال پہلے جبکہ علم و فن کی یہ موٹو گافیاں وجود میں نہ آئی تھیں اور یہ حقیقت آشکارا نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت اس حقیقت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ پس یہ نئی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے جو آپ کے دیگر معجزات صادقہ اور سچی باتوں کا جزا ہے۔ (مگر یہ ایسا حکم نہیں کہ اس کے خلاف کرنے میں کوئی شرعی قباحت ہو۔)

(۴) غیر شادی شدہ عورتوں کو ترجیح دینا۔

دین اسلام کی بتلائی ہوئی باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ شادی شدہ عورت کے بجائے غیر شادی شدہ عورت کو ترجیح دی جائے۔ جس میں بے شمار فوائد مضمر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ خاندان کو ان حالات سے بچایا جائے جو ان کی روزمرہ کی زندگی بے مزہ کر دیں اور لڑائی جھگڑے کے دام میں گرفتار کر دیں۔ اس کے برخلاف غیر شادی شدہ لڑکی سے شادی کرنے میں ازدواجی نسبت و محبت مضبوط و قوی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ لڑکی طبعاً اس مرد سے مانوس ہوتی ہے جس کے نکاح میں اولاً آتی ہے۔ بخلاف شادی شدہ عورت کے، کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرے شوہر میں پہلے شوہر جیسی محبت و الفت نہ پائے اور اخلاق و عادات میں فرق محسوس کرے۔ جس کی وجہ سے باہم مناسبت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لے شاید اسی بنا پر مثل مشہور ہے ”زن بیوہ کن گرچہ حور است“ یعنی بیوہ عورت سے شادی نہ کرو، اگرچہ عورت کی طرح خوبصورت ہو۔ (تقریباً)

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بتلائیے کہ اگر آپ کسی گھائی میں پڑاؤ ڈالیں جس میں ایسا درخت بھی ہو جس کو جانور نے چر لیا ہو، اور ایسا بھی ہو جس کو کسی نے منہ نہ لگایا ہو، تو بتلائیے آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، اس درخت سے جس کو کسی نے منہ نہ مارا ہو۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں ہی وہ درخت ہوں۔ (بخاری)

ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سعادت بخشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی اور غیر شادی شدہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ اور یہ ان کے فضل و منقبت کے لئے کافی ہے۔

غیر شادی شدہ عورتوں سے شادی کرنے کی بعض حکمتوں کی جانب سے سوال کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زمہ سائی فرمائی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ اور بیہقی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں۔

ہلکوبالابکار فانہن	تم غیر شادی شدہ عورتوں سے شادی کرو
اعذب افواہا وانتق	اس لئے کہ وہ شیریں دہن اور پاک صاف
ارحامہا وافتل خبا وارضی	رحم والی اور کم دھوکہ دینے والی اور تھوڑے
بالیسیر۔	پر قناعت کرنے والی ہوتی ہیں۔

ہاں بعض حالات میں شادی شدہ عورت سے شادی کرنا مناسب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے شادی شدہ عورت سے شادی کر لی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ کیوں نہیں غیر شادی شدہ لڑکی سے شادی کی، تاکہ وہ تم سے دل لگی کرتی، تم اس سے۔ تو میں نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول۔ جنگ اُحد کے موقع پر میرے والد شہید ہو گئے۔ انھوں نے پسماندگان میں سات لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ تو میں نے ایسی شادی شدہ عورت سے شادی کرنا مناسب سمجھا جو ان کو اکٹھا رکھ سکے، اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اَصْبَحْتَ اِنْ شَاءَ اللہُ خدا نے چاہا تو تم نے اچھا ہی کیا۔
(بخاری، مسلم)

فائدہ: اسی طرح اور بھی ایسی مصلحتیں ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر بیوہ عورت ہی سے شادی کرنا مناسب ہو۔ مثلاً بیوہ عورت سے ہمدردی و غمخواری مقصود ہو۔ یا اتباع سنت رسول اللہ کا داعیہ و جذبہ موجزن ہو۔ تو پھر یہ عمل موجب ثواب بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (قرآن)

(۵) ایسی عورت کا انتخاب کرنا جو خوب بچے جننے والی ہو۔

عورت کے انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ خوب بچے جننے والی ہو۔ اس کا صحیح اندازہ دو باتوں سے ہو سکتا ہے۔

- ۱۔ عورت کا ایسے امراض سے محفوظ ہونا جو استقرار حمل کے منافی ہو۔
- ۲۔ عورت کی ماں اور شادی شدہ بہنوں کے حالات معلوم کرنا، کیونکہ اگر وہ بچوں والیاں ہیں تو یہ بھی ایسی ہی ہوگی۔ اس لئے کہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے شادی کرنے کی طرف ترغیب دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا۔

تزوجوا الولود الودود فانی تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی
مکاش بکوالامور اور بہت محبت کرنے والی ہو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت
(رواہ ابوداؤد والنسائی والمحاکم) کی وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

شادی کے سلسلہ میں یہ بنیادی باتیں ہیں، جن کا تربیت کے مسئلہ سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے اسلام نے افراد کی تربیت کے سلسلہ میں خاندان کی پہلی کڑی سے دیکھ بھال کی ہے، اور وہ شادی ہے۔ اس لئے کہ یہ فطرت انسانی کی حاجت و ضرورت ہے۔ اور شادی ہی کے ذریعہ تو میاں بیوی باہمی تعاون سے اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں ماں باپ ہونے کا شعور و جذبہ ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ اور اسی لئے اسلام نے شریک حیات کے سلسلہ میں شادی کی بنیاد اور دار و مدار دین و دیانت، خاندانی شرافت اور غیر شادی شدہ عورت کے انتخاب پر رکھا ہے۔

فصل ثانی

بچوں کے سلسلہ میں نفسیاتی شعور و احساسات

نفسیاتی شعور سے مراد وہ محبت و شفقت اور رحمت و عاطفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اپنی اولاد کے لئے پیدا کی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتیں لکھی جا رہی ہیں۔

(الف) ماں باپ میں بچوں کی محبت فطری ہے۔

یہ بات نہایت واضح ہے کہ والدین کے دلوں میں بچوں کی محبت فطری ہوتی ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کی زحمت برداشت کرنا، ان پر رحمت و شفقت کرنا اور ان کے معاملات و ضروریات کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں نفسیاتی طور پر والدین میں موجود اور ان کے دلوں میں راسخ اور ان کے احساسات و شعور میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر بالفرض یہ نہ ہوتا تو روئے زمین سے انسان کا وجود ختم ہو جاتا اسی لئے قرآن کہیں بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیتا ہے۔

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (الکہف ۴۶) مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے۔

تو کہیں اللہ جل شانہ کی ایسی بڑی نعمت قرار دیتا ہے جس کا شکر کرنا واجب ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد

وَبَنِينَ وَجَعَلْنَا كُمُ أَكْثَرُ نَفِيرًا کریں گے۔ اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے
(اسراء ۶)

اور یہی اولاد اگر نیکو کاروں اور متقیوں کے راستہ پر چلنے والی ہو تو ان کو آنکھوں
کی ٹھنڈک بتلاتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ
هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں
قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی
إِمَامًا۔ ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہم کو متقیوں کا

(الفرقان ۷۲) افسر بنا دے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اور بہت سی ایسی آیتیں ہیں جو بچوں کے سلسلہ
میں والدین کے جذبات و احساسات کی تصویر کشی کرتی ہیں اور اپنے جگر گوشوں
اور دل کے ٹکڑوں کے سلسلہ میں ان کے جذبات کی صداقت اور دل کی محبت سے
پردہ اٹھاتی ہیں۔ (ترجمہ صفحہ ۶)

اب ہم امیہ بن صلت کے ان اشعار کو پیش کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے نافرمان
بیٹے کے بارے میں کہے ہیں۔ یہ اشعار ان منتخب قصائد میں سے ہیں جو رقت و تأثر
سے لبریز اور بچوں کے والدین کے دلی جذبات کی صحیح عکاسی کرنے والے ہیں۔

غذوتك مولودا وحملتك يافعا تعل بما اجنى عليك وتنهل
جب تم بچے تھے تو میں نے تمہیں کھلایا پلایا۔ اور جو ان ہوئے تو دیکھ بھال کی تمہیں
سے فائدہ اٹھاتے جو میں تمہارے لئے جمع کرتا تھا اور اس سے سیرابی حاصل
کرتے تھے۔

اذا اليسلة صافتك بالسقم لم ابت لسقمك الا ساھراً تامل
اگر تم کسی شب بیمار ہو گئے تو میں نے تمھاری بیماری کی وجہ سے بے چینی میں جا گئے
ہوئے رات گزار دی۔

کافی انا المطروق دونک بالذی طرقت به دونی فعینی تھمل
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تمھارے بجائے میں ہی اس بیماری کا شکار ہوں جو تم
کو لاحق ہے اور اس سبب سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

تخاف الردی نفسی علیک وانھا لتعلم ان الموت وقت مؤجل
میرا دل تمھاری ہلاکت سے خوف زدہ رہتا تھا۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ موت
وقت مقررہ پر ہی آئے گی۔

فلما بلغت السن والغایة التی الیھامدی ما کنت فیک اؤمل
جب تم اس عمر اور زمانہ کو پہنچ گئے جو میری امیدوں اور آرزوئیں کا منتہا تھا
جعلت جزائی غلظة و فظاظة کانک انت المنعم المتفضل
تو تم نے مجھے اس کا یہ صمد دیا کہ سختی اور ترش روئی شروع کر دی۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ تم میرے محسن و کرم فرماؤ۔

فلیستک اذ لمرترع حق ابوی فعلت کما الجار المجاور یفعل
پس اگر تم نے میرے باپ ہونے کے حق کی رعایت نہ کی تو اتنا ہی کر لیتے جتنا ایک
برابر میں رہنے والا پڑوسی کرتا ہے۔

فاولیستنی حق الجوار فلو تکتن علی بمال دون مالک تبخل
تم مجھے وہ حق دیدیتے جو پڑوس کا ہوتا ہے اور تم مجھ پر اپنے مال کے سلسلہ میں بخل نہ کرتے۔
ف، مگر افسوس کہ اب تو اولاد کا ایسا برتاؤ والدین کے ساتھ عام طور پر ہے۔ (آ)

(ب) بچوں سے محبت اور ان پر شفقت عطیہ ربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دلوں میں جو قابل قدر جذبات ودیعت کئے ہیں ان میں بچوں پر رحم و شفقت، محبت و الفت بھی ہے جو بچوں کی اصلاح و تربیت اور پرورش کے سلسلہ میں بڑا اثر رکھتا ہے اور عظیم نتائج کا حامل ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے مخلوق کے دلوں میں الفت و محبت کے جذبہ کو راسخ کیا اور بڑوں کو خواہ وہ استاذ و شیخ ہوں یا ماں باپ، یا کسی شعبہ کے سربراہ، سب کو ان اوصاف کے اختیار کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم
و یعرف حق کبیرنا۔ نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر یوں ارشاد فرمایا۔

من لا یرحم لا یرحم جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم
(ادب المفرد للبخاری) نہیں کیا جاتا۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ "ادب المفرد" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے دو بچوں کو لے کر آئی۔ انھوں نے اس کو تین کھجوریں دیں، تو اس نے ہر بچے کو ایک ایک کھجور دیدی اور ایک اپنے لئے رکھ لی۔ دونوں بچوں نے اپنی کھجور کھالی اور اپنی ماں کی جانب دیکھنے لگے۔ ماں نے اپنی والی کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دیدیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا
تو آپ نے فرمایا

وَمَا يَعْجِبُكَ مِنْ ذَلِكَ لَقَدْ رَحِمَهَا اللَّهُ بِرَحْمَتِهَا صَبَّيْهَا
تمہیں اس پر تعجب کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ
نے بچوں پر اس عورت کے رحم کرنے کی وجہ سے
اس پر بھی رحم کیا۔

لہذا یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ والدین اپنے جذبہ رحم ہی کی بناء پر
اپنی ان تمام ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرتے ہیں جو بچوں کی پرورش و نگرانی
کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہے۔ (ترجمہ ص ۶۷)
(ج ۱) لڑکیوں کو بڑا سمجھا زمانہ جاہلیت کی گندی عادت ہے۔

اسلام مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور بچوں پر رحم و شفقت کے سلسلہ
میں اسلام نے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اگر اسلامی معاشرے میں
کچھ ایسے والدین نظر آتے ہیں جو لڑکے کی بہ نسبت لڑکی سے امتیازی سلوک روا
رکھتے ہیں تو یہ محض زمانہ جاہلیت کی عادات میں سے ایک عادت ہے جس کی کڑی
دور جاہلیت سے جا ملتی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ
ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُخْرٍ
مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ إِنَّ يَسِيْرَكَ عَلَىٰ
هُوَ أَمْرٌ يُدْشِرُ فِي الشَّرَابِ ۚ
الْأَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۚ

اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی (بیلائی) خبر دی
جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے
اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے۔ اور جس چیز کی اس
خبر دی گئی ہے اسکی عار سے لوگوں سے چھپا چھپ کر
(اور سوچے) کیا اس کو بحالت ذلت لئے رہے یا
اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گال دے۔ خوب سن لو

د النحل ۵۸، ۵۹) ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔

اس کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور یقین کا عدم استحکام ہے۔ اس لئے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے خوش نہیں جو اللہ نے اسے لڑکی دے کر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور نفوس اور ضعیف ایمان والوں سے زمانہ جاہلیت کی ان رسوم کی جڑیں اکھاڑنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے لڑکیوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ اور والدین اور تربیت کرنے والوں کو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کے خیال رکھنے کا نہایت اہتمام سے حکم دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کے داخلہ کے مستحق بن جائیں اور ساتھ ہی بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہو، اور وہ ایسی لڑکیاں بن جائیں جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

بچیوں کی دیکھ بھال، حسن سلوک اور خصوصی توجہ سے متعلق بعض ارشادات نبوی پیش خدمت ہیں۔

۱۔ جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے۔ اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کر کے بتلایا۔ (مسلم)

۲۔ جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو خوش دلی سے برداشت کرے اور اپنے مال سے ان کو کھلائے پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لئے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔ (مسند احمد)

۳۔ جس شخص کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں۔ یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں

اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشدلی سے انھیں برداشت کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (حمیدی)

اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان ارشادات نبویہ کو اپنا رہنما بنائیں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان عدل و مساوات سے کام لیں تاکہ اس جنت کے مستحق بن سکیں جو آسمان و زمین سے بڑی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو حاصل کر سکیں جو سب سے بڑی دولت ہے۔ (ترجمہ منہ)

(د) بچے کی موت پر صبر کا اجر و ثواب۔

مسلمان جب ایمان کے بلند و عالی درجہ پہنچ جاتا ہے اور تقدیر پر کامل ایمان رکھتا ہے تو مصائب کا بھیلنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ رب العالمین کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ ایسے کامل ایمان شخص کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی ہے کہ جب کسی شخص کے بچے کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ جل شانہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ جواب میں کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام "بیت الحسمہ" رکھ دو۔

اس صبر کے بڑے فوائد ہیں۔ جن میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جنت تک پہنچانے اور دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک متہم عورتوں سے فرمایا۔ تم میں سے کوئی عورت نہیں جس کے تین بچے وفات

پاجائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لئے دوزخ سے حجاب بنیں گے۔ ایک عورت نے کہا، اور اگر دو بچے مر جائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھی۔ (بخاری و مسلم)

ایمان کی قوت اور جذبہ ایمانی کی اگر بہترین مثال دیکھنی ہو تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ازواج طاہرات کی سیرت سامنے رکھئے جو اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ انھوں نے بچوں کے مرنے پر کس قوت ایمانی اور رضا بالقضا اور صبر کا ثبوت دیا۔ (اس کے لئے ”حکایات صحابہؓ“ جیسی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ قرآن) اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے ایمان میں قوت پیدا کریں۔ اور اگر کوئی مصیبت درپیش ہو تو اس وقت یقین و ایمان کے ہتھیار کو استعمال کریں۔ اگر کسی بچے کا انتقال ہو جائے تو تنگ دل اور آزرده خاطر نہ ہوں۔ بلکہ صبر کریں تاکہ جو ذات سبب حیزوں کی مالک اور حاکم مطلق ہے اس سے اجر و ثواب حاصل ہو۔

اے اللہ! دنیا کے مصائب ہم پر آسان کر دے اور اپنے فیصلے اور تقدیر پر ہم کو راضی کر دے۔ اور دنیا و آخرت دونوں میں تو ہی ہمارا والی بن جا۔ اس لئے کہ آپ ہی رب العالمین ہیں اور آپ ہی بہترین والی و مولیٰ ہیں۔ (ترجمہ ص ۷۴)

(۷) اسلام کے مصلح کو بچے کی محبت پر فوقیت دینا۔

چونکہ ماں باپ کے دل میں اپنے جگر گوشوں اور بچوں کی محبت و الفت، شفقت و رحمت کے سچے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ اس لئے یہ مد نظر رہنا چاہئے کہ یہ جذبات فی سبیل اللہ اور دعوت و تبلیغ کے لئے سفر سے رکاوٹ نہ بن جائیں۔ اس لئے کہ اسلام کے مصلح تمام جذبات اور ضروریات پر مقدم ہیں۔ اور اسلامی معاشرت کا قائم کرنا ہر مومن کا مقصد اصلی اور زندگی کی غرض و غایت ہے کیونکہ گم کردہ راہ انانیت

کو سیدھا راستہ دکھانا مسلمان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے، جس کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بالکل صحیح سمجھا تھا، اسی لئے ان کے سامنے جہاد اور تبلیغ دین اور اسلام کی نشر و اشاعت کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ اس لئے کہ ان حضرات کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَأُخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنْ
ذِكْرِ اللَّهِ وَرِجَاهِ فِي سَبِيلِهِ
فَلْيَبْصُرُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ
بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (توبہ ۲۴)

آپ کہہ دیجئے، اگر تمہارے باپ اور بیٹے
اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور وہ
مال جو تم نے کسائے ہیں، اور وہ تجارت
جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور وہ
جو لیاں جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ
اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے
سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک
اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں۔ اور اللہ تعالیٰ راستہ
نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

نیز یہ حدیث پاک بھی ان کے پیش نظر تھی۔

لَا يُوْثِرُ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ
وَدَوْلَدِهِ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ
(بخاری و مسلم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل
مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس
کے مال و اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ
اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ترجمہ مش)

(د) بچے کو سزا دینا اور مصلحت و تربیت کی خاطر اس سے قطع تعلق کرنا۔

بچے کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا اپنا ایک مخصوص طریقہ کار ہے۔ چنانچہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر بچے کو پیار و محبت سے سمجھانا فائدہ دیتا ہو، تو مرنے کے لئے اس سے قطع تعلق و اعراض کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر بچے سے قطع تعلق کرنا، اور ڈانٹنا ڈپٹنا مفید ہو، تو پھر اس کو مارنا پیٹنا درست نہیں۔ ہاں اگر اصلاح و تربیت سمجھانے، بچھانے سے نہ ہو اور وعظ و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام طریقے غیر مؤثر ثابت ہوں تو ایسی صورت میں اتنا مارنے کی اجازت ہے جو حدود کے اندر ہو۔ اور ظالمانہ اور بے رحمانہ طریقہ سے نہ ہو۔ اس طریقہ سے ممکن ہے کہ مرنے کی اصلاح کر سکے اور بچے کا کردار و چال چلن درست ہو جائے۔

لہذا اصلاح و تربیت کے تمام مراحل سنت نبویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز حیات کو سامنے رکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ تربیت کرنے والے حضرات کو تربیت و اصلاح کا اسلامی طریقہ معلوم ہو جائے۔

پیار و محبت سے بچے کی تربیت اور نرمی سے اس کو سمجھانے بچھانے سے متعلق ایک واقعہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی اور زیر پرورش نو عمر لڑکا تھا۔ کھانے کے برتن میں میرا ہاتھ ادمر ادمر گھوما کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یا غلام سیر اللہ وکل
بیمینک وکل ممایلیک۔
(بخاری و مسلم)

اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو
اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف
سے کھاؤ۔

ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشروب (پینے کی کوئی چیز) لایا گیا۔ آپ کے داہنی جانب ایک نو عمر لڑکے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبزادے سے کہا، کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان حضرات کو دیدوں؟ یہ سمجھنے کا پید بھر انداز تھا۔ ان صاحبزادے نے کہا کہ خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ آپ کے دیئے ہوئے مبارک ہتھے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچا ہوا مشروب ان کو تھما دیا۔ یہ صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

بچے سے اعراض اور قطع تعلق کے سلسلہ میں امام بخاری و حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینک کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے۔

انہ لا یقتل الصید ولا ینکاہ
العدو و انہ یفقا العین
ویکسر السن۔
اس طرح کنکر مارنا نہ تو شکار مار سکتا ہے
اور نہ دشمن کو زخمی کر سکتا ہے البتہ یہ کسی کی
آنکھ پھوٹنے یا دانت توڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے کسی عزیز نے
جواب بھی بالغ نہ ہوئے تھے اس طرح کنکر پھینکا، تو انھوں نے اسے اس سے منع
کیا۔ اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے کہ
انہا لا تصید صیدا
اس سے کوئی جانور شکار نہیں ہو سکتا۔

اس نے دوبارہ اسی طرح کنکر پھینکا تو انھوں نے اس سے منع فرمایا کہ میں تو تمہیں

بتکار ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور تم پھر دوبارہ
ایسا ہی کر رہے ہو۔ میں تم سے ہر گز بات نہیں کروں گا۔

بچے کو مارنے سے متعلق ابو داؤد و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
مروا اولادکم بالصلوٰۃ تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو
وہم ابناء سبع سنین ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور دس
واضح ہو وہم علیہا وہم سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھوانے کے
ابناء عشر و فرقوا بینہم لئے ان کو مارو۔ اور ان کے بستر
فی المضاجع۔ الگ کر دو۔

تربیت کے یہ طریقے اس وقت ہیں جب کہ بچہ نو عمر ہو۔ لیکن جب بالغ
ہو جائے اور بڑا ہو جائے تو اس وقت تربیت و اصلاح کے طریقے کچھ مختلف
ہیں۔ پس اگر اس وقت لڑکے کو سمجھانا اور نصیحت کرنا فائدہ نہ دے تو مرتی
اور مصلح کو چاہئے کہ جب تک لڑکا اپنی کچی اور گمراہی اور فسق و فجور سے باز نہ آئے
اس وقت تک اس سے قطع تعلق رکھے اور اس سے کسی قسم کا میل جول نہ
رکھے۔ طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ادفق عری الایمان الموالاة ایمان کی کڑیوں میں سے مضبوط ترین کڑی
فی اللہ والمعاداة فی اللہ اللہ کے لئے دوستی، اور اللہ کے لئے دشمنی،
والمحبت فی اللہ والبغض اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے
فی اللہ۔ بغض ہے۔

امام بخاریؒ باب ما یجوز من الهجرة لمن حطی کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے اور پیچھے رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان سے بات چیت کرنے سے روک دیا اور پچاس دن اس طرح گزر گئے۔ اور روئے زمین ان کے لئے باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی اور وہ نہایت تنگ دل ہو گئے۔ نہ ان سے کوئی شخص بات کرتا تھا، نہ سلام کرتا تھا، نہ ان کے ساتھ کوئی اٹھتا بیٹھتا تھا۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ان کے توبہ قبول کرنے کی آیت نازل نہ فرمادی۔ صحیح روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو زبردستی کے لئے ایک ماہ تک چھوڑے رکھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کسی بات پر اپنے بیٹے سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ اولاد کے ساتھ یہ رویہ اس وقت رواج رکھا جائے گا جبکہ وہ مومن و مسلم تو ہوں، مگر ان کے عمل میں سستی اور کچھ انحراف پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر بالفرض وہ کافر و ملحد ہو جائے تو اس وقت ایمان کا تقاضا اور قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ اس سے مکمل قطع تعلق ہو اور کھلم کھلا اس سے برارت کا اعلان کر دیا جائے۔ (اس کے بعد متعدد آیات اس کے استناد اور استشہاد میں درج فرمائی ہیں، جو قابل مطالعہ ہیں۔ قرائن)۔ بہر حال اس فصل میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایسا اہم نفسیاتی شعور و احساس اور قلبی جذبہ ہے جو تربیت کرنے والوں میں پیدا ہونا چاہئے۔ بغیر اس کے اصلاح و تربیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ (تربیت الاولاد ص ۶۵)

فصل ثالث

بچے سے متعلق عمومی احکام :-

اس فصل میں چار بحثیں ہیں :-

پہلی بحث : بچہ کی ولادت پر تزیت کرنے والے کو جو اہم احکام بجالانا چاہئے وہ آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں ۔

۱۔ بچہ کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا ۔

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارکباد دے ۔ اور ایسا طریق اختیار کرے جس سے اس کو مزید خوشی ہو ۔ ایسا کرنا اس کے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو مضبوط کرتا ہے ۔ اگر بالفرض مبارکباد نہ دے سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اور نومولود بچے کے لئے دعا کرے ۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا مسلمان بھائی کے حق میں قبول فرماتے ہیں ۔ امت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے قرآن کریم نے مختلف مناسبات سے بچہ کی پیدائش پر مبارکباد و خوشخبری دینے کا تذکرہ کیا ہے ۔

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ربانی ہے ۔

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمَحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ (آل عمران ۳۹)

پھر ان کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑا تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تعالیٰ ان کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے ۔

اور ایک آیت میں ہے ۔

يٰۤاٰزْكُرِيَا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ

اے زکریا ! اہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری

لَا سَمَّهَ يَحْيَىٰ لَوْ نَجَعَلُ لَهُ
مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (مریم ۷)
سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں بنایا۔

حضرت حسینؑ سے مروی ہے کہ بچہ کی پیدائش پر ان الفاظ میں مبارکباد پیش کرے۔
بُودَ لَكَ فِي السَّوْهُوبِ
وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ وَرِزْقَتَ
بِرَّكَ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ
(کتاب الاذکار، باب استجواب التهنئة ص ۳۶)
اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچہ کو مبارک کرے
اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق ہو
اور یہ بچہ آپ کا فرماں بردار اور نیک
ہو۔ اور جوانی کو پہنچے۔

تہنیت و مبارکباد ہر بچہ پر دینا چاہئے۔ اس میں رکاوٹ کی میں تفریق نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ رکاوٹ کی پیدائش پر مزید خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔
ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے معاشرہ میں اس سنت کو قائم کریں تاکہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں اور صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں۔ اور ان کی وحدت اس مضبوط قلعہ کی طرح ہو، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔

۲۔ بچے کی پیدائش پر اذان و اقامت کہنا۔

پیدائش کے فوراً بعد بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ چنانچہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے داہنے کان میں اذان دی اور

بائیں کان میں اقامت کہی۔

اذان و اقامت کہنے کا راز علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”تحفۃ المودود“ میں لکھتے ہیں۔ انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات کی پڑے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر مشتمل ہو، جیسے کہ مرتے وقت کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس بچہ کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور شیطان کی دعوت سے پہلے رحمن کی دعوت دی جائے۔

اس لئے کہ یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے جس کو شیطان بدنا چاہتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی عقیدہ توحید کی حفاظت اور شیطان سے بچانے کا اہتمام فرمایا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اللہ کا صحیح بندہ بن کر دنیا کی فانی زندگی گزار سکے۔ (ترجمہ ص ۷۷)

۳۔ بچہ کی پیدائش پر تحنیک کرنا۔

نومولود بچے کے سلسلہ میں منجملہ احکام اسلامیہ کے تحنیک بھی ہے۔ اور تحنیک کے معنی ہیں کھجور کو چبا کر بچے کے تالو پر لگا دینا۔ یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ انگلی پر رکھ کر نومولود بچے کے منہ میں داخل کر دینا اور آہستہ آہستہ انگلی سے اس کے منہ میں دلہنے بائیں پھیرنا تاکہ وہ چبائی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے۔ اور اگر بالفرض کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کر دینا چاہئے۔ چاہے مصری ہو یا شیرہ۔ تاکہ سنت پر عمل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی پیروی ہو جائے۔

بہتر یہ ہے کہ تخنیک کسی متقی عالم نیک و صالح بزرگ سے کرائی جائے تاکہ بچہ کو برکت حاصل ہو اور اس کے لئے نیک قال ہو۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک گھجور سے اس کی تخنیک کی۔ اور اس کے لئے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

۴۔ نومولود بچے کا سر مونڈنا۔

نومولود کے سلسلہ میں منجملہ احکام اسلام کے ایک یہ ہے کہ اسلام نے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی فقرا پر صدقہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں:-

(۱) صحت و طب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور سر کے مسامات کھل جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سننے اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور آپس میں تعاون و رحم کی خوشگوار فضا وجود میں آئے گی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے والدین اور تربیت کرنے والے ان احکامات سے مکمل طور پر نا آشنا ہیں۔ مگر میں ان لوگوں سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے۔ اس لئے ان امور میں کوتاہی کرنا قیامت میں باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔ جو انسان سے روز محشر اس کے

فرائض و ذمہ داریوں کے سلسلہ میں ہوگی۔

یہ احکام جو ذکر کئے گئے اگرچہ مندوبات و مستحبات کے قبیل سے ہیں۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم ان کو کامل طور پر اپنی اولاد، رشتہ داروں و متعلقین پر نافذ کریں اور خود عمل کریں اور دوسروں سے عمل کرائیں۔ اس لئے کہ آج اگر مستحبات میں تساہل سے کام لیں گے تو آگے چل کر واجب و فرض بلکہ اسلام کے معاملہ میں بھی تساہل برتنے لگیں گے۔ جس کے نتیجہ میں صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔ بلکہ ممکن ہے کہ دین و اسلام ہی سے خارج ہو جائیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ف: نہایت حکمت آموز اور بصیرت افروز بات لکھی ہے جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے۔ فخر ائمہ اللہ تعالیٰ۔

دوسری بحث

بچے کا نام رکھنا اور اس سے متعلق احکام

بچے کا نام رکھنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو احکام دیئے ہیں ان میں سے خاص خاص درج ذیل ہیں :-

۱۔ بچے کا نام کب رکھا جائے؟

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا نام ساتویں دن رکھا جائے۔ اور بعض حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ بچے کا نام پیدا ہوتے ہی رکھنا چاہئے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوراک رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بہر حال احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام کے معاملہ میں وسعت ہے تنگی نہیں ہے۔ خواہ اس کا نام پیدا ہوتے ہی لکھ دیا جائے یا تین دن بعد، یا ساتویں دن رکھا جائے جس دن اس کا عقیدہ ہو سب کی گنجائش ہے۔

۲۔ کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ ؟

نام رکھتے وقت والد یا گھر کے بڑے یا مرتبی کو چاہئے کہ بچے کے لئے ایسا نام منتخب کرے جو پُر معنی، اچھا اور پیارا ہو۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق عمل ہو جائے۔

انکم تدعون یوم القیامۃ تم لوگوں کو قیامت میں تمہارے اور تمہارے
باسمائکم وباسماء آبائکم والدین کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس لئے
فاحسنوا اسمائکم۔ (ابوداؤد) نام اچھا رکھا کرو۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ان احب اسمائکم الی اللہ اللہ کو تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ
عز وجل عبد اللہ وعبد الرحمن محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔

ان والدین وغیرہ کو چاہئے کہ بچے کا نام ان کلمات کے ساتھ نہ رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی نام ہیں لہذا احد، صمد، خالق، رزاق، رحمن وغیرہ نام نہیں رکھنا چاہئے بلکہ عبد الاحد، عبد الصمد وغیرہ نام رکھنا چاہئے۔

اسی طرح شہنشاہ نام نہیں رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور قابل غضب وہ شخص ہوگا جسے شہنشاہ کہا جاتا ہے اس لئے شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اسی طرح ایسا نام نہ رکھنا چاہئے جس میں نیک فالی اور بُن ہو، تاکہ اگر اس نام والے کو پکارا جائے اور وہ وہاں موجود نہ ہو تو یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں ہے۔

مثلاً قلع، نافع، رباح اور یسار وغیرہ۔ چنانچہ حدیث میں صراحتاً ان ناموں کے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم، ترمذی)

اسی طرح بچوں کا نام معبودانِ باطلہ کے نام پر نہیں رکھنا چاہئے مثلاً عبدالعزیٰ عبدالکعبہ، عبدالنبی وغیرہ۔ اس لئے کہ اس قسم کا نام رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ نیز ایسے نام نہ رکھنا چاہئے جس میں عشق و محبت کا پہلو ہو، یا گندے اور فحش معنی نکلتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان قوم ممتاز شخصیت کی ملک ہو۔ اور وہ اپنی خصوصیات اور صفات سے پہچانی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ و طریقہ نام رکھنے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

انبیاء کرام علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ اور سب سے سچا حادثہ اور ہتمام ہے۔ اور سب سے ناپسند و قبیح حرب و مَرہ ہے۔ (ترجمہ ص ۹۱) ف: غرض مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کا نام اللہ تعالیٰ کے ناموں سے پہلے عبد لگا کر رکھیں۔ یا حضرات انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اؤ صلحہم کے نام رکھا کریں۔ اسی میں خیر و برکت اور اسلامی شعار اور شان و شوکت ہے واللہ ولی التوفیق۔ قرآن -

۳۔ بچہ کی کنیت ابو فلاں کر کے رکھنا سنت ہے۔

اسلام کے بنیادی تربیتی نظام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولود کی کنیت ابو فلاں کر کے رکھی جائے۔ اس طرح کنیت رکھنے سے نہایت عمدہ نفسیاتی اور عظیم الشان

لے حادثہ کے معنی۔ کہنے والا۔ ہمام۔ ارادہ کرنے والا۔ مَرہ حرب کے معنی جنگ اور مَرہ کے معنی کڑواہٹ کے ہیں۔

تربیتی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ جو یہ ہیں :-

- ۱۔ بچہ کی نفسیات اور دل میں اکرام و احترام کا شعور بڑھانا۔
- ۲۔ معاشرتی طور پر اس کی شخصیت کو ابھارنا۔ اس لئے کہ وہ محسوس کرے گا کہ وہ بڑوں کے مرتبہ اور قابل احترام عمر کو پہنچ گیا ہے۔
- ۳۔ نیز دلچسپ اور پیاری کنیت سے پکارنے سے اس کے دل کو خوش کرنا۔ بھی مقصود ہوتا ہے۔

۴۔ نیز اس لئے کہ اس کو اپنے بڑوں کو مخاطب کرنے اور اپنے چھوٹوں کو پکارنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

ہاں کنیت رکھنے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی اولاد ہی کے نام پر ہو، بلکہ دوسرے کی اولاد کی نسبت سے بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ”اُمّ عبد اللہ“ کنیت رکھنے کی اجازت دی تھی۔ جبکہ عبد اللہ ان کی ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے تھے۔ نیز یہ جائز ہے کہ انسان اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور نام سے کنیت رکھ دے جتنا پنجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی لڑکا بکر نامی نہ تھا، لیکن ان کی کنیت ابو بکر تھی۔ (ترجمہ صفحہ ۹۹)

نام اور کنیت رکھنے کے سلسلہ میں قابل لحاظ چند امور۔

(الف) اگر ماں اور باپ کے درمیان بچے کا نام رکھنے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے تصدیق کر دی ہے کہ بچہ باپ کی طرف منسوب ہوگا۔ نہ کہ ماں کی طرف۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ -
لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت
کر کے پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی پورا

(الاحزاب ۵) انصاف ہے۔

(ب) بچے کا لقب مذموم اور ناپسندیدہ رکھنا باپ کیلئے جائز ہے نہ کسی اور کیلئے۔
(ج) علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اسم گرامی پر رکھنا درست ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے رکھنے میں
اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں ائمہ کرام کے مختلف مذاہب و اقوال ہیں۔

۱۔ آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے۔

۲۔ آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مباح ہے۔

۳۔ کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام
محمد اور کنیت ابو القاسم رکھے۔ ہاں صرف محمد نام رکھنا یا صرف ابو القاسم
کنیت رکھنا جائز ہے۔

۴۔ آپ کی کنیت رکھنے کی مانعت آپ کی حیات میں تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے بعد آپ کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں
کہ چوتھا قول زیادہ راجح اور معقول معلوم ہوتا ہے۔ یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ
کا ہے۔ نیز احادیث بھی اس پر صاف دلالت کر رہی ہیں۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ رکھنا جائز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنی برباد شدہ عزت و کرامت اور چھٹنا ہوا وطن
دوبارہ حاصل کرنا چاہیں تو ہم سب اس کے محتاج ہیں کہ اس طرح کی عمدہ ترین تربیت

کی بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں، تو اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح ہمیں معزز و مکرم بنادے گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ واما ذالک علی اللہ بعزیز۔ (ترجمہ ص ۳۱)

تیسری بحث

بچے کا عقیقہ اور اس کے احکام

لغت میں عقیقہ کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں۔ اسی سے والدین کی نافرمانی اور قطع تعلق کو حقوق والدین کہا جاتا ہے۔
شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں بچے کی پیدائش کے ساتویں دن بچے کی طرف سے بکرے یا بکری کا ذبح کرنا۔
عقیقہ مسنون ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مع الغلام عقیقۃ فاهریقوا بچہ کے پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے۔ لہذا
عنه دما و امیطوا عنه الاذی اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچے
(بخاری) سے گندگی دور کرو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

عن الغلام شاتان رٹکے کی طرف سے دو برابر کے سے بکرے
مکافئتان وعن الجارية شاة یا بکری ذبح کئے جائیں اور رٹکے کی طرف سے
(ترمذی) ایک بکری یا بکری۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :-

کل غلام مرتھن بعقیقۃ یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے اس
تذبح عنہ عندیوم سابعۃ کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا
ویحلق راسہ ویسعی جائے اور سر مونڈا جائے اور اس کا
(ترمذی وغیرہ) نام رکھا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ بچہ بھلائیوں اور سلامتی آفات اور زیادہ نشوونما سے رکارتا
ہے جب تک کہ اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر دیا جائے۔ ان حدیثوں سے عقیقہ کا مسنون
و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہی حنفیہ، جمہور فقہاء اور اہل علم کا مذہب ہے۔
عقیقہ کا مستحب وقت : اگر ساتویں دن نہ کر سکیں تو پھر چودھویں دن، اور اس میں بھی
نہ کر سکیں تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کریں۔ یہ حکم استحبانی ہے۔ اگر اس کے علاوہ اور کسی دن بھی
کریں گے تو عقیقہ درست ہو جائیگا۔ مگر ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف
سے ایک بکرہ کیا جائے گا۔ یہی مذہب حضرت ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہما
اور اہل علم کی ایک جماعت کا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب
یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک بکرہ ذبح کیا جائے گا جیسا کہ لڑکی کے عقیقہ میں
ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس کو وسعت ہو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے کرے اور اگر
گنجائش نہ ہو تو لڑکے کی طرف سے بھی ایک ہی کرے۔ اس کو اس صورت میں بھی پورا
اجر و ثواب ملے گا اور سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔ واللہ اعلم۔ (ترجمہ ص ۱۱)

حقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا نہ توڑنا مستحسن ہے۔

حقیقہ کے جانوروں کی ہڈیاں نہیں توڑنا چاہئے۔ چاہے ذبح کرتے اور گوشت بناتے وقت یا کھاتے وقت۔ بلکہ ہر ہڈی کو توڑے بغیر اس کے جوڑے کاٹنا چاہئے۔ اس کی دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) فقراء اور پڑوسیوں کے سامنے حقیقہ کے گوشت کی حیثیت کو ظاہر کرنا کہ اس کے بڑے بڑے ٹکڑے پیش کئے جائیں۔ اور جن لوگوں کو یہ گوشت ہدیہ کیا جائے گا ان پر گہرا اثر ڈالے گا۔ اور یہ جو دو کرم کا بڑا اثر چھوڑے گا۔

(۲) بچہ کے اعضاء کی سلامتی اور صحت و قوت کی نیک فالی لینے کے لئے۔ اس لئے کہ حقیقہ گویا بچہ کے فدیہ کے قائم مقام ہے۔ واللہ اعلم۔ (ص ۱۳)

حقیقہ سے متعلق دیگر احکام۔

(الف) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حقیقہ میں وہ جانور جائز نہیں ہے جو قربانی میں جائز نہیں ہے۔ اور جو قربانی میں جائز ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ بکرا، بھیڑ، دُنْبہ ایک سال کا ہونا چاہئے۔ البتہ اگر چھ ماہ کا دُنْبہ موٹا نہ ہو اور سال بھر کے برابر معلوم ہوتا ہو، تو ایسے چھ ماہ کے دُنْبہ کی قربانی اور حقیقہ درست ہے۔ لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں انکی قربانی و حقیقہ درست نہیں ہے۔

(۲) قربانی کا جانور عیوب سے مبرا و سالم ہونا چاہئے۔ لہذا اندھے، بھینگے اور ایسے لاغر جانور جن کی ہڈیوں میں گودانہ ہو، اور ایسے لنگڑے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جو قربان گاہ تک خود سے نہ چل سکے۔

عہ یعنی توڑنا بھی جائز ہے، البتہ نہ توڑے تو بہتر ہے۔ (قمر الزمان)

۳۔ گائے بھینس کی قربانی اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل نہ ہو چکی ہو اور اونٹ کی قربانی اس وقت تک درست نہیں جب تک پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل نہ ہو چکا ہو۔

(ب) حقیقہ میں شرکت جائز نہیں ہے (مگر تنفیہ کے یہاں اگر ثواب اور قربت کی نیت ہو تو ایک جانور میں شرکت ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی کی نیت قربانی کی ہو اور کسی کی حقیقہ کی۔ اسی طرح ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات بچوں کے حقیقے بھی ہو سکتے ہیں تفصیل کے لئے شامی (۵-۲۲۹) وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ (مترجم)

(ج) یہ درست ہے کہ بکرے کے بجائے اونٹ یا گائے کر دی جائے (اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی۔ قرآن میں)

(د) جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی حقیقہ کے گوشت کا بھی ہے۔ لہذا اسے صدقہ کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے۔ البتہ حقیقہ میں مستحب یہ ہے کہ اس کے گوشت کا کچھ حصہ دانی کو بھی دے دیا جائے تاکہ وہ بھی خوشی میں شریک ہو جائے۔ اگر کوئی شخص حقیقہ کی خوشی میں دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر کھلانا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔

مستحب یہ ہے کہ حقیقہ بچے کے نام سے کیا جائے۔ اس لئے کہ ابن منذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَذْبَحُوا عَلٰی اَسْمَائِهِمْ فَقُولُوا بَنِيَّ كَيْ تَكُونَ لَكُمْ ذَرْبًا ۚ لِهَذَا

۱۵ یہ صورت تو ایام قربانی ہی میں ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دنوں میں بڑے جانور میں سات بچوں کے حقیقے ہو سکتے ہیں۔ (قرآن میں)

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ لَكَ دَالِيكَ
 یوں کہو، اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اے
 اللہ آپ ہی کیلئے ہے اور آپ ہی کی طرف یہ
 لوٹ کر جائیگا اے اللہ! یہ فلاں کی طرف
 سے عقیقہ ہے۔

(فلاں کی جگہ بچے یا بچی کا نام لے۔)

عقیقہ کے مشروع ہونے کی حکمت۔

بچے کے عالم وجود میں آتے ہی اس کی طرف سے تقرب الی اللہ کا یہ ذریعہ ہے
 نیز بچے کو مصائب سے بچانے کے لئے ایک قسم کا فدیہ ہے۔ نیز والدین کے لئے شفقت
 کا وسیلہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ملکیتیں ہیں جو اصل کتاب میں مذکور ہیں۔

چوتھی بحث

بچے کا ختنہ اور اس کے احکام

ختنہ کے لغوی و اصطلاحی معنی۔

لغت میں ختنہ کے معنی اس کمال کا کاٹنا جو آلاء تناسل کے سر پر ہوتی ہے
 اور شریعت کی اصطلاح میں اس گول حصے اور کنارے کو کہتے ہیں جو سپاری کے
 اوپر ہوتا ہے۔ یعنی وہ حصہ جو آلاء تناسل سے کاٹے جانے کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی
 پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے کہ امام احمد و ترمذی و نسائی رحمہم اللہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ،

اذا التقى الختانان فقد
وجب الغسل۔ جب دونوں ختنہ کی جگہیں مل جائیں (یعنی مرد
کی سپاری عورت کی فرج میں داخل ہو جائے) تو
غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اور طبرانی کی روایت میں آتا ہے کہ جب ختنہ کی جگہیں مل جائیں اور سپاری
(عورت کی فرج میں) پھپھپ جائے تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو جاتا ہے۔
ختنہ واجب ہے یا سنت؟

امام حسن بصری، امام ابو حنیفہ اور بعض حنابلہ رحمہم اللہ ختنہ کے سنت ہونے کے
قائل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بہت
سے حضرات اسلام لائے، لیکن آپ نے ان میں سے کسی سے ختنہ کے بارے میں
تحقیق نہ فرمائی۔ اگر ختنہ واجب ہوتا تو ضرور اس کی تحقیق فرماتے۔ نیز اس کے
سنت ہونے پر اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث
میں ختنہ کا ذکر دیگر مسنون چیزوں کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً ناخن کاٹنا، بغل کے بال
اکھاڑنا وغیرہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ سنت ہے، واجب نہیں۔ اور جو حضرات
اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں، وہ شعبی، ربیعہ، اوزاعی، یحییٰ بن سعید انصاری
مالک، شافعی رحمہم اللہ تعلقے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ میں اسلام لایا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا

الق عنك شعر الكفر
واختتن۔ تم اپنے حالت کفر کے سر کے بال مونڈو
اور ختنہ کراؤ۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

من اسلم فليختن دان كان جو شخص اسلام لائے اس کو چاہئے کہ ختنہ
کبیرا کرائے چاہے وہ بڑا کیوں نہ ہو۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ختنہ اگرچہ سنتوں کے ذیل میں مذکور ہے
لیکن بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اس لئے کہ ختنہ دین کا شعار ہے،
اور اسی کے ذریعہ مسلم و کافر میں فرق ہوتا ہے۔ (ترجمہ ص ۱۱)
نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اربع من سنن المرسلین چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔ ختنہ
الختان والتعطر والسواك کرنا۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور
والنکاح۔ (ترمذی) نکاح کرنا۔

ختنہ کب ہونا چاہئے ؟

بیشتر اہل علم کا مسلک ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا چاہئے۔ اور بہتر ہے کہ
شرع ہی میں ختنہ کرا دیا جائے۔ جیسا کہ بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما
کا حقیقہ و ختنہ ساتویں دن کرا دیا تھا۔
ختنہ کی عظیم الشان حکمتیں۔

ختنہ فطرت سلیم کی اساس، اسلام کا شعار اور شریعت کا عنوان ہے۔ یہ اس
ملت صیغہ کی تکمیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی جاری فرمایا
یہ ملت صیغہ ہی ہے جس نے دلوں کو توحید و ایمان پر ڈھالا۔ یہی وہ ملت ہے جس نے
بدن کو فطرت سلیم سے آراستہ کیا۔ جن میں ختنہ، مونچھوں کا کتر وانا، ناخن ترشوانا اور بغل
کے بالوں کا اکھاڑنا داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ
مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔
پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ
ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلے جو بالکل
ایک طرف کے ہو رہے تھے۔
(النحل ۱۲۳)

فتنہ مسلمان کو دوسرے مذاہب کے متبعین سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، اس کے اوامر کا بجالانا اور اس کے حکم کے سامنے
گردن جھکانا متحقق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فتنہ کے بہت سے طبی فائدے ہیں جو
اصل کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اخیر میں بطور خلاصہ کے تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۔

گزشتہ صفحات میں جو احکام ذکر کئے گئے، خواہ وہ بچے کی پیدائش پر مبارک باد
پیش کرنے سے متعلق ہوں، یا ان کے کان میں اذان دینے کے بارے میں ہوں یا حقیقہ
یا سر مونڈنے یا نام رکھنے کے قبیل سے ہوں، یا فتنہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ تمام احکام
تر بیت کر لے والوں کے لئے ایک اہم حقیقت ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ
بچہ کی پیدائش سے ہی اس کی دیکھ بھال رکھی جائے۔ (تربۃ الاولاد فی الاسلام ص ۱۱)
(ترجمہ ص ۱۳ ج ۱)

فصلِ رابع

بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج

تمہید : وہ بڑے عوامل و اسباب کیا ہیں جو بچوں میں انحراف پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق کو خراب کر کے ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں ان کا جاننا تربیت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ بچوں کو زلیغ و ضلال (کجی و گمراہی) سے بچا سکیں۔ اس لئے ہم اسلام کی روشنی میں انحراف کے اسباب اور اس کا علاج آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، تاکہ تربیت کرنے والے حضرات اپنے فرائض و واجبات کے معاملہ میں سیدھے راستہ پر دلیل و برہان کے ساتھ چل سکیں۔

(الف) غربت و افلاس : یہ ایک ظاہری بات ہے کہ جب بچہ اپنے گھر میں ضرورت کے مطابق کھانا، کپڑا نہ پائے گا تو وہ لازماً گھر چھوڑ کر باہر نکلے گا۔ تو ایسے موقع پر اس کو بد معاش و بدکار لوگ اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور انسانی جانوں اور عزت و آبرو اور مال و دولت کے لئے خطرہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی عادلانہ شریعت نے

فقر و فاقہ کے ازالہ کے لئے اپنی مضبوط بنیادیں استوار کی ہیں۔ جن سے ہر فرد کو روٹی کپڑا اور مکان بقدر ضرورت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ معذور و عاجز لوگوں کے لئے بیت المال سے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعہ ایسے شخص کی امداد ہو جو خاندان و افراد کا کفیل ہے۔ اور یتیموں، بیواؤں، اور بوڑھوں کی ایسے طریقہ سے دیکھ بھال ہو جس سے ان کی عزت و کرامت محفوظ رہے۔ پس اگر ان طریقوں کو صحیح طور پر نافذ کر دیا جائے تو معاشرہ میں انحراف اور مجرمانہ ذہنیت کی روک تھام ہو جائے۔ اور فقر و فاقہ اور محرومی و غربت کی بنیادیں ختم ہو جائیں۔ ف: مگر افسوس کہ ممالک اسلامیہ میں اسکا لحاظ نہیں ہے۔ واللہ الموفق۔

(ب) ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا۔

بچے میں انحراف پیدا کرنے کا ایک سبب ماں باپ کا باہمی نزاع و اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ جب بچہ گھر میں آنکھیں کھولتا ہے اور لڑائی جھگڑا دیکھتا ہے تو لازمی طور سے وہ گھر سے دور ہونا چاہتا ہے تاکہ من پسند دوستوں کے ساتھ وقت گزارے۔ یہ دوست اکثر گھٹیا قسم کے ہوتے ہیں اس لئے وہ بچہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے گندے اخلاق کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین سے منحرف اور مجرم بن جاتا ہے اس لئے اسلام نے اپنے پُر حکمت اصول کے ذریعہ نکاح کے خواہشمند مرد کو بیوی کے انتخاب میں صحیح راستہ متعین کر دیا ہے۔ اسی طرح لڑکی کو اس کے شوہر کے انتخاب میں صحیح رہنمائی فرمادی ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی میں محبت و الفت کی فضا پیدا ہو۔ تاکہ بچہ اس فضا میں پرورش پائے اور خاندان کے لئے نیک نامی کا سبب بنے۔

(ج) طلاق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ۔

بچہ کے انحراف کا سبب طلاق کے بعد پیدا ہونے والے حالات بھی ہیں۔ اس لئے کہ بچہ جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اور اس پر شفقت کرنے والی ماں اور نگرانی کرنے والا باپ نہیں ہوتا تو لازمی طور پر احساس محرومی اسے برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور یہ صورت حال اس وقت مزید خراب ہو جاتی ہے جبکہ مطلقہ عورت دوسرا خاوند کر لیتی ہے۔ تو عام طور پر اولاد خراب اور ضائع ہو جاتی ہے۔

طلاق کے بعد اس پریشانی کو ماں کی غربت اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت حال میں مطلقہ عورت کام کاج کرنے کیلئے گھر سے نکلنے پر مجبور ہوتی ہے، لہذا وہ گھر کو چھوڑ کر کام کرنے چلی جاتی ہے اور چھوٹے بچے بے یار و مددگار ادھر ادھر پھرتے ہیں اور حوادثِ ایام اور شب و روز کے فتنے ان کو کھلونا بنا لیتے ہیں۔ نہ کوئی ان کی دیکھ بچال کرنے والا ہوتا ہے نہ نگہداشت کرنے والا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ ایسی اولاد سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں جنہیں نہ باپ کی محبت میسر ہو نہ اس کی نگرانی و نگہداشت۔ نہ ماں کا پیار ملا ہو نہ اس کی توجہ و ہمدردی! پس ایسی صورت میں ہم ان سے آوارگی اور خراب ہونے کی ہی توقع کر سکتے ہیں کسی خیر و صلاح کی نہیں۔

اس لئے اسلام نے اپنے بنیادی احکام میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے فرائض و واجبات کو پورا کرے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پوری طرح ادا کرے۔ تاکہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس کا انجام کار برا اور قابلِ ملامت ہو۔ ان حقوق کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق :-

ان حقوق میں سے بیوی کے ذمہ شوہر کا ایک یہ حق ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طرف سے ایک سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ”شوہر کی فرمانبرداری اور اس کے حق کا اعتراف کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر ہے۔“ (ملخصاً۔ بزاز و طبرانی، (ترجمہ ص ۱۲۷)

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مال اور اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اس لئے کہ ابن ماجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ ”کیا میں تمہیں ایسی بہترین چیز نہ بتاؤں جسے انسان جمع کرتا ہے۔ وہ ایسی نیک و صلح عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب وہ کسی بات کا علم دے تو وہ عورت اس کی فرماں برداری کرے۔ اور جب شوہر موجود نہ ہو تو عورت شوہر کے مال اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔“ (ابن ماجہ)

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر شوہر بیوی کو مہبتری کے لئے بلائے تو وہ انکار نہ کرے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ اس کے پاس جانے سے انکار کرے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزرتے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ (بخاری و مسلم)

ان حقوق میں سے شوہر کے ذمہ بیوی بچوں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری کا پورا کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ
رِزْقُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (نور ۲۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ان ماؤں کا
کھانا کپڑا قاعدہ کے موافق ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو
اس لئے کہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور ان کی شر مگاہوں کو اللہ کے
کلمہ کے ذریعہ حلال کیا ہے۔ تم پر ان کے نان و نفقہ اور کپڑے کی دس سوے دانتی ذمہ
داری ہے۔ (مسلم)

انہی حقوق میں سے گھر کے معاملات میں شوہر کا بیوی سے مشورہ کرنا بھی داخل ہے
اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عورتوں سے ان کی بچیوں کے بارے
میں مشورہ کر لیا کرو۔ (ابوداؤد)

اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کی شادی سے قبل ان کی ماؤں سے اجازت
لے لیا کرو اور مشورہ کر لیا کرو۔

انہی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کی بعض کمزوریوں اور عیوب سے
درگزر کرے۔ خصوصاً اگر اس میں کچھ ایسی خوبیاں اور اوصاف پائے جاتے ہوں
جو ان کمزوریوں اور عیوب کی تلافی کرتے ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان مبارک ہے۔

لَا يَصْرُكَ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ
ان کرہ منها خلقاً رضی عنہا آخر رکھے اس لئے کہ اگر اس کی کوئی بات ناپسند
(مسلم) ہوگی تو اس کے بدلے دوسری پسند ہوگی۔

ان حقوق میں سے مرد کا بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنا اور اس سے
ملاطفت اور دل لگی کرنا بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرِوفِ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران
فَنَازِ كِرِهَهُنَّ مَوْهِنَ فَعَسَى کیا کرو۔ اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے

اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ
اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (النساء)

کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ
اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اور اسی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے
خیر کو خیر کو لاہلہ وانا
خیر کو لاہلی۔
ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہو۔ اور میں اپنے گھر والوں
کے ساتھ تم سب سے بہتر برتاؤ کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ، حاکم)

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں گھر کے
کام کاج میں مرد کو بیوی کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے کہ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا
کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا جیسے تم لوگ کرتے ہو، یہ چیز ادھر سے اٹھا کر
ادھر بکھدی۔ بے موقع رکھی ہوئی چیز موقع پر رکھ دیا، گھر والوں کا کام کاج کر دیا۔ ان کے
لئے گوشت کاٹ دیا۔ گھر کو جھاڑ پونچھ دیا، خادم کا ہاتھ بٹالیا۔ (طبرانی)

یہ وہ اہم حقوق ہیں جنہیں اسلام نے میاں بیوی میں سے ہر ایک پر
لازم کیا ہے۔ اور یہ درحقیقت واقعی اور عادلانہ امور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی
میں سے ہر ایک ان کو پورا کرے تو بجائے اختلاف و لڑائی کے اتحاد و یگانگت
وجود میں آئے گی۔ اور بغض و ناپسندیدگی کی جگہ الفت و محبت لے لے گی۔
اور پورا خاندان خوشحال اور محبت و سکون سے بھرپور اور بہتر سے بہتر زندگی گزارے گا
اور یہ قطعاً ناممکن ہوگا کہ کوئی بھی ایسی بات ہو جس سے خاندان والوں کی زندگی
مکدر ہو۔ یا جس سے میاں بیوی میں سے ایک کو دوسرے سے ناگواری گزرے
یا تکلیف پہنچے۔

اور اگر مرد کی بد اخلاقی یا عورت کے اخلاق کی خرابی کی وجہ سے آپس میں اتفاق و اتحاد ناممکن ہو، اور ان دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو خواہ کو چاہئے کہ طلاق دینے سے پہلے اصلاح کی کوشش کرے اور اس سلسلہ کی تدابیر اختیار کرے۔ اور یہ کوششیں اور تدبیریں اس طرح ہیں۔

۱۔ وعظ و نصیحت کرنا اور سمجھانا تاکہ اس آیت کریمہ پر عمل ہو جائے
وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَیَ نَصِیْحَتُ كَرْتِی رَهْمَیْ اَسْلَیْ كَ نَصِیْحَتِ
تَقَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ (الذاریات ۴۴) کرنا مومنوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

۲۔ الگ بستر پر سونا۔ یہ ایک نفسیاتی نزاع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ عورت صحیح راستہ پر آجائے۔

۳۔ تنبیہ کے لئے معمولی سی مار پیٹ۔ بشرطیکہ یہ امید ہو کہ مارنے سے فائدہ ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ زیادہ نہ مارا جائے اور اس طرح نہ مارا جائے جس سے عورت کے جسم پر نشانات پڑ جائیں۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ ایسی جگہ نہ مارا جائے جہاں مارنا نقصان دہ ہو سکتا ہو۔ مثلاً چہرہ، سینہ اور پیٹ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ مقتدا نے کامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی عورت کو نہیں مارا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نہ کبھی کسی عورت کو مارا۔ اور نہ کسی خادم یا کسی اور کو۔ مگر یہ کہ آپ اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی مار پیٹ کی شکایت کی تو آپ نے شوہر سے ارشاد فرمایا۔

یظل احد کو یضرب امراته تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو غلام کی
ضرب العبد ثم یظل طرح مارتا ہے اور پھر اس سے بغلیں ہوتا
یعانقھا ولا یستحی ہے اور اسے شرم بھی نہیں آتی۔

۴۔ آخری تدبیر یہ ہے کہ کسی کو حکم نہ لیا جائے اور وہ اس طرح کہ میاں بیوی
کے خاندان والوں کے معتدل مزاج، عقلمند، سمجھدار آدمیوں کو بیچ میں ڈال
لیا جائے جو میاں بیوی کو درپیش مشکلات کا جائزہ لیں اور پھر ان دونوں
میں دوبارہ اتفاق و یگانگت اور اتحاد پیدا کرنے کی عملی تجاویز پیش کریں۔
ہو سکتا ہے کہ یہ تجاویز مقصد حاصل کرنے میں مفید ثابت ہوں اور طلاق
سے بچالیں۔ ان احتیاطی تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ
کے فرمان مبارک پر عمل ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ
فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ
فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرْ بُوَهُنَّ
فَإِنْ أَطَعَكُمْ فَلَا تَبْغُوا
عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا - إِنَّ اللَّهَ كَانَ
هَلِيفًا كَبِيرًا ه - وَإِنْ خِفْتُمْ
شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا
مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا
إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ
اللَّهُ بَيْنَهُمَا - لَئِنْ اللَّهَ

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی
بددماغی کا احتمال ہو تو انکو زبانی نصیحت کرو
اور انکو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو۔
اور انکو مارو۔ پھر اگر وہ بھکاری اطاعت کرنا شروع
کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔ بلاشبہ
اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔ اور اگر
تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں
کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی
جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے
خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے

كَانَ عَلَيْهِمَا حَبِيرًا

کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔

(النساء ۳۴-۳۵)

اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی

تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادے گا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبردار ہے۔

ان مراحل سے گزرنے اور ان تدابیر پر عمل کرنے کے بعد بھی اگر اتفاق ناممکن ہو

تو مرد کو چاہئے کہ عورت کو پاکی کے ایسے زمانے میں ایک طلاق دے جس میں اس سے

ہبستری نہ کی ہو۔ تاکہ پہلی طلاق دینے کے بعد بھی ازدواجی زندگی دوبارہ لوٹنے کی

گنجائش باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے تو ان دونوں

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا

پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں

أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ

بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ

حُدُودَ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا

خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ

لِقَوْلِهِمْ تَعْلَمُونَ

خداوندی ضابطے ہیں، حق تعالیٰ انکو بیان

(البقرہ ۲۳۰)

فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں۔

جو امور ہم نے بیان کئے ہیں ان سے روز روشن کی طرح یہ بات معلوم

ہو گئی کہ اسلام نے ایسی اہم تدابیر و احتیاطی اقدامات کو اختیار کیلئے جو طلاق

واقع ہونے کے درمیان حائل ہو سکیں۔ اس لئے کہ میاں بیوی اور بچوں پر

طلاق کے بہت بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے جب ہم یہ دیکھتے ہیں

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ایسی حلال چیز بتایا ہے جو اللہ کو سب

سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ تو ہمیں اس میں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا۔

چنانچہ نبی کویم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ
(ابوداؤد ۵۱۵۱) ناپسند چیز طلاق ہے۔

دین اسلام نے طلاق دینے کی صورت میں شوہر پر مطلقہ بیوی کے عدت کے
دنوں کا نان و نفقہ اور بچوں کا نفقہ لازم کیا ہے۔ تاکہ مطلقہ عورت اور اس کے
بچے درد کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِمِ اور ان کو کچھ خرچ دو۔ مقدور و طاقت والے
قَدَرُهَا وَعَلَى الْمُقْتَرَقِدِ رُحاً پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر
مَتَاعًا بِالسَّمْعِ وَوَبِ حَقًّا اسی کے موافق۔ جو خرچ کہ قاعدے کے
حَقِّ الْمُحْسِنِينَ ۵ (البقرہ ۲۳۶) موافق ہے نیکی کرنے والوں پر لازم ہے

اور اگر شوہر فقیر و مسکین ہو اور نان و نفقہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر حکومت
کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے نفقہ و خرچ کا بندوبست کرے اور بچوں کی
تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں جن مادی اسباب اور پیسوں کی ضرورت ہو وہ
اس وقت تک مہیا کرتی رہے جب تک بچے بڑے اور جوان نہ ہو جائیں۔ اور
ان کو خراب ہونے اور بگڑنے سے بچانے کا یہ ایک راستہ ہے۔ یہ اس مادہ و معاوضہ

سے خرچ دینے کی صورت خفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ایسی عورت جس سے بوقت نکاح شوہر نے ہر مقرر
نہیں کیا اور قبل مجامعت یا خلوت صحیحہ اس کو طلاق دے دی تو شوہر پر ہر تو واجب نہ ہو گا لیکن شوہر پر لازم ہے کہ اپنے
پاس سے عورت کو کچھ دے کر از کم ایک چوڑا کپڑا یعنی کرتا، سر بند، چادر دے۔ رہا عام مطلقہ یا متولی عہدہ زوجہ کا نان و نفقہ
اور سکنی گاہ شوہر پر واجب ہو تا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ
وَلَا تُضْلُوهُنَّ لِيُضَيِّقَنَّ عَلَيْهِنَّ مَطْلَعُ خُورَتِكُمْ اپنی وسعت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو یا اسی سے معلوم
ہو اگر اس کو نفقہ بھی دینا چاہئے کیونکہ عورت اپنے ذلک کی اسی شوہر کو بچہ مکان میں مجبوس و مقید رہیگی۔

کے علاوہ ہے جو اسلام نے ان لوگوں پر لازم کی ہے جو ان کے حالات سے باخبر ہوں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد گوشہ ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس گوشہ نہیں ہے۔ (مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے
فی المال حق سوى الزکوة مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

نیز طبرانی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں کے مال میں اتنی مقدار کا نکالنا فرض کیا ہے جو مسکینوں کی ضرورت پوری کر دے اور فقراء بھوک اور بے لباسی کی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے مگر مالداروں کے کر تو توں کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ ان مالداروں سے سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

اسی طرح بزاز اور طبرانی رحمہما اللہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک روایت کرتے ہیں۔

ما آمن بی من بات مجھ پر وہ شخص ایمان نہیں لایا جو خود تو بیٹ
شبعان وجارہ جائع الی بھر کر رات گزارے اور اس کے ساتھ کا
جنبہ وهو یعلوبہ پڑوسی بھوکا ہو۔ اور اس کو اس کا علم بھی ہو۔
(ترجمہ مطالعہ ۱)

(د) قریب البلوغ لڑکوں کا بیکار رہنا۔

بچوں کے انحراف کا ایک سبب ان کی فراغت و بیکاری بھی ہے۔ اس لئے کہ یہ کھلی حقیقت ہے کہ بچہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ کبھی اپنے ہم عصروں کے ساتھ کھیل کر

میں مصروف رہتا ہے اور کبھی ورزش وغیرہ میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ یعنی ان کے فلسفہ وقت کو ایسے کاموں میں لگائیں جو ان کے جسم کے لئے مفید ہوں۔ لہذا ان کے کھیل کود کے لئے کھلی زمین کا انتظام کرنا چاہئے اور تیرنے کے لئے تالاب بنانا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر بچے گندے ساتھیوں کے ساتھ طیس جلیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بھی ان کی سی عادتیں اور خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

خصوصاً نماز کا بچوں کو عادی بنانا چاہئے جو اسلام کا ستون ہے۔ اس لئے کہ نماز میں بیشمار روحانی و جسمانی فائدے ہیں۔ اس کے بعد مصنف نے نماز کے فائدے شمار کرائے ہیں جو چاہے اصل کتاب کا مطالعہ کر لے

نیز اسلام نے بچوں کو جنگ کے طریقے، شہسواری، تیرنا، چھلانگ لگانا، کشتی رانا اور پکھاڑنے کا فن سیکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح بچہ کی اس جانب رہنمائی کی تاکہ وہ اپنے فالخ وقت کو بڑے مغرب تک لے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔
(۷) بُری صحبت اور بُرے ساتھی۔

بچوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بُری صحبت اور بدکردار ساتھی ہوتے ہیں۔ خاص طور سے اگر بچہ سیدھا اور بھولا بھالا ہو تو بُری عادات کو بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔ اس لئے اسلام نے تربیت کرنے والوں اور والدین کی توجہ اس طرف مرکوز کر دی کہ وہ اپنی اولاد کی مکمل نگرانی کریں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ بچے کس کے ساتھ رہتے ہیں اور کہاں صبح و شام گزارتے ہیں۔ اور اسلام نے اس کی طرف بھی رہنمائی کی ہے کہ اولاد کے لئے نیک اور اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں تاکہ ان کے اچھے اخلاق سیکھیں۔

اسلام نے بدکردار لوگوں اور گندے اور مہرے ساتھیوں سے بچنے کے سلسلے میں جو تعلیمات پیش کی ہیں اس کا ایک نمونہ یہ ارشاد ربانی ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ
يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ
مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا هُوَ يَلْتَمِ
لَيْتَنِي لَوْ اتَّخَذْتُ فَلَانًا خَلِيلًا
لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ
بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ
الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا

اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ
کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا
میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ
لیتا۔ اے میری شامت۔ کیا اچھا ہوتا کہ
میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس نے
مجھ کو نصیحت آنے کے بعد اس سے ہکا دیا۔
اور شیطان تو انسان کو امداد کرنے سے

(الفہرستان ۲۷ تا ۲۹) جواب دے دیتا ہے۔

مصنف نے اور بہت سی آیات و احادیث پیش کی ہیں جو اصل کتاب میں
دیکھی جاسکتی ہیں۔

(دو) بچہ کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ کرنا۔

علماء تربیت کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ والدین اور تربیت
کرنے والے حضرات اگر بچہ کے ساتھ سخت یا ترش روی اختیار کریں گے اور اسکی
تخیر و تذلیل کرتے رہیں گے تو اس کا رد عمل اس کے عادات و اخلاق میں ظاہر ہوگا
اور ممکن ہے کہ فوجت و خوکشی یا والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچ
جائے۔ یا گھر سے وہ اس لئے بھاگ جائے کہ ظالمانہ سختی اور مار پیٹ کی
اذیت سے بچ جائے۔ پھر اس کے اندر جو بگاڑ و فساد نہ پیدا ہو جائے کم ہے۔

(ترجمہ صفحہ ۱۱۳)

اسلام میں رفق و شفقت اور رحمدلی کی مثالیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَالْمُكَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ - (النحل ۹)

بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان
اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔

وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ
عَنِ النَّاسِ - وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
(ال عمران ۱۳۴)

اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں
سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ
ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ ۸۳)

اور سب لوگوں سے نیک بات کہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي
الْأَمْرِ كُلِّهِ -

اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو
پسند فرماتے ہیں۔

امام احمد و بیہقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں
ان اراد الله تعالى باهل
بيت خيرا ادخل عليهم
الرفق - وان الرفق لو
كان خلقا لما داي الناس
خلقاً احسن منه وان العنف

اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ
بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں نرمی
پیدا کر دیتے ہیں۔ اور نرمی و رفق اگر
بالفرض کوئی مخلوق ہوتی تو ایسی خوبصورت
ہوتی کہ لوگوں نے اس سے خوبصورت کوئی اولاد

لوکان خلقا لمارای مخلوق نہ دیکھی ہوتی۔ اور سختی اگر کسی مخلوق
الناس خلقا قبل منہ کی شکل میں ہوتی تو ایسی بد صورت ہوتی کہ اس سے
(احمد) زیادہ بد صورت کوئی مخلوق نہ دیکھی ہوتی۔

نیز ابوالشیخ "کتاب الثواب" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
نقل کرتے ہیں۔

رحمہ اللہ والد امان اللہ تعالیٰ اس والد پر رحم کرے جو بھلائی
دلہ علیٰ برہ میں اپنے بچے کی معاونت کرے۔

لہذا والدین کو اپنے بچوں کی تربیت میں رفق و خوش خلقی کا معاملہ کرنا چاہئے
ورنہ عنف و سختی کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سرکشی، نافرمانی اور انحراف پیدا ہوگا
جس کے ذمہ دار والدین ہی ہوں گے۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان
رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہو گئے تو حنف بن قیس کے پاس آدمی
بھیجا، تاکہ ان سے بچوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم کریں۔ تو انھوں نے کہا
بچے ہمارے دلوں کا پھل اور ہماری پشت کا سہارا ہیں۔ اور ہم ان کے لئے ہموار
زمین ہیں، اور سایہ فگن آسمان ہیں۔ لہذا اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو دے دیا کرو۔
اور اگر وہ ناراض ہو جائیں تو انھیں راضی کر لیا کرو۔ اس لئے کہ وہ اس کے بدلے
تمہیں اپنی محبت کا صلہ دیں گے اور اپنی محبت کا پھل دیں گے۔ اور ان پر سختی
نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمہاری زندگی سے تنگ ہو جائیں گے اور تمہارے مرنے کی
تمنا کریں گے۔ (ترجمہ ص ۱۴۳)

ف : بہت ہی بصیرت و حکمت کی باتیں ہیں جن کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے

وَاللَّهُ الْهَادِي إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ - (قرآن)

(نہ) بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا۔

بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ جو ان کو بدکرداری اور بد اخلاقی کا عادی بناتا ہے وہ ہے سینما اور فلموں میں اور ٹیلیوژن پر پولیس کی کارروائی اور حیا سوز منظر سے پر فلمیں اور گندے مناظر۔ اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو مغرب اخلاق جنسی واقعات و کہانیوں اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سب کا مقصد اور غرض شہوت کو بھڑکانا اور انحراف و جرم پر آمادہ اور جبری کرنا ہوتا ہے۔ ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں چہ جائیکہ بچے اور بلوغ کی عمر کو پہنچنے والے نابھہ لڑکے۔ چنانچہ اس میں عام ابتلا کی بنا پر بچوں میں بے حد خرابیاں اور بد اخلاقیات رونما ہو رہی ہیں۔ اس لئے نظام تربیت کی بنیادی باتوں میں سے یہ ہے کہ بچوں کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے جو غضب الہی کا موجب ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ
وَأَهْلِيكُمْ نَارًا - (التحريم ۶) اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

اس لئے والدین کو اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الرجل داح في اهل بيته ومسئول عن رعيته۔
انسان اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(ترجمہ ص ۱۳۴)

(بخاری، مسلم)

(ح) معاشرہ میں بیکاری دہے روزگاری پھیلنا۔

بچے کے خراب ہونے کے اسباب میں بیکاری دہے روزگاری کا ہونا بھی ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں پورا خاندان تباہ و برباد اور تتر بتر ہو جائے گا اور بچے لازمی طور پر بے راہ روی اور مجرمانہ طبیعتوں کی طرف مائل ہوں گے چنانچہ اسلام نے اس کے لئے علاج کے دو طریقے تجویز فرمائے ہیں۔
الف۔ حکومت پر لازم کر دیا کہ وہ لوگوں کے لئے کسب کمائی کے راستے و اسباب مہیا کرے۔

ب۔ معاشرہ اور قوم پر اس وقت تک اس کی امداد لازم کر دی جب تک وہ کام کاج نہ پالے۔ حکومت پر روزگار کے مواقع مہیا کرنے کی ذمہ داری اس لئے ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ سوال کیا۔ تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نہیں ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو ہم پکھالتے ہیں اور کچھ کو اڑھ لیتے ہیں۔ اور پانی پینے کے لئے ایک برتن ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ، وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ ان دونوں چیزوں کو لے آئے۔ آپ نے دونوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا، ان کو ایک درہم میں میں خریدتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور پھر اسی طرح اعلان فرمایا، تو دوسرے شخص نے کہا کہ میں اس کو دو درہم میں خریدتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ دونوں چیزیں ان کو دیدیں۔ اور درہم لے کر انصاری صحابی کو دیا اور ان سے فرمایا ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر پہنچاؤ۔ اور دوسرے درہم سے ایک کھانا خرید کر میرے

پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ نے اس میں خود اپنے دست مبارک سے لکڑی کی بیٹ لگائی۔ اور ان سے فرمایا جاؤ اس سے لکڑی کاٹ کر فروخت کرو۔ پندرہ دن تک میں تم کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ دوبارہ آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ ان میں سے کچھ کے کپڑے خرید لئے اور کچھ سے کھانے کا سامان وغیرہ خرید لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

هَذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ
وَالْمَسْئَلَةُ نَقْطَةً فِي وَجْهِكَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ
یہ (محنت مزدوری) تمھارے لئے اس سے
بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ تمھارا
انگنا تمھاری پیشانی پر ایک نقطہ کی شکل
میں ظاہر ہو۔

بے کار شخص جب تک کام کاج نہ پالے اور برس روزگار نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی امداد لازم ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
جو شخص بالداروں کے ارد گرد ہوتے ہوئے بھی ان کی بے توجہی کی وجہ سے
مر جائے تو بالداروں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذمہ بری ہو گیا۔

ہاں اسلام نے اس بے روزگاری پر نیکمر کی ہے جو سستی کی وجہ سے پیدا
ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں کی کڑی نگرانی کی ہے۔ اور حکومت اسلامیہ ان کو
نصیحت کرتی ہے۔ تاہم آمادہ نہ ہوں تو حکومت ان کو زبردستی کام میں لگاتی ہے
رہی زکوٰۃ تو وہ اس لئے دی جاتی ہے کہ وقتی ضرورت پوری ہو جائے اور کام
کاج تلاش کرنے میں مدد ملے۔ نہ کہ انسان اس سے سست ہو جائے اور بیٹھ کر
کھانے کا عادی بن جائے۔ ہاں اگر بیکاری کا سبب معذوری یا بڑھاپا، یا

کوئی بیماری ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ ان لوگوں کے حقوق و ضروریات کا خیال رکھے۔ اور ان کے لئے خوشگوار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہے کہ وہ عیسائیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جن کو جذام ہو گیا تھا۔ تو آپ نے بیت المال سے ان کو مال دینے کا حکم دیا جن سے ان کی ضروریات پوری ہو سکیں اور علاج ہو سکے اور عزت نفس باقی رہے۔

سبحان اللہ! اسلام نے بے روزگاری اور بیکاری کا کس طرح علاج کیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام رحمت و شفقت اور عدل و انصاف کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو اس لئے نازل فرمایا کہ وہ بشریت کے لئے پرسکون رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔ اور اللہ جل شانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (ترجمہ ص ۱۴)

(ط) بچوں کی تربیت سے والدین کی کنارہ کشی۔

بچوں کے بگڑنے کا سب سے بڑا سبب والدین کا بچوں کی تربیت سے کنارہ کش ہونا ہے۔ اور ماں بھی اس امانت کی بڑی ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ ذمہ داری اور مسئولیت کے سلسلہ میں ماں بھی مسؤل اور ذمہ دار ہے۔ بلکہ ماں کی ذمہ داری زیادہ اہم و نازک ہے۔ اس لئے کہ ماں ولادت سے جوان ہونے تک بچے کے ساتھ رہتی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ماں کا مستقل تذکرہ فرمایا ہے:-

الامر لأمة فی بیت زوجہا ماں اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے
ومسئولہ عن رعیتہا۔ اسکی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

لہ الامم کے لفظ سے یہ روایت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ (ق)

پس اگر ماں باپ اپنا فارغ وقت گھومنے پھرنے، دوستوں ہیلیوں کے ساتھ
 ہوو لعب اور چلے پانی میں ضائع کریں گے تو پھر لازمی طور پر بچوں کی تربیت
 یتیموں کی طرح ہوگی اور وہ آوارہ بچوں کی طرح گھومیں پھریں گے۔ اور مجرمانہ زندگی
 میں حد سے زیادہ بڑھ جائیں گے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی
 نگرانی اور تربیت کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ حکم دیا اور بہت سی مرتبہ
 وصیت فرمائی ہے۔ جن میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں :-

۱۔ ادبوا اولادکم واحسنوا اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ۔ اور ان کی اچھی
 تربیت کرو۔ (ابن ماجہ)

۲۔ علموا اولادکم و اہلکم الخیر اپنے بچوں کو اور گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو
 وادبوہم۔ (رواہ عبد الرزاق)

۳۔ مروا اولادکم بامثال اپنی اولاد کو شریعت پر عمل کرنے اور ممنوع چیزوں
 الاوامر واجتناب النواہی فذلك سے بچنے کا حکم دو۔ کیونکہ یہ ان کے لئے جہنم
 وقایۃ لہم من النار۔ (ابن جریر)

۴۔ ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکو
 وحب ال بیتہ وتلاوة القرآن اس لئے کہ قرآن کریم کے حاملین اُس دن اللہ
 فان حملة القرآن فی ظل عرش اللہ یوم لا ظل
 الاظلمہ۔ (طبرانی)

۵۔ ظاہر ہے کہ اہل بیت سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقہ پر قائم ہوں۔ (ترمذی)

(دی) یتیم ہونا۔

انحراف اور خرابی کے اسباب میں بچے کا یتیم ہو جانا بھی ہے۔ اس لئے کہ یتیم بچہ اگر اپنے سر پر شفقت کرنے والا ہاتھ اور رحم کرنے والا دل نہ پائے گا تو وہ بتدریج دین سے انحراف کی طرف بڑھتا رہے گا۔ بلکہ مستقبل میں امت کے شیرازہ کو بھیرنے اور اس کی عمارت کو ڈھانے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور قوم کے افراد میں آوارگی اور آزادی اور انتشار پھیلانے کا سبب بنے گا۔ اس لئے اسلام نے (جو ابدی دین ہے) یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور بذات خود اس کی نگرانی اور تربیت کریں تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کریں، اور ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ چنانچہ یتیم بچہ کی دیکھ بھال اور اس سے شفقت و محبت، پیار و الفت کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ ہاں اگر یتیم کے رشتہ دار غریب ہوں اور یتیم بچوں کی کفالت سے معذور ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی کفالت کرے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالے اور ان کی تربیت کرے تاکہ وہ آوارگی اور مہل پھرنے اور خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

پس بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب و عوامل ہیں جو نہایت خطرناک اور ضرر رساں ہیں۔ اس لئے اگر تربیت کے ذمہ داروں نے ان عوامل کا تدارک نہ کیا تو بچوں کی نشو و نما برائیوں میں ہوگی اور وہ ہر قسم کی بے حیائی اور گمراہی کو اختیار کریں گے اور لوگوں کے امن و سکون کو برباد کریں گے۔ پھر ان کو راہ راست پر لانا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

لہٰذا تربیت کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ ان کی اصلاح کے لئے

اسلامی طریقہ کو اپنائیں۔ تاکہ بچے ارواح کی پاکیزگی، نفوس کی صفائی، باطن کی طہارت اور اللہ تعالیٰ کے حکم بجالانے میں مثل فرشتوں کے ہو جائیں اور دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بن جائیں۔

اب میں اخیر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتا کہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ جل شانہ سے دعا کروں کہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کی توفیق دے جو ان کی عزت و سعادت کا ذریعہ بنیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ بیشک عاؤل کا قبول کرنا اس کی شان کے لائق ہے اور وہ بہترین مسئول ہے اور اس لئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۔
(ترجمہ صفحہ ۱۵۴)

الحمد للہ کہ بروز دوشنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ م ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو قسم اول کی تلخیص سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بقیہ کی تلخیص کو بھی آسان فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین! قمر الزماں۔

قسم ثانی

تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں

- ۱۔ ایمانی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۲۔ اخلاقی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۳۔ جسمانی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۴۔ عقلی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۵۔ نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۶۔ معاشرتی تربیت کی ذمہ داری۔
- ۷۔ جنسی تربیت کی ذمہ داری۔

(تربیتہ الاولاد فی الاسلام ج ۱ ص ۱۲۲)

مقدمہ

وہ ذمہ داریاں جن کا اسلام نے بہت اہتمام کیا ہے اور ان پر ابھار ہے ان میں سے مزیدیوں کے ذمہ ان لوگوں کی تربیت بھی ہے جن کی تعلیم و تربیت ان کے یہ رہے۔ اس لئے کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس فریضہ میں کہتا ہی سے ڈراتی ہیں۔ تاکہ ہر مربی کو اپنی امانت کی عظمت اور مسئولیت کی

نزاکت اور اہمیت معلوم ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ (طہ ۱۳۲)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے

اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر

والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

آپ کے پروردگار کی قسم، ہم ان سب سے

ان کے اعمال کی ضرورت باز پرس کریں گے۔

۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا اَنفُسَكُمْ

وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (التہی ۶)

۳۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْخَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحج ۹۲-۹۳)

چند احادیث کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ الرجل راع في اهله ومثول

عن رعيته۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ ما نحل والد ولدا افضل

من ادب حسن (ترمذی)

۳۔ علموا اولادکم و اہلیکم

الخير و ادب و ہر (رواہ عبد الزاق)

اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھلاؤ

اور باادب بناؤ۔

چنانچہ قرآن کریم کی ان آیات اور نبو کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی

رہنمائی کے بموجب ہر دور میں تربیت کرنے والوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا

خوب اہتمام کیا ہے۔ اور ان کے انحراف اور کج روی کو دور کرنے کا خیال رکھا

ہے۔ بلکہ اس مقصد عالی کے لئے ایسے اساتذہ و معلمین کا انتخاب کیا ہے جو

علم و ادب کے لحاظ سے بلند و ارفع ہوں۔ تاکہ وہ صحیح عقائد اور اچھے اخلاق

لے بعض اہل کبر کے واقعات بھی نقل فرمائے ہیں اگر کسی کو چاہے تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کرے۔ قرآن و احادیث۔

سکھائیں اور اسلام کے اس فریضہ کو بحسن و خوبی ادا کر سکیں۔ (ترجمہ صفحہ ۱۵۸)

اب ہم ان ساتوں ذمہ داریوں میں سے ہر ایک کے ہر گوشہ پر انشاء اللہ مفصل روشنی ڈالیں گے۔ اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم مدد اور توفیق حاصل کرتے ہیں۔

فصل اول

ایمانی تربیت کی ذمہ داری

ایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب سے بچہ میں شعور و سمجھ پیدا ہو، اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سمجھانے چاہئیں اور اسے ارکان اسلام کا عادی بنایا جائے۔ اور جب تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ارشادات اور وصایا ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بچہ کو سب سے پہلے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سکھانے کا حکم۔

حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

افتحوا علی صبیانکم اول کلمۃ
بلاَ اِلهَ اِلَّا اللهُ۔
اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سکھاؤ۔

اس کا راز یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے کلمہ توحید پڑے جو شعار اسلام

ہے۔ جیسا کہ نومولود بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

۲۔ بچے میں عقل و شعور کے آنے سے پہلے ہی حلال و حرام کے احکام سکھانا چاہئے۔

ابن جریر اور ابن منذر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے اولاد کو ادا پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لئے کہ یہ خود تمھارے لئے اور تمھاری اولاد کے لئے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ بچہ جب آنکھ کھولے تو احکام الہیہ پر عمل کرنے والا ہو۔ اور جب بچپن ہی سے شریعت کے احکام سے اس کا ربط ہوگا تو اسلام کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کو شریعت نہ سمجھے گا۔ اور نہ لاکھ عمل بنائے گا۔ (ترجمہ ص ۱۶۳)

۳۔ سات سال کی عمر ہونے پر عبادات کا حکم دینا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مروا اولادکم بالصلوۃ
دھوا بناء سبع سنین واضربہم
اپنی اولاد کو سات سال عمر ہونے پر نماز
کا حکم کرو۔ اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو
علیہا وہم ابناؤ عش و فرقا
جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔ اور ان
بینہم فی المضاجع۔ (حاکم، ابوداؤد)
کے بستر الگ الگ کر دو۔

روزہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ لہذا جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو روزہ کی عادت ڈالنے کے لئے روزہ بھی رکھوانا چاہئے۔ اور اگر باپ کے پاس حج کی گنجائش ہو تو بچے کو حج کا بھی عادی بنانا چاہئے۔ اور اسی طرح اللہ کے

راستہ میں خرچ کر کے کی بھی عادت ڈلوانی چاہئے۔

نیز بستر الگ کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ تمام برائیوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ بچے عفت و پار سائی کی خصلت کے ساتھ جوان ہوں اور پھر اسی پر بڑھے ہوں اور اسی پر وفات پائیں۔ فلیہ درہ۔

۴۔ بچے کو اہل بیت سے محبت اور قرآن پاک کی تلاوت کا عادی بنانا۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، ان کے اہل بیت سے محبت، اور قرآن پاک کی تلاوت۔ اس لئے کہ قرآن کے حاملین اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں انبیاء علیہم السلام اور اصفیاء کے ساتھ ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اس سے یہ بات بھی متفرع ہوتی ہے کہ بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور صحابہ کرام کی سیرت اور مسلمانوں کے بڑے بڑے قائدین کی سوانح حیات اور ان کی شجاعت و بہادری کے کارناموں کی بھی تعلیم دی جائے تاکہ بچہ اپنے سے پہلے زمانہ کے لوگوں کی پیروی کرے اور ان کے نقش قدم پر چل کر درجات عالیہ تک پہنچے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اس طرح یاد کراتے تھے جس طرح انھیں قرآن پاک کی سورتیں یاد کراتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احیاء العلوم“ میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم، احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی

تعلیم دی جائے

ابن سینا نے ”کتاب الیاسہ“ میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کر دینی چاہئے۔ تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ تربیت کرنے والے حضرات ان بنیادی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تربیت کریں تاکہ بچوں کے عقائد کو زینغ و ضلال اور الحاد و انحراف سے بچانے کی ضمانت مل سکے۔

(تربیت الاولاد ص ۱۵۵)

اس ذمہ داری اور مسئولیت کے حدود۔

اس کے بعد مؤلف نے تربیت کرنے والوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ:-

۱- بچوں کے ایمان باللہ اور اس کی عظیم قدرت اور عجب انداز سے ایجاد اور خلق کی جانب اس طرح سے رہنمائی کریں کہ وہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں غور و فکر کرنے لگ جائیں۔

اس سلسلہ میں بہت سی آیتیں درج فرمائی ہیں اس کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

۲- بچوں کے نفوس میں خشوع و خضوع اور تقوی اللہ اور عبدیت کی روح پیدا کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت واضح طور پر بیان کیا جائے کہ اس کی حکومت نہایت عظیم ہے اور اس کی حکومت ہر چھوٹی بڑی چیز کو محیط ہے۔

ہو سکتا ہے کہ شروع شروع میں مرنے والی حضرات کو بچے میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنے میں مشکلات پیش آئیں لیکن بار بار تہنید سے بچے میں

خشوع و خضوع کی کیفیت فطری طور سے سماج ملے گی اور یہ اس کی عادت اور فطرت بن جائے گی جو بڑے ہونے کے بعد مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

اس خشوع و خضوع اور آہ و زاری کا عادی بنانے کی جو مشق اولیاء اللہ کے یہاں کرائی جاتی ہے اس کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

اقربوا القرآن و ابکوا فان لم قرآن کریم پڑھو اور رویا کرو۔ اور اگر رونا تبکو افتبا کو۔ (طبرانی)

(ترجمہ صفحہ ۱۵۵)

۳۔ بچوں میں یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام تصرفات و حالات میں انہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ مرتی کی سب سے بڑی گوشش اور مقصد اصلی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔
حالانکہ ان کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کیلئے خاص رکھیں۔ (البینۃ ۵)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ان الله عز وجل لا يقبل من العمل الا ما كان خالصا و استقى به وجهه۔ (ابوداؤد، نسائی)
اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو صرف ان کی ذات کیلئے کیا گیا ہو۔ اس سے اسی کی رضا مقصود ہو۔

۴۔ اسی طرح مرتی کے ذمہ ہے کہ بچے کو اللہ تعالیٰ کے مراقبہ اور دیکھنے کا عادی بنائے تاکہ وہ ان افکار کو سمجھ سکے جو اسے خالق عظیم سے قریب کرنے والی ہیں۔ جن سے خود اسے بھی نفع پہنچے گا اور دوسروں کو بھی۔ لہذا وہ نہ حسد کے گا

نہ غیبت و چٹھوری وغیرہ۔

۵۔ اسی طرح مرقی پر یہ بھی لازم ہے کہ بچے میں محاسبہ کی عادت ڈالے اور اس کو ایسا بنادے کہ وہ اپنا محاسبہ ان بڑے خیالات اور بڑے سروپا افکار میں بھی کرے جو اس کے دل میں کبھی کبھار آتے ہوں۔

۶۔ مرقی کو چاہئے کہ بچے کو سورہ بقرہ کی آخری آیات یاد کرا دے اور ساتھ ہی ان آیات میں جو ارشادات اور دعائیں ہیں ان کو واضح طور سے بیان کرے۔
سنئے! یہ ایمانی تربیت ہے جسے ہم نے بیان کیا اور اس پر کسی قدر روشنی ڈالی۔ یہ وہ تربیت ہے جس کے لئے مغرب کے علمائے تربیت و اخلاق نہایت شدت سے کوشاں ہیں۔ تاکہ اپنے معاشرہ کو بددینی، جرائم اور گندے اخلاق و بے حیائی کے کاموں سے نجات دلا سکیں۔

چنانچہ مغرب کے سب سے بڑے قصہ نویس "دستوفسکی" نے یہ واضح کرنا چاہا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو پھر وہ کسی طرح سے شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے (یعنی اس کے قابو میں آ جاتا ہے)۔

فلسفی کینٹ نے یہ اعلان کیا کہ تین قسم کے اعتقاد پیدائے بغیر اخلاق وجود میں نہیں آسکتے۔ خدا کے وجود کا اعتقاد۔ روح کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا اعتقاد۔ مرنے کے بعد حساب و کتاب کا ایقان۔

مذکورہ بالا تھری نکات کے بعد خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بچے کی اصلاح اور اس کی اخلاقی و نفسیاتی تربیت کی بنیاد جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ لہذا باپ اور مرقی کو چاہئے کہ بچے کو ہر لمحہ ایسے براہین اور دلائل سے آشنا کرے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہوں۔ اور اس کی ایسی رہنمائی کرے جو

اس کے ایمان کو مضبوط کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

یا غلام انی اعلک کلمات
احفظ اللہ یحفظک
احفظ اللہ تجددہ تجاہک
اذ اسئلت فاسئل اللہ
واذا استعنت فاستعن
باللہ۔ واعلم ان الامۃ
لو اجتمعت علی ان ینفعوک
بشیء لن ینفعوک الا بشیء
قد کتبہ اللہ لک وان اجتمعوا
علی ان یضروک بشیء لم
یضروک الا بشیء قد کتبہ
اللہ علیک۔ دفعت الاقلام
وجفت الصحف۔

(ترمذی)

ایک اور روایت میں آتا ہے۔

احفظ اللہ تجددہ امامک
تعرف الی اللہ فی الرخاء
اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اس کو اپنے
سامنے پاؤ گے۔ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد

صاحبزادے! میں تمہیں چند باتیں بتلاتا ہوں
تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ
تمہاری حفاظت کریگا۔ تم حقوق اللہ کا خیال
رکھو، اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور جب
مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ اور جب
طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور اس
بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں کچھ
فائدہ پہنچانا چاہے تو تمہیں صرف وہی فائدہ
پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے
لکھ دیا ہے۔ اور اگر سب مل کر بھی تمہیں کچھ
نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان
پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے
لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھائے گئے اور صحیفے
خشک ہو گئے۔

يعرفك في الشدة واعلم
ان ما اخطاك لم يكن
ليصيبك - وما اصابك
لم يكن ليخطئك واعلم
ان النصر مع الصبر
وان الفرج مع الكرب
وان مع العسر يسرا -
(ترمذی)

رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی و پریشانی میں یاد رکھے گا۔ اور تم یہ یاد رکھو کہ جو چیز تم تک نہیں پہنچی وہ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اور جو چیز تمہیں پہنچ گئی تم اس سے قطعاً بچ نہیں سکتے تھے۔ اور تم جان لو، کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور فراخی و کشادگی تکلیف و کرب کے بعد ہوتی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوا کرتی ہے۔

ف: سبحان اللہ! یہ حدیثیں کیسی ایمان افروز ہیں جو ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنے اور لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں۔ وبالله التوفیق۔

اس کے بعد مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے مرحلہ وار ایسی ایسی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا جو اولاً یہ کہ عربی زبان میں ہیں اور ثانیاً یہ کہ وہ یہاں دستیاب نہیں کئے ان کو ہم نے نقل نہیں کیا ہے۔ مگر اپنے یہاں کے علماء حق سے رجوع کر کے اپنے لئے اردو میں کتابیں منتخب کرائیں اور ان کا مطالعہ کریں۔ ہم نے مستند علماء سے مشورہ کر کے اپنے اکابر کی کچھ کتابوں کے نام اس کتاب کے خاتمہ کے بعد درج کئے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی انشاء اللہ مفید ہوگا۔ (قمر الزمان)

فصل ثانی

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری

اخلاقی تربیت سے ہماری مراد تمام اخلاقی بنیادی باتوں اور کردار اور وجدان سے متعلق فضائل کا وہ مجموعہ ہے جنہیں حاصل کرنا اور سیکھنا بچے کے لئے ضروری ہے تاکہ جب وہ مکلف ہو اور جوان ہو اور زندگی کے گہرے سمندر میں قدم رکھے تو یہ تمام فضائل و کمالات اس میں موجود ہوں۔ چنانچہ بچپن میں جب نو عمری ہی سے ایمان باللہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی اس کو عادت ہوگی اور اس سے مدد مانگے اور اس کے سامنے گردن جھکانے کا عادی ہوگا تو ہر فضیلت اور ہر شریفانہ اخلاق کو اختیار کرنے کا اس میں فطری ملکہ اور وجدانی شعور و احساس پیدا ہوگا۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بہت سے دیندار والدین اور بہت سے مرشدوں و پیروں اور تربیت کرنے والوں کا اپنے شاگردوں، مریدوں اور اولاد کے سلسلہ میں یہ عملی تجربہ کامیاب رہا ہے۔ چنانچہ یہ تجربہ و مشاہدہ سلف صالحین کی سیرت اور حقیقت و واقعہ کی دنیا میں صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ اور جب بچے کی تربیت اسلامی عقیدہ سے بعید اور دینی توجہات سے عاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہوگا تو بلاشبہہ بچہ فسق و فجور اور آزادی میں پروان چڑھے گا اور الحاد و گمراہی میں بڑھے اور پلے گا۔ پس اگر اس کا مزاج جامد ہوگا تو دنیاوی زندگی میں بے وقوفوں اور غافلوں کی طرح رہے گا۔ زندہ ہوگا لیکن

مردہ کی طرح۔ اور موجود ہوگا مگر غیر موجود کی طرح۔ کسی کو نہ اس کی زندگی کی خبر ہوگی اور نہ ہی اس کے مرنے سے کوئی خلا پیدا ہوگا۔

ف : معلوم ہوا کہ جہود و تعطل کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے بہت سے کمالات کی تحصیل سے آدمی عاری رہ جاتا ہے۔ (مقر الزمان)

اور اگر اس پر بہیمیت کا پہلو غالب ہوگا تو شہوات، خواہشات اور لذتوں کے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرے گا۔ نہ شرم و حیا اس کو روکے گی اور نہ اس کا ضمیر اس کی سرکوبی کرے گا اور نہ عقل اس کے لئے مانع بنے گی۔

اور اگر اس کا مزاج جذباتی قسم کا ہوگا تو اس کا مقصد دنیا میں غلبہ اور طاقت حاصل کرنا اور لوگوں پر بڑائی جتلانا اور حکم چلانا اور اپنی فوقیت کا اظہار کرنا اور اپنی زبان سے فخر و مباہات کرنا۔ اور اپنے کارناموں پر اترانا ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں اسے اس کی بھی پروا نہ ہوگی کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے لوگوں کی کھوپڑیوں سے محل تعمیر کرے اور پاک صاف لوگوں کے خون سے اسے منقش و آراستہ کرے۔
العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ف : چنانچہ آج کل کے سربراہوں اور سیاسی لیڈروں کا عموماً یہی حال زار ہے تو بہ، تو بہ۔ برین عقل و دانش بباہر گریست۔ (مقر الزمان)

اور اگر اس پر شیطانی پہلو غالب ہوگا، تو وہ مکاریاں کرتا اور تدبیریں سوچتا رہے گا۔ اور دوستوں میں تفریق کرے گا۔ اور ہلاک کرنے کے لئے بارودی سرنگیں پکھا دے گا۔ اور قتل کرنے کے لئے کنوؤں میں زہر گھول دے گا اور شکار کرنے کیلئے پانی کو گدلا کر دے گا۔ اور گناہوں کو آراستہ کرے گا اور لوگوں میں بغض و عداوت پیدا کرے گا۔

ف: ایسے لوگ اس زمانہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی قسارتِ قلبی اور سنگدل لوگوں کے شر سے ہم لوگوں کو محفوظ رکھیں۔ آمین! (ق)

پس اس طرح کا انسان اپنے نفسِ آارہ کے ساتھ ساتھ پھرتا رہتا ہے۔ جہاں اس کا نفس لے جاتا ہے وہاں چلا جاتا ہے اور اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ شہوت اور ہوا و ہوس اس کو اندھا بہرہ کر دیتی ہیں۔ اور یہ ایسی بُری چیز ہے جو خدا اور معبودِ بنِ بیٹھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ
بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ -
(القصص ۵۰)

اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو
اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو۔ بدون اس کے
کہ بجانب اللہ کوئی دلیل (اسکے پاس) ہو۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمانی تربیت ہی آزاد اور ہر قسم کے منحرف مزاج لوگوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اس کے بغیر نہ کسی قسم کی اصلاح ممکن ہے نہ استقرار و سکون کی توقع۔

ایمان و اخلاق کے درمیان اسی مضبوط ربط و تعلق اور عقیدہ و عمل کے درمیان اس عظیم و مستحکم رابطہ کی وجہ سے مغرب کے علماء تربیت اور ذمہ دارانِ اصلاحِ معاشرہ اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے مصلحین اس جانب متنبہ اور متوجہ ہو گئے ہیں اور اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور انھوں نے اپنا نقطہ نظر اور رائے یہ ظاہر کی ہے کہ دین کے بغیر نہ تو کامل و مکمل استقرار پایا جاسکتا ہے اور نہ ایمان کے بغیر اصلاح متحقق ہو سکتی ہے اور نہ اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔

چند اقوال :-

- ۱- چنانچہ جرمنی فلسفی فیختہ کہتے ہیں کہ دین کے بغیر اخلاق عبث و بیکار چیز ہے۔
- ۲- ہندوستان کے مشہور لیڈر گاندھی کہتے ہیں کہ دین اور اچھے اخلاق یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور یہ انفصال و جدائی قبول نہیں کرتے اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں ایسی وحدت و اتحاد ہیں جس میں تجزی نہیں ہو سکتی۔ دین اخلاق کے لئے روح کی مانند ہے اور اخلاق روح کے لئے فضا کی طرح ہے۔ بالفاظ دیگر دین، اخلاق کو اس طرح غذا پہنچاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو غذا پہنچاتا اور نشوونما کرتا ہے۔
- ۳- برطانوی جج مسٹر ڈینگ لکھتے ہیں کہ دین کے بغیر اخلاق کا وجود ناممکن ہے اور اخلاق کے بغیر کسی قانون کا پایا جانا ناممکن ہے۔ (ترجمہ ص ۱۸۶)
- ۴- غیر مسلموں کے مندرجہ بالا اقوال سے دین و ایمان کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوا۔ مگر ظاہر ہے کہ اسلام ہی ایسا مکمل دین ہے جس میں تعلیم و تربیت کا بہترین نظام ہے جس کا اپنا کر ہی آدمی اپنے لئے نیز جملہ مخلوق کیلئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ واللہ الموفق۔ (ق)
- ۵- اخلاق و کردار کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم نصیحتیں۔
- ۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا دیا نہ دیا۔ (ترمذی)
- ۲- نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بچوں کا اکرام کرو اور انہیں اچھی تربیت دو۔ (ابن ماجہ)
- ۳- نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچہ کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے۔ اور اس کا نام اچھا رکھے۔ (بیہقی)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھاؤ اور ان کو اچھی تربیت دو۔ (عبدالرزاق)

اس سے معلوم ہوا کہ تربیت کرنے والوں خصوصاً والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خیر کی باتیں سکھائیں اور اخلاق کی بنیادی باتیں ان کی گھٹی میں ڈال دیں۔

بچوں میں پائی جانے والی چار بڑی عادتیں۔

تربیت کرنے والوں اور والدین کو چاہئے کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ بچوں میں یہ چار باتیں نہ آنے پائیں۔ اس لئے کہ یہ نہایت قبیح اور بدترین اوصاف ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

جھوٹ کی عادت۔ چوری کی عادت۔ گالی گوج کی عادت۔ بے لگہ روی و آزادی کی عادت۔

۱۔ جھوٹ کی عادت :-

اسلام کی نظر میں سب سے بڑی خصلت جھوٹ ہے۔ چنانچہ جھوٹ کی بُرائی کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسلام نے اس کو نفاق کی خصلتوں میں سے شمار کیا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اربع من کن فیہ کان	جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خاص
منافقا خالصا ومن کان	منافق ہو گا۔ اور جس میں ان میں سے ایک
فیہ خصلۃ منہن کان فیہ	بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت
خصلۃ من النفاق حتی یدمھا	ہوگی۔ جب تک کہ اس کو چھوڑ دے

اذا اثم من خان جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو
 واذا حدث كذب خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو
 واذا عاهد غدر جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو
 واذا خاصم فجر۔ اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا
 (بخاری و مسلم) کرے تو گالی گلوچ کرے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے جھوٹ کی قباحیت
 و مذمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے منع فرمایا ہے۔

ف: اس حدیث سے جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی اور جھگڑے میں گالی گلوچ
 کی کیسی کچھ قباحیت ثابت ہوئی، جس سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ اسی لئے اس
 حدیث کی بہترین شرح کرتے ہوئے مصری عالم علامہ عبد العزیز خولیؒ "آداب النبوی"
 میں لوں رقمطراز ہیں "والحدیث دعاة کبیرة من دعاة الاخلاق التي ترتکز
 علیها عزة الامم وسعادتها" (الادب النبوی ص ۱۷۱) یعنی یہ حدیث اخلاق کے ستونوں
 میں نہایت اہم و عظیم ستون ہے جس سے امتوں کی سعادت و عزت کا مدار ہے۔ اس عبارت کو حضرت مرشدی
 مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ بہت پسند فرماتے اور سناتے تھے۔ (مقر الزمان)
 ۲۔ چوری کی عادت۔

چوری کی عادت جھوٹ کی عادت سے کم خطرناک نہیں ہے۔ اور چوری کی
 عادت ان پسماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلامی
 اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے۔ اور جو ایمانی تربیت سے صحیح طور پر فیضیاب
 نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ اگر بچپن سے بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف

اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا ہو، اور امانت داری اور ادائے حقوق کا خیال نہ ہو تو بلاشبہ بچہ آہستہ آہستہ دھوکہ بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا مالِ احمق کھانے کا عادی بن جائے گا۔ بلکہ وہ ایسا بد بخت اور مجرم ثابت ہوگا جس سے معاشرہ والے بے پناہ مانگیں گے اور اس کے بُرے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے۔

اس لئے والدین اور مربی حضرات کے ذمہ فرض ہے کہ بچوں کے دل میں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کریں اور یہ عقیدہ ان کے نفوس میں راسخ کریں۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں۔ اور خیانت اور چوری کے بُرے نتائج سے آگاہ کریں تاکہ چوری کی عادت نہ پڑے۔

یہ بات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کے پاس جو ساز و سامان اور روپیہ پیسہ ہے اس کی صحیح نگرانی نہیں کرتے اور اولاد کے صرف یہ کہنے سے کہ انھیں راستہ میں پڑا مل گیا ہے یا کسی ساتھی نے دے دیا ہے اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ان کی جھوٹی بات مان لیتے ہیں۔ تو فطری بات ہے کہ بچہ جب دیکھے گا کہ اس کا نگران اور مربی تحقیق سے کام نہیں لیتا تو بچہ مجرمانہ زندگی میں اور زیادہ نہمک ہو جائے گا۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور جب سزا پر عملدرآمد کا وقت آگیا تو اس چور نے لوگوں سے باوازا بلند کہا، میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹ دو۔ اس لئے کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے بڑے بھائی کے یہاں سے ایک انڈے کی چوری کی تھی تو میری والدہ نے مجھے نہ تنبیہ کی اور نہ مجھے یہ حکم دیا کہ میں انڈا بڑوسی کو واپس کر دوں۔ بلکہ چھپانے لگی اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میرا بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔

اگر میری ماں کے پاس جرم پر چھپانے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں معاشرہ میں
حور نہ بنتا۔

لہذا ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اولاد کی ایمانی تربیت
کا خاص خیال رکھیں۔ یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ اور اس کے حاضر و ناظر
ہونے کے عقیدے کو مضبوط کرنے کی سعی کریں۔ اس لئے کہ قانون اس سے قطعاً عاجز ہے
کہ لوگوں کو خیانت اور دھوکہ بازی سے باز رکھے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر
ہونے کا یقین ہی اس میدان میں اپنا کام دکھاتا ہے۔

ف: سبحان اللہ! کیا خوب بات ارشاد فرمائی۔ کاش مسلمان اس کو سمجھتے۔ (ق)
۳۔ گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت۔

گالی گلوچ اور فحش گوئی کی عادت ان قبیح ترین عادتوں میں سے ہے جو بچوں
میں عام طور سے رائج ہے۔ اس کا اصل سبب دو بنیادی باتیں ہیں۔

۱۔ بُرا نمونہ۔ جب بچہ ماں باپ کی زبان سے گالی گلوچ سنے گا تو لازمی طور سے
بچہ بھی ان کلمات کی نقل آتا رہے گا اور بری باتیں اور جھوٹ ہی ان کے منہ سے
نکلے گا۔

۲۔ بُری صحبت۔ بچہ جب گلیوں میں اور سڑکوں پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا
اور بُرے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا تو ظاہر بات ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے
لوگوں سے لعن طعن، گالی گلوچ اور گندی زبان ہی سنے گا۔ اس لئے ماں باپ
اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کے لئے نہایت پیار بھرا، میٹھا انداز
شائستہ زبان، پیار سے اور اچھے الفاظ سے بہترین نمونہ پیش کریں اور ساتھ ہی
لازم ہے کہ گلیوں (س)، اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدترین

ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کجی اور انحراف سے متاثر نہ ہو، اور ان کی عادت اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ نیز ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات و نتائج بد سے جو انسانی شخصیت کو نقصان پہنچاتے اور اس کے وقار کو مجروح کرتے ہیں، آگاہ کریں اور ان کے سامنے ان کے نتائج کو کھول کر بیان کریں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ احادیث بتلائیں اور سکھائیں جو گالی گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں۔ جیسا کہ سرور کوئین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ سباب المسلم فسوق وقتاله مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نہیں گراتیں لوگوں کو جہنم میں جہرے کے بل مگر وہ باتیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ (سنن اربعہ، مسند احمد)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گو اور گندی و بیہودہ باتیں کرنے والا۔ (جامع ترمذی)

چنانچہ دیکھ لیجئے کہ بچہ جب پیارے اور اچھے الفاظ بولتا ہے تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور جب وہ لعن طعن کا لم گلوچ کرتا ہے تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔ لہذا تربیت کرنے والوں کو اس کا بید خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ بچہ باادب طریقہ سے گفتگو کرنے کا عادی ہو۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ایسا بچہ بلاشبہ گھر کا ایک پھول اور لوگوں میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوگا۔ (ترجمہ ص ۱۹۷)

۴۔ بے راہ روی اور آزادی کی عادت۔

اس بیسویں صدی میں جو بدترین چیز مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں پھیل گئی ہے وہ بے حیائی اور آزادی ہے۔ چنانچہ آپ بہت سے قریب البلوغ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اندھی تقلید کے پیچھے بری طرح پڑے ہوئے ہیں۔ اور گمراہی اور آزادی کے خیطاب میں نہ جا رہے ہیں۔ اس لئے بہتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا مقصد حیات ہی صرف یہ ہے کہ وہ ظاہر کے لحاظ سے پتی بن جائیں۔ ان کی چال میں لاکھ ٹراہٹ اور گفتگو میں فحش اور بے حجابی جھلکتی ہوگی۔ اور وہ کسی ایسی آزاد اور گرگیزی لڑکی کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔ جس کے قدموں پر اپنی مردانگی ذبح کر ڈالیں اور اس کی دوستی حاصل کرنے میں اپنی شخصیت کو قتل کر ڈالیں۔ اس طرح ایک فساد سے دوسرے فساد کی جانب اور ایک بے حیائی سے دوسری بے حیائی کی طرف چلتے رہتے ہیں۔ اور آخر کار ایک ایسے گٹھے میں گر جاتے ہیں جو انکی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ فہ زمانہ حال کی کیسا خوب تر جانی فرمائی جس کی صداقت میں ذرا بھی شک نہیں۔ (قرآن زمانہ)

شخصیت کے محفوظ کرنے کے بنیادی اصول :-

پس اس بے راہ روی اور آزادی کی اصلاح و تربیت کے لئے اسلام نے جو بنیادی اصول مقرر کئے ہیں ان میں سے اہم دھات اور ممتاز بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اندھی تقلید اور دوسروں کی مشابہت سے ممانعت۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

خالفوا المشرکین اذ فردا! للہی مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ

واحفوا الشوارب (بخاری و مسلم) اور مونچھیں کاٹو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ عیش و عشرت میں پڑنے کی ممانعت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ایاکم والتنعرفان عباد اللہ تم لوگ ناز و نعمت اور عیش و عشرت میں

لیسوا بالمتنعین۔ پڑنے سے بچو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے

(احمد۔ ابو نعیم) ناز و نعمت میں نہیں پڑتے۔

ناز و نعمت سے مراد یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ لذتوں میں منہمک ہو جائے اور عیش و عشرت اور ناز و نخرے میں پڑا رہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ ہمیشہ ناز و نعمت میں پڑے رہنے سے انسان دعوت و ارشاد اور جہاد کے فریضہ سے پیچھے رہ جائیگا اور آزادی و بے راہ روی کی وادیوں میں پھنسا رہے گا۔ اور یہ چیز بیماریوں کے پھیلنے کا ذریعہ بھی ہے۔ (تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۱۸۳)

۳۔ موسیقی، باجے اور فحش گانے سننے کی ممانعت۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جہان کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں، گانے بجانے کے آلات، شراب اور ان کے بتوں کو ختم کر ڈالوں جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوا کرتی تھی۔ (احمد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گلے کی آواز سنتا ہے اسے اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ جنت میں روحانیین کی آواز سنے۔

(ترمذی)

اور یہ بات کسی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت پر مخفی نہیں کہ ان حرام چیزوں کا سننا بچے کے اخلاق پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو شہوات اور حیوانی لذتوں کے سمندر میں ڈھکیل دیتا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں عام طور پر ریڈیو، اور ٹیلیوژن وغیرہ میں اتہائی فحش قسم کے باجے و گانے اور عریاں ڈانس و رقص نشر ہوتے ہیں اس لئے ان کو دیکھنا اور ان کے موجودہ پروگراموں کو سننا بہت بڑا گناہ اور سخت حرام ہے۔ (ترجمہ ص ۲۰۲)

۴۔ میجرطابین اور عورتوں سے مشابہت کی ممانعت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو میجرطے بنتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی جو مرد بنتی ہیں۔ (یعنی مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ریشم کا ایک ٹکڑا لیا اور اپنے داہنے ہاتھ میں تھام لیا اور سونا اٹھا کر بائیں ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔

لہذا وگت (یعنی مصنوعی بال) یا دوسروں کے بال لگانا، مردوں کے لئے سونا اور ریشم استعمال کرنا، عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا، اسی طرح مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا، عورتوں کا ایسا لباس پہننا جسے پہننے

کے باوجود عریاں نظر آویں۔ تو یہ سب کے سب بیچڑے پن اور بے حیائی کے مظاہر ہیں۔ اور مردانگی کو ختم کرنے والے اور شخصیت کو زسوا و ذلیل کرنے والے اور شرافت و اخلاق کے لئے گہرا زخم ہیں۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے امت کو گندی آزادی، اور ناپسندیدہ اختلاط اور نابالغوں اور لوجوانوں کو بُرائی، بے حیائی اور بد اخلاقی کی طرف ڈھکیلنا ہے۔

۵۔ بے پردگی اور بن سنور کر نکلنے کی ممانعت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
وَبَنَاتِكَ وَبَنَاتِ الْمُؤْمِنِينَ
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيقِهِنَّ
ذَلِكَ أَذْفَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ
فَلَا يُؤْذِينَ۔ وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا رَحِيمًا۔

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی بیویوں
اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے
مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ
اپنی چادریں (سر سے) اپنے (چہرہ کے) باہر
تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں۔ اس سے جلد
پہچان ہو جایا کرے گی۔ تو آزار نہ دی جیلا
کریں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

(الاحزاب ۵۹)

اس آیت کے تحت ابن جریر رحمہ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا

قول نقل کرتے ہیں کہ۔

اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام یا ضرورت
سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے کو چادر سے ڈھانپ لیا کریں اور صرف ایک آنکھ
کھولیں۔ اور علامہ ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ اجنبی مردوں سے جوان عورت کو

اپنا چہرہ چھپانے اور باہر نکلنے کے وقت پردہ کرنے اور پاکدامن رہنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ فاسق و بدکردار ان کے سلسلہ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک یَسْذُنَّ عَلَیْہِمْ مِنْ جَلَدٍ یَسْذُنَّ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عورتیں کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور جسم کو چادر سے ڈھانک لیں۔

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابیات کے اقوال۔

ابوداؤد، ترمذی اور مؤطا امام مالک میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے والی عورت کو حالت احرام میں یہ حکم دیا کہ وہ نہ نقاب لگائیں اور نہ دستانے پہنیں۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں عورتیں چہرہ ڈھانپنے اور دستانے پہننے کی عادی تھیں۔ اسی لئے حالت احرام میں انھیں اس سے روکا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم علی الاطلاق نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ آنے والی وہ احادیث جنہیں ہم ابھی ذکر کریں گے وہ خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتے تھے، چنانچہ جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم میں سے ہر عورت اپنی چادر کو اپنے چہرے پر ڈال لیتی۔ اور جب وہ ہم سے آگے بڑھ جاتے تو چہرہ کھول لیا کرتی تھیں۔ (سنن ابوداؤد)

نیز حضرت فاطمہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپایا کرتے تھے اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے

ساتھ تھے۔ لیکن چہرہ چھپانے پر وہ ہم پر کوئی اعتراض نہیں کرتی تھیں۔
(موطأ امام مالک)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورت اپنی چادر سر کے
اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکائے گی۔ (فتح الباری)

ان صحیح احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں کسی کام سے اگر باہر نکلتی
تھیں تو منہ کو چھپایا کرتی تھیں، خواہ حالت احرام میں کیوں نہ ہوں۔ اور وہ یہ
سمجھتی تھیں کہ پردہ ضروری ہے اور شریعت مطہرہ نے اس کا حکم دیا ہے۔

ائمہ مجتہدین کے اقوال :-

جمہور ائمہ مجتہدین جن میں امام شافعیؒ و احمد و مالک شامل ہیں، یہ
حضرات فرماتے ہیں کہ عورت کا چہرہ بھی عورت ہے۔ اس کا چھپانا واجب ہے
اور غیر محرم کے سامنے اس کا کھولنا حرام ہے۔ اس کے بعد مؤلف رحمۃ اللہ نے
ان حضرات میں سے ہر ایک کے دلائل بھی پیش کئے ہیں جو چاہے ان کا مطالعہ کر لے
ائمہ احناف اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے عورت کا چہرہ عورت
نہیں ہے۔ لہذا اگر چہرہ کھولنے سے کوئی فتنہ مرتب نہ ہو تو اس کا کھولنا جائز ہے لیکن
اگر کسی فتنہ کا احتمال ہو تو فتنہ کے سد باب اور فساد کے دور کرنے کے لئے اس کا کھولنا
حرام ہو جائے گا۔ مگر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اس معاشرہ
میں جبکہ ہم حیوانوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا اس میں کوئی شخص چہرہ کھولنے
سے فتنہ و فساد پھیلنے سے انکار کر سکتا ہے۔ ؟۔ لہذا جب صورت حال یہ ہے، تو

عہد بس عورت حالت احرام میں کوئی چیز پیشانی کے اوپر اس طرح لٹکا کر ٹوٹا لٹکا کر چہرے کو نہ لگے۔ (ماخوذ از معالم الجراح)

غیرت مند باپ کو چاہئے کہ اپنی بیوی اور بچیوں کو چہرے پر نقاب ڈالنے کا حکم دے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری اور پاکباز صحابیات رضی اللہ عنہن کی پیروی اور ائمہ مجتہدین کے فیصلے کی اتباع کے لئے ان کو منہ چھپانے کا حکم دے۔ (ترجمہ صفحہ ۲۹)

ف: یقیناً درسِ زمانہٗ فساد احتیاط کا تقاضا ہی ہے کہ عورتوں کے چہرے کا بھی پردہ واجب ہو۔ (قمر الزمان)

مرد و زن کے اختلاط کی ممانعت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار نہیں کرتا مگر یہ کہ شیطان اس کے ساتھ ان کا تیسرا (ساتھی) ہوتا ہے۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ تم عورتوں کے پاس جلنے سے بچو۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! جیٹھ اور دیور وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ موت ہیں (یعنی موت کی طرح نقصان دہ ہیں)۔ (بخاری و مسلم)

(ترویۃ الاولیاء ص ۱۹۴)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص بھی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجانہ ہو۔ سوائے اس رشتہ دار کے جو محرم ہو۔ (یعنی جس سے نکلج ہمیشہ کے لئے حرام ہو)۔ (بخاری و مسلم)

ف: بلکہ اس زمانہٗ فساد میں ان سے بھی پرہیز رکھا جائے تو مناسب ہے۔ یعنی ان سے بے محابا بے پردگی نہ کی جائے۔ (قمر الزمان)

اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنے کی حرمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ لِّلنَّاسِ مِنۡنِیۡنَ یَغۡضُوۡا مِنۡ
اَبۡصَارِہِمْ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوجَہُمۡ
اَیۡمٰنٌ مِّنۡ رَّبِّہُمۡ
(النور ۳۰)

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی
نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی
حفاظت کریں۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اچانک بڑ جانے والی
نگاہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد
فرمایا اصرف بصرک یعنی اپنی نگاہ کو پھیر لو (ہٹالو)۔

پس جب تمام معاشرے اور سب قومیں ان اسلامی احکام پر عمل کریں گی
تو یقیناً وہ پاکیزگی اور عزت و بزرگی کے باغوں میں شان سے اکڑا کر چلیں گی،
اور امن و امان کے سایہ میں مزے کریں گی اور عزت و شرافت کی چوٹی
پر پہنچ جائیں گی۔ واللہ ولی التوفیق۔

ف : مگر افسوس کہ اب ہم میں سے اکثر مردوں اور عورتوں کا عمل اس کے خلاف ہے جیسا
کہ مشاہد ہے۔ اسی لئے ہمارے سلف اکابر عزت و شرافت کے جس درجہ تک پہنچے اس سے
ہم لوگ محروم ہیں۔ (قمر الزمان)

اس لئے تربیت کرنے والوں اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی
درستگی اور اس کی اصلاح اور شخصیت کے نکھارنے کے لئے دقیق نگاہی کریں۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو مکارم اخلاق اور خوش خلقی
کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، ان سے بچوں کو آگاہ کریں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا، مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (احمد)
 نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بھاری چیز جو قیامت
 کے روز میزانِ عمل میں رکھی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور حسن اخلاق
 ہے۔ (ابوداؤد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومنوں میں کامل ایمان والا
 وہ شخص ہے جو ان میں بہترین اخلاق کا مالک ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)
 اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اندر
 یہ اوصاف پیدا کریں اور اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں تاکہ بچوں کے لئے بہترین
 نمونہ پیش کر سکیں۔ پس اے مرقی حضرات! اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو جو
 ذمہ داری سونپی ہے اسے پوری کیجئے۔ اور اپنا فریضہ بحسن و خوبی ادا کیجئے۔ اگر
 آپ کے صحیح طریقہ سے امانت ادا کر دی تو آپ اپنے بچوں کو گھر میں مہکتا
 ہوا پھول، معاشرہ میں پُر نور اور عالم میں روشن چاند پائیں گے جو فرشتوں کے
 مثل پر سکون طریقہ سے زمین پہ چلتے پھرتے ہوں گے۔
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَقُلْ اَعْمَلُوا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ
 عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ
 اور آپ کہہ دیجئے کہ جو چاہو عمل کئے جاؤ
 سوا بھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تم
 اور اس کا رسول اور اہل ایمان۔ (التوبہ ۱۰۵)

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۱۷۷)

فصل ثالث

جسمانی تربیت کی ذمہ داری

وہ بڑی ذمہ داریاں جو اسلام نے تربیت کرنے والے والدین اور اساتذہ کو سونپی ہے اس میں جسمانی تربیت کی ذمہ داری بھی ہے۔ تاکہ بچے جسمانی قوت و سلامتی، نشاط و چستی اور صحت و تندرستی کے مالک ہوں۔ اب آپ حضرات اپنی اس ذمہ داری کے نکات کو سمجھ لیں جو اسلام نے آپ پر فرض کی ہے۔

۱۔ بیوی بچوں کے اخراجات کا واجب ہونا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِشْقُهُنَّ
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ
(البقرہ ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے
ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا
قاعدے کے موافق۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل و عیال پر خرچ کرنے اور فراخی کرنے سے مزید اجر و ثواب ملتا ہے۔ اسی لئے اگر ان پر خرچ نہ کرے تو اسے گناہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
كُفِيَ بِالْمَرْءِ اثْمَانُ يَضِيعُ
انسان کے گنہگار ہونے کیلئے اتنی بات کافی
ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن
کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اس پر
من یقوت۔
(ابوداؤد)

عائد ہوتی ہے۔

اہل و عیال پر نفقہ اور خرچ میں یہ بھی شامل ہے کہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے لئے صحیح غذا اور قابل رہائش مکان اور قابل استعمال لباس مہیا کرتے تاکہ وہ لوگ بیمار نہ پڑ جائیں اور ان کے جسم و باؤں اور بیماریوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔

۲۔ کھانے، پینے اور سونے میں طبی قواعد کا لحاظ رکھنا

کھانے کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی یہ ہے کہ پیٹ بھر لے سے بچا جائے اور ضرورت سے زائد کھانے پینے سے احتراز کیا جائے۔

پینے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تین سانس یا دو سانس میں پانی پینا چاہئے اور برتن میں سانس نہ لیتا چاہئے۔ اور کھڑے ہو کر پانی (یا چائے وغیرہ) نہیں پینا چاہئے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو۔ بلکہ دو یا تین سانسوں میں پانی پیا کرو۔ اور جب پانی پینا ہو، تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ (یعنی بسم اللہ کہہ لیا کرو) اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف بیان کرو (یعنی الحمد للہ کہو)۔ (ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پئے۔ اور جو بھول کر پی لے اسے چاہئے کہ قے کر دے۔ (مسلم)

ف: اس سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی کس قدر مذمت مفہوم ہوئی۔ مگر آج کل اکثر مسلمان اس سنت کی بھی اتباع نہیں کرتے۔ البتہ وہ حدیثیں جن سے کھڑے ہو کر پینے کا ثبوت ملتا ہے وہ ضرورت کے وقت بیان جواز کیلئے ہیں۔ (ق)

سونے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت ہے کہ انسان

داہنے کروٹ پر لیٹے۔ اس لئے کہ بائیں کروٹ پر لیٹنا دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو پہلے نماز والا وضو کرو۔ پھر اپنے داہنے کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اَسَلْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ اے اللہ! میں نے اپنا نفس و جان آپ
وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ کے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ آپ کی طرف
وَقَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے حوالے کیا اور
وَالْجَاؤُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ اپنی پشت آپ کے سامنے بھکادی۔ آپ سے
رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ امید و رغبت اور آپ کے خوف و ڈر کے
لَا مَلْجَا وَلَا مَلْجَا اِلَّا ساتھ۔ آپ کے سوا نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور
اِلَيْكَ اَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں آپ کی اس کتاب
اَنْزَلْتَ وَنَسِيتُ الَّذِي پر ایمان لیا جسے آپ نے نازل کیا اور اس
اَرْسَلْتَ۔ (بخاری، مسلم) نبی پر جسے آپ نے بھیجا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کلمات کو تم اپنی آخری گفتگو بناؤ۔

۳۔ متعدی امراض سے بچنا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تعیف کے وفد میں ایک صاحب جذام (کوڑھ) کے مرض میں گرفتار تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ :-

ارجع فقد بايعناك تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔ (مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فَرَمَنَ الْمَجْذُومَ فَرَادَكَ مِنْ تَمِ جِذَامِي سَے ايسا دور بھاگو جيسا کہ تم
الاسد۔ (بخاری) خیر سے دور بھاگتے ہو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بیمار (متعدی امراض میں
بتلا) آدمی تندرست کے پاس نہ جائے۔

اس لئے مرتبوں خصوصاً ماؤں کو چاہئے کہ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی بچہ
کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسے دوسرے بچوں سے الگ تھلگ
اور دور رکھیں۔ تاکہ مرض پھیلنے نہ پائے۔ دیکھئے بدن کی نشوونما اور صحت کی
حفاظت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رہنمائی کتنی عظیم ہے۔

(ترجمہ ص ۲۲۳)

۴۔ مرض اور اس کا علاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لکل داء دواء فاذا اصاب ہر بیماری کی ایک دوا ہوتی ہے۔ چنانچہ
الدواء الداء برأ باذن جب بیماری کے مطابق دوا پہنچتی ہے تو
اللہ عزوجل۔ (مسلم، احمد) اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا حاصل ہو جاتی ہے

اس لئے والدین اور مرتبوں کو چاہئے کہ بچوں کی بیماری کی صورت میں
ان کے علاج و معالجہ کا خیال رکھیں۔ اس لئے کہ اسباب و وسائل کا اختیار کرنا
فطری تقاضوں اور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

۵۔ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو
(ابن ملبہ) نقصان پہنچاؤ۔

اس قاعدے کی رو سے مربیوں اور خصوصاً ماؤں کے لئے ضروری ہے کہ وہ
اپنے بچوں کو ان طبی تعلیمات اور ہدایات کا پابند بنائیں جو صحت کیلئے ضروری ہیں۔
چنانچہ کچا پھل کھانا، جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور بیماری کا سبب ہے
اس لئے مربیوں کا فریضہ ہے کہ اس سے ان کو منع کریں۔ نیز چونکہ بچوں اور بزرگوں
کو دھوئے بغیر کھانا بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کا
فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو ہدایت کریں کہ وہ پھل اور سبزیاں دھو کر استعمال کریں۔
اسی طرح کھانے پر کھانا یعنی پیٹ بھرا ہونے کے باوجود کھانا امراض معدہ کا
سبب بنتا ہے۔ اس لئے مربیوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ
وہ صرف مخصوص اوقات ہی میں کھائیں۔

اور چونکہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا مرض پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے مربیوں
کو چاہئے کہ وہ بچوں کو بتائیں کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے
کے اسلامی طریقہ پر عمل کریں۔

اور چونکہ کھانے میں پھونک مار کر ٹھنڈا کرنا جسمانی تکالیف کا سبب بنتا ہے
اس لئے مربیوں کو اس سے منع کرنا چاہئے۔ پس جب اس طرح مربی طبی تعلیم پر عمل
کے گا تو بلا شک اولاد توانا و تندرست اور صبح و سالم پرورش پائے گی۔

۶۔ بچوں کو ریاضت، ورزش اور شہساری کا عادی بنانا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

المؤمن القوی خیر واجب طاقتور مومن بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ

الى الله من المومن الضعيف محبوب ہے اس مومن کے نسبت جو
(مسلم) کمزور ہو۔

اس نے اسلام لے تیرا کی اور تیرا اندازی اور گھوڑ سواری سیکھنے کی دعوت دی ہے
چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

عليكم بالرمي فانه من تم تیرا اندازی سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے کھیل
خير لھوكم۔ (طبرانی) کو دین سے بہتر مین کھیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا :-

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ (اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے تمہارا

مِنْ قُوَّةٍ۔ ثم قال الا ان اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست کہو)

القوة الرمي۔ الا ان القوة اور پھر آپ نے فرمایا سن لو، قوت تیرا اندازی

الرمي۔ الا ان القوة الرمي۔ ہے۔ سن لو قوت تیرا اندازی ہے۔ سن لو

(مسلم) قوت تیرا اندازی ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ریس، مسابقت اور
مقابلہ سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور تیرا اندازی کے اور کسی چیز میں جائز نہیں
اس لئے کہ جنگ و جہاد میں یہ مسابقت اور مقابلہ پیدا اثر انداز ہوتا ہے۔

ف، لہذا اس زمانہ میں جو چیزیں جہاد کی تیاری میں مفید و موثر ہو سکتی ہوں، ان کو اختیار
کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ ضروری ہیں۔ (ق)

۷۔ بچوں کو عیش و عشرت میں نہ پڑنے کا عادی بنانا۔

امام احمد اور ابو نعیم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت
کرتے ہیں کہ :-

ایسا کروا التنعرفان عباد اللہ تم ناز و نعمت میں پڑنے سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
لیسوا بالمتنعمین۔ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔

سادہ زندگی اختیار کر لے اور معمولی لباس استعمال کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے لئے بہترین نمونہ اور اعلیٰ ترین مقتدا ہیں۔ آپ نے کھانے پینے میں، رہائش
میں، غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی کو پسند فرمایا ہے۔ تاکہ مسلم معاشرہ اور امت
آپ کی اقتدار کر کے بے جا نمود و نمائش سے چھٹکارا پا جائے۔ اور یہ بات تو صاف
ہے کہ جب امت مسلمہ نعمتوں میں مست اور کھانے پینے میں مستغرق ہو جائے گی
تو بہت جلد اپنے مقام سے گر جائے گی۔ اور دشمن کے سامنے گردن جھکا دے گی
اور اس کے نوجوانوں کے دلوں سے صبر اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح ماند پڑ جائے گی
چنانچہ حال ہی میں جہاندلس کا ہولناک واقعہ پیش آیا تو اس کا سبب بھی تھا کہ وہاں کے لوگ عیش و عشرت میں ایسے
مست و بے خود ہو گئے کہ ان کے اندر دشمن سے مقابلہ کی سکت ہی باقی نہ رہی جسکی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ
۸۔ بچے کو لایا ابالی پن اور بے راہ روی سے بچانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

احرص علی ما ینفعک واستعن ایسی چیز کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچانے
باللہ ولا تعجز۔ والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔

(مسلم) اور عاجز و کامل نہ بنو۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے عجز و کاہلی وغیرہ کی مذمت
و قباحت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے مربی حضرات خصوصاً والدین کا فریضہ ہے کہ
بچپن ہی سے بچوں کی دیکھ بھال رکھیں۔ اور ان میں مردانگی، خودداری، رقت
اور اخلاق کی برتری اور اہمیت پیدا کریں۔ اسی طرح یہ ذمہ داری بھی ہے کہ

بچوں کو ہر اس چیز سے دور رکھیں جو ان کی مردانگی اور شخصیت کو تباہ کرنے والی ہوں۔ واللہ ولی التوفیق۔

قریب البلوغ اور نوجوانوں میں پانی جانیوالی عادتیں:-

۱۔ سگریٹ نوشی کی عادت ۲۔ مشیت زنی کی عادت ۳۔ منشیات کے استعمال کی عادت ۴۔ زنا اور لواطت کی عادت۔

۱۔ سگریٹ نوشی کی عادت۔
ہمارے معاشرہ میں جو چیز وبائی شکل میں پائی جاتی ہے وہ سگریٹ نوشی ہے جو تمام عادات سے زیادہ چھوٹوں، بڑوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لعنت سے وہی شخص محفوظ رہے جس نے خواہشات پر قوت ارادہ کو اور جذبات پر عقل کو اور فساد پر اصلاح کو فوقیت و ترجیح دی ہے۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں سگریٹ نوشی میں بہت سے نقصانات ہیں۔ مثلاً:-
الف۔ صحت سے متعلق نقصانات۔

اطباء کے فیصلہ کے مطابق یہ بات قطعی ہے کہ سگریٹ نوشی مورثِ سیل ہے اور پھیپھڑوں میں سرطان پیدا کرتی ہے۔ حافظہ کو کمزور کرتی ہے اور اشتہا (بھوک) کو کم کرتی ہے۔ اور چہرہ اور دانتوں کو زرد کرتی ہے۔ اور دمہ و تنفس کی موجب ہے۔ اعصاب میں ہيجان پیدا کرتی ہے اور جسم میں عمومی انحطاط کا سبب بنتی ہے اخلاق کو بگاڑتی ہے اور قوت ارادی کو کمزور کرتی ہے۔ نیز سستی اور کاہلی پیدا کرتی ہے۔

ب۔ مالی نقصانات۔

یہ یقینی بات ہے کہ ایک محدود آمدنی والا شخص روزانہ سگریٹ نوشی پر اپنی تنخواہ کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ اور اس طرح سے جو ضیاع اور گھربار کا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو خاندان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ کوئی مخفی چیز نہیں ہے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اس لئے اس عادت کو نہیں چھوڑتے۔

سگریٹ نوشی کا شرعی حکم

۱۔ فقہاء و مجتہدین کے یہاں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تباہی تک پہنچائے اور ہلاکت میں ڈال دے اس سے بچنا واجب اور اس کو اختیار کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ
(البقرہ ۱۹۵)

اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”مَنْ خَذَ نَقْصَانَ النَّاسِ أَوْ نَفْسًا“ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔ (احمد)۔ اس لحاظ سے جب سگریٹ نوشی کا جسمانی لحاظ سے نقصان وہ ہونا ثابت ہو گیا ہے تو شرعاً اس سے بچنا واجب اور اس کا استعمال حرام ہو گا۔

ب۔ عقل سلیم والوں کا مسئلہ فیصلہ ہے کہ سگریٹ خبیث اور گندی چیزوں کے زمرہ میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ جسم کے لئے مضر ہے اور منہ میں گندگی پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے اور گندی چیزوں کو حرام کیا ہے۔ تاکہ اس کے جسم کی حفاظت ہو۔ اور اخلاق

اور قوت فکریہ محفوظ رہے۔ اور معاشرہ میں انسان ابھی شکل میں جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَخْبِیْثَ بِالطَّبِیْعِ (نمل ۲) تم ابھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو۔
نیز فرمایا:-

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِیْثَ۔
اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں۔ (الاعراف ۱۵۷)

ج۔ اس کے ساتھ ساتھ تبا کو نوشی عقل میں خلل اور جسم میں فتور پیدا کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فتور پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

یہ تمام نصوص اپنے مدلول و مفہوم کے لحاظ سے اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ سگریٹ نوشی حرام ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کا نقصان بہت زیادہ اور اس کی گندگی اور خباثت کھلی ہوئی ہے۔
مذکورہ بیماری کا علاج:-

اولاً تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اخبارات، رسالوں اور ریڈیو کے ذریعہ اس کے نقصانات نشر کرے اور مفکرین اور اصحاب قلم سے مدد لے۔ اور اس پر ٹیکس زیادہ لگاوے اور عمومی جگہوں پر پہنچنے سے روک دے۔ اور جو بڑے بوڑھے، سگریٹ نوشی کے عادی ہو گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جالے اور پیش ہونے کا خیال کریں۔ اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور اس سگریٹ نوشی کو بھی دیکھ رہا ہے جو اسے ناپسند ہے۔ اور جو بچے اس مرض کا شکار ہو گئے ہیں ان کو

ہرگز آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ انھیں سمجھا دیا جائے کہ اس سے باز رکھا جائے۔ ورنہ وہ درجہ بدرجہ اس سے زیادہ قبیح اور بری چیز کا ارتکاب کریں گے جو بہت زیادہ فساد اور انحراف کا سبب اور ذریعہ بنے گا۔

۲۔ مشت زنی کی حادثہ :-

یہ لعنت قریب البلوغ لڑکوں اور نوجوانوں میں بہت عام ہے۔ اور اس کے پھیلنے اور عام ہونے کا اصل سبب سڑکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں عورتوں کا فتنہ انگیز، بھرپور، چست و عریاں لباس اور بیہودہ چال ڈھال اور ہیجان خیز زیب و زینت کے ساتھ مردوں کے سامنے بے دھرمک نکلنا اور گھومنا پھرنا ہے اور جوانوں کو دعوتِ نظارہ دینا ہے۔ پس اگر قریب البلوغ لڑکوں میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا وہ تصور نہ پایا جائے جو اسے گناہوں سے روک دے تو ظاہر ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک میں ضرور گرفتار ہو جائیں گے۔ یا تو حرام کاری کے ذریعہ اپنی جنسی بھوک مٹائیں گے۔ یا مشت زنی کے ذریعہ اپنی شہوت کی خفت کو کم کریں گے۔

مشت زنی کے نقصانات :-

طبی نقطہ نظر سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کا عادی مندرجہ ذیل امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

۱۔ جسمانی نقصانات

اس سے طاقت اور قویٰ کا کمزور ہونا، جسم کی لاغری، اعضاء میں ارتعاش و کپکپی، دل کی دھڑکن، نگاہ و حافظہ کی کمزوری، نظام ہضم کی خرابی، پیچھے پٹوں میں سوزش کا پیدا ہو جانا جو بالعموم دق و سل کا سبب بنتا ہے اور آخر میں دورانیہ

خون پر اثر پڑتا ہے اور خون کی کمی کی شکایت ہو جاتی ہے۔
ب۔ جنسی نقصانات

ان نقصانات میں سے اہم ترین نقصان نامردی کا مرض ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان آدمی شادی کے لائق نہیں رہ جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے عورت نفرت ہی کرے گی۔ جس کی وجہ سے ازدواجی سلسلہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور عورت درپردہ دوسرے مردوں سے دوستیاں پیدا کر لگی۔

ج۔ نفسیاتی اور عقلی نقصانات

نفسیات کے اہرین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس عادت میں مبتلا شخص بہت سے نفسیاتی اور خطرناک عقلی و دماغی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً ذہول، نسیان، قوت ارادی کی کمزوری، حافظہ کی کمزوری، تنہائی اور گوشہ نشینی کی طرف میلان، حیا و شرم کا غلبہ، ہستی کا احساس، نیز احساس کمتری وغیرہ۔
اس کا مفید ترین علاج :-

۱۔ ابتداء جوانی میں شادی کر دینا۔ اس لئے کہ شادی اس خطرناک عادت کی بیخ کنی کرنے کا کامیاب و مفید علاج ہے۔

۲۔ نفل روزے۔ اگر ایسے ناسازگار حالات ہیں کہ نوعمری میں شادی نہ ہو سکے تو اسلام نے ایسے لوگوں کو روزے پر مداومت کی جانب رہنمائی کی ہے۔ اس لئے کہ روزہ شہوت کی زیادتی کو کم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کو زیادہ کرتا ہے اور روزے سے اللہ تعالیٰ کے مراقبہ میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں سے بچنا۔ مرتبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نصیحت کے فریضے کو ادا کریں اور بچوں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتے رہیں کہ

ایسی عورتوں کو دیکھنا جو لباس پہن کر بھی تنگی ہوتی ہیں اور اپنے محاسن و جمال کی نمائش کرتی ہیں۔ اور ایسے رسائل کا پڑھنا جس کو عزت و آبرو سے کھیلنے والے تاجر رواج دیتے ہیں، اور ان یہودہ و فحش گانوں کا سنا جو ریڈیو سے نشر کئے جاتے ہیں یہ سب بغیرت کو مدہوش اور شرافت کو ملوث اور اخلاق کو خراب اور عزت و کرامت کو ختم اور جسم کو کمزور اور عقل و سمجھ کو معطل اور حافظہ کو کمزور کرتے ہیں۔ اور جنسی جذبات کو ابھارتے اور شخصیت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اے کاش کہ ہمارا نوجوان طبقہ یہ نصیحت سن لے اور ان نتائج کا حساب کتاب کر لے۔ تو پھر پاکباز صاحبین اور نیک مومنین کے زمرہ میں شامل ہو جائے جو عظیم ترین نعمت ہے۔

۴۔ فرصت کو نفع بخش امور میں صرف کرنا۔

قریب البلوغ لڑکوں کو سمجھائیں کہ وہ اپنا وقت کس طرح گزاریں۔ وقت کے گزارنے اور فرصت کو پُر کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ پس ایسے لڑکے کو چاہئے کہ یا تو وہ جسمانی ریاضت میں لگ جائے جس سے جسم کو قوت حاصل ہو یا پاکیزہ سیر و تفریح میں مشغول ہو جس میں قابل اعتماد ساتھی ہوں۔ یا کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہو جو اسے علمی میدان میں فائدہ پہنچائے۔ یا کسی دستکاری میں مشغول ہو کر اپنے رجحانات کو جلا بخشنے، یا کسی دینی درس میں شریک ہو جائے جس سے اس کے اخلاق درست ہوں، یا کسی ثقافتی علمی مقابلہ میں شریک ہو جس سے عقل میں تیزی آئے، یا تیر اندازی وغیرہ و دیگر وسائل جہاد کی مشق کرے اور اس کے علاوہ دوسرے اور فائدہ بخش میدان و وسائل کو اختیار کرے جو فکر کو غذا پہنچائے۔ اور روح کو بالیدگی اور جسم کو قوت بخشنے۔

۵۔ اچھے ساتھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اپنے دوست کا ہم مذہب ہوتا ہے اور ساتھی ساتھی ہی کی اقتدا کرتا ہے اور پرندے اپنے ساتھیوں کے پاس ہی اترتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

المراء علی دین خلیلہ فلینظر انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے
احدکم من یمثل۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دیکھ
(ترمذی) لے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

اور یہ بات تو یقینی طور سے معلوم ہے کہ جو شخص گناہگاروں، فاسقوں، فاجروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تو وہ اس کو لازمی طور پر گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور فتنے و فجور کی طرف ہی دھکے دیں گے اور شخصی منافع اور دنیوی اغراض کی وجہ سے اس کی دوستی اختیار کریں گے۔ بخلاف نیک ساتھیوں کے کہ وہ صلاح کی طرف لے جائیں گے اور ان کی دوستی خلوص پر مبنی ہوگی۔

۶۔ طبی تعلیمات پر عمل کرنا۔

گرچی کے دنوں میں ٹھنڈے حماموں میں جانا، ریاضت بکھیل کر اور جسمانی ورزش کرنا۔ ایسے کھانوں سے بچنا جو گرم مصالحوں وغیرہ پر مشتمل ہوں۔ کافی، چائے گوشت، انڈے وغیرہ کا استعمال کم کرنا۔ چٹا یا اونٹھے منہ نہ سونا، بلکہ سنت کے مطابق داہنی کروٹ پر سونا۔

۷۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے خوف کو محسوس کرتے رہنا۔

یہ بات مسلم ہے کہ نوجوان آدمی جب اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کر گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ مہلک چیزوں

گناہوں اور بُرے کاموں سے رک جائے گا، اور منکرات و فواحش سے دور رہے گا۔
 یہ بات یقینی ہے کہ علم و ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا، فرض و نفل اور تلاوت قرآن
 کریم پر موانعت کرنا، اور رات میں تہجد پڑھنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سننا، اور
 نیک لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا اور موت اور موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا
 ہے اسے یاد کرنا مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے خشیت کے پہلو اور اس کے مراقبہ
 اور اس کی عظمت کے احساس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ
 ان وسائل کو اختیار کریں اور اپنے نفوس میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور
 اس کے تقویٰ و خشیت کے عقیدے کو قوی کریں۔ تاکہ جذبات کو برا نگینہ کرنے
 والی چیزیں اپنی طرف مائل نہ کر سکیں۔

۳۔ نشہ آور اور منجدرات استعمال کرنے کی عادت (جن کو ہوا کی چیزیں)

یہ ایک نہایت خطرناک اور تکلیف دہ وبا ہے جو ان معاشرہ میں عام ہے
 جن میں اچھے اخلاق کی کوئی قدر و قیمت اور اسلامی تربیت کا کوئی احترام نہیں ہے
 یہ وبا عام طور سے ہم ان بچوں میں بکثرت پاتے ہیں جو در بدر پھرتے ہیں اور ان کا
 کوئی سرپرست اور ان کی تربیت و رہنمائی کرنے والا نہیں ہوتا۔ یا وہ بچے جو
 والدین اور سرپرستوں کی غفلت اور عدم توجہ کی وجہ سے بے راہ روی کے شکار
 ہو جاتے ہیں۔ اس بیماری پر پوری طرح بحث کرنے کے لئے تین امور پر گفتگو کرنا
 مناسب ہے۔ (۱) اس کے نقصانات۔ (۲) اس کے متعلق اسلام کا حکم (۳) اس کا
 ازالہ اور علاج۔

(۱)۔ صحت سے متعلق نقصانات :-

اطباء اور علماء صحت کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ نشہ آور چیزوں، اور مخدرات کا استعمال کرنا جنون اور حافظہ کی کمزوری کا سبب بنتا ہے اور بہت سے دوسرے اعصابی اور معدے اور آنتوں کے امراض پیدا کرتا ہے۔ اس وبا کے نقصانات کے سلسلہ میں فرانس کے قومی اعداد و شمار کے ادارے نے لکھا ہے کہ شراب سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ان سے زیادہ ہے جو دق و سل کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ۱۹۵۵ء میں شراب نوشی کی وجہ سے سترہ ہزار فرانسیسی لقمہ اجل بنے جبکہ اسی سال دق و سل کے مرض سے صرف بارہ ہزار آدمی ہلاک ہوئے تھے۔

ب۔ اقتصادی نقصانات۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو شخص شراب اور نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے وہ اس کے لئے مال بے حساب خرچ کرتا ہے جس کے ذریعہ خاندان کی بربادی اور فقر و فاقہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔

ج۔ نفسیاتی و اخلاقی نقصانات۔

جو شخص نشہ آور چیزوں کا عادی ہو جاتا ہے وہ اور بھی بہت سی بُری عادتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے جھوٹ، بزدلی، چوری اور حرام کاری وغیرہ جس سے اپنی آخرت کو برباد کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ استعماری حکومتیں نشہ آور اشیاء اور مخدرات کو دوسری قوموں کی شان و شوکت کو ختم کرنے، اخلاق کو بگاڑنے اور جہاد کی روح کو ختم کرنے کے لئے رائج کرتی ہیں اور مصر اب تک مخدرات اور نشہ آور اشیاء کی اس جنگ کو جھیل رہا ہے جو وہاں

بہت پہلے پھیل گئی تھی۔

(۲) نشہ آور اشیاء اور مخدرات کے استعمال کا شرعی حکم :-

نشہ آور اشیاء اور مخدرات کے استعمال کو شریعت حرام قرار دیا ہے اور اس میں بہت حد تک سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا
الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
الرِّجْسُ مِمَّنْ عَمِلَ الشَّيْطَانُ
فَلَجَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
إِنَّمَا يُرِيدُ
الشَّيْطَانُ أَنْ يُوَفِّعَ بَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي
الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ
الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ

اے ایمان والو! یہی بات ہے کہ شراب اور جو اور بُت وغیرہ اور قرحہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں شیطان کی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز آؤ گے۔

(المائدہ ۹۰-۹۱)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

لعن الله الخمر وشاربها
وساقیها ومبتاعها وبائعها
وعاصرها ومعتصرها
وحاملها والمحمولة
اليه -

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر اور خریدنے والے پر اور بیچنے والے پر اور چڑھنے والے پر اور اٹھانے والے پر اور اس پر جس کے لئے اسے اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے۔

(ابوداؤد)

عن ام سلمة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكوك مفتر يعني آنحضرت صلى الله عليه وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے (اچھا) ف: اس میں تمام نشہ آور چیزیں شامل ہیں۔ (ق)

(۳) اس کا ازالہ اور علاج :-

(ا) اچھی اور نیک تربیت (ب) ان کے اسباب کی روک تھام (ج) اس کے ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینا۔

۱۔ نیک اور اچھی تربیت یہ ہے کہ بچپن ہی سے ان بُرائیوں سے نفرت دلائی جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کا خوف و خشیت پیدا کی جائے۔ اس لئے کہ اس کے قلب کے سنوارنے میں اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ جیسا کہ اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

ب۔ رہا اس کے اسباب کی روک تھام تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بازاروں اور دوسری تمام جگہوں میں شراب اور اس کے انواع و اقسام پر پابندی لگا دے اور اس کی بیخ کنی کے لئے تمام اسباب و ذرائع کو بروئے کار لائے۔

ج۔ اس کے استعمال کرنے والوں کے لئے اسلام نے سخت سزا مقرر کر رکھی ہے اس لئے حکومت کو چاہئے کہ اس کو نافذ کرے۔ پس اگر حکومت اس کے لئے مستعد ہو جائے تو معاشرہ شراب اور مخدرات کے مضر اثرات سے اور نقصانات سے بچ جائے۔

۴۔ زنا اور لواطت کی عادت

زنا اور لواطت قریب البلوغ لڑکوں اور نوجوانوں میں پائی جانے والی ایک

نہایت خطرناک بیماری ہے۔ ہمیں بہت سے لڑکوں کے متعلق اطلاع ملی ہے جو قبل بلوغ ہی اپنے والدین کی غفلت کی وجہ سے بد اخلاقی، بے راہ روی اور بے حیائی کے دلدل میں پھنس گئے اور ہلاکت و تباہی کے گڑھوں میں دفن ہو گئے۔

پس جب والدین اور سرپرست اپنے جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کو برائیوں کے دلدل میں پھنسا ہوا اور فساد و بے حیائی کے تالابوں میں ڈوبتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت سوائے حسرت کے اور کیا حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ لوگ ان کی نگرانی کرتے اور ان کے دوستوں اور یاروں پر کڑی نظر رکھتے تو ان کے بچے اس تکلیف دہ صورت حال اور اس رُسوا کن انجام تک ہرگز نہ پہنچتے۔

اب ہم اس لعنت کے سلسلہ میں تین امور پر بحث کرتے ہیں۔ (۱) اس لعنت سے وجود میں آنے والے نقصانات (۲) اس کے بارے میں اسلام کا فیصلہ (۳) اہل کے خاتمہ کے لئے مؤثر علاج۔

زنا اور لواطت سے صحت و جسم کو پہنچنے والے امراض و نقصانات

(الف) ۱۔ آتشک کی بیماری:-

جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ عضو تناسل یا ہونٹ یا زبان یا پوٹوں پر خرم یا ورم آ جلتے ہیں۔ اور جسم کے مختلف حصوں پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔ اس بیماری کی وجہ سے خطرناک امراض مثلاً شل ہونا اور ... حاین وغیرہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

۲۔ سیلان یا سوزاک:-

اس بیماری کی اہم علامات یہ ہیں:- پیشاب کے وقت درد یا سخت جلن ہونا اور مردوں کو پیشاب کے راستہ سے پیپ آنا، عورتوں کو رحم اور پیشاب کی نالی سے

پیپ آنا یا درد محسوس ہونا۔ اور کبھی سوزاک کی وجہ سے مرد کے پیشاب کی نالی میں زخم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے عام طور پر پیشاب بند ہو جاتا ہے جس سے کبھی کبھی جان تک نکل جاتی ہے۔

۳۔ متعدی امراض کا پھیلنا۔

زنا و لواطت سے بہت سے خطرناک متعدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جو بہت خوفناک شکل اختیار کر لیتے ہیں اور معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس قوم میں زنا کی بیماری عام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو ایسے امراض میں مبتلا فرما دیں گے جو پہلے لوگوں میں نہیں پائے جلتے رہے ہوں گے۔ ف: جیسا کہ یورپ کے ممالک میں ایڈس جیسے لاعلاج مرض کا شیع ہو رہا ہے۔ (فق)

ب۔ معاشرتی نقصانات

اس لعنت کے نقصان کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور نسل کا ضیاع ہوتا ہے۔ عزت و آبرو کی پامالی ہو جاتی ہے اور مرد و عورت کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ خاندان کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ اور آدمی بے حیائی کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ نیز مردانگی اور عزت و شرافت کو کھو بیٹھتا ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ اس معاشرے کی کیا حیثیت ہوگی جس کے اخلاق تباہ، یا ختم اور وحدت و تشخص پارہ پارہ ہو گیا ہو۔ اور ایسے معاشرے کی کیا قدر و قیمت ہوگی جس کے بچے آزاد، بے سر و سامان ہوں اور عورتیں آبرو باختہ اور مرد بد کردار ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا معاشرہ بے کار اور ہر لمحہ زوال و تباہی کا نشانہ بنا رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:-

وَلَا ذَا آرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً ۖ اَوْ رَجَبٌ هُمْ كَيْسِي بَسْتِي كُوْهُلَاكُ كَرْنَا چاہتے ہیں

أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَنَزَّلْنَاهَا تَذْمِيرًا
 تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔
 (الاسراء ۱۶)

زنا اور لواطت کے بارے میں اسلام کا فیصلہ

زنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔
 وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا
 اور زنا کے پاس بھی مت بھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔
 (الاسراء ۳۲)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
 لا یزنی الزانی حین یزنی نہیں زنا کرتا زانی جبکہ وہ زنا کر رہا ہو
 وهو مومن (بخاری و مسلم) اور پھر وہ مومن ہو۔
 نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زنا کاروں کے چہروں پر آگ بھڑک رہی ہو گی۔ (طبرانی)
 نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی بستی میں زنا اور سود عام ہو جائے تو اس بستی والوں نے اپنے اوپر عذاب نازل کر لیا۔ (حاکم)
 رہا لواطت کا حرام ہونا۔ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اتَّكُفُّوا ذُنُوبَكُمْ مَنْ رَآكُمْ فَادْعُوهُنَّ
 کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم

الْعَلَمَيْنِ وَتَذَرُونَّ مَا
خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَرْوَاحِكُمْ
۱۱۱ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ۝
(الشعراء ۱۶۵)

دیہ حرکت کرتے ہو کر (مردوں سے بدفعی کرتے
ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے
بیویاں پیدا کی ہیں انکو نظر انداز کئے دیتے ہو بلکہ
(اہل بات یہ ہے کہ تم حد (انسانیت سے)
گزر جانے والے ہو۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "طعون ہے وہ شخص جو قوم لوط
والی حرکت کرے، طعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والی حرکت کرے، طعون ہے وہ شخص
جو قوم لوط والی حرکت کرے۔ (حاکم)

نیز ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے
وہ یہ ہے کہ آدمی قوم لوط والا کام کرنے لگے۔ (ترمذی)

شریعت میں زنا اور لواطت کی سزا

۱۔ زنا کی سزا۔

شریعت نے زنا کی دو سزائیں مقرر کی ہیں (۱) کوڑے مارنا (۲) رحم و سنگسار کرنا۔
۱۔ کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کی سزا اس زانی کو دی جائے گی جو غیر
شادی شدہ ہو۔ چاہے زنا کا مرتکب مرد ہو یا عورت۔ لہذا اس کو سو کوڑے لگائے
جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ۱۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً۔ (النور ۲)

سوائے اس میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔
شہر بدر کرنے کی سزا حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے باب سے ہے۔ لہذا اگر امام کو

اس میں فائدہ کی توقع ہو تو اس کو شہر بدر کر دے گا۔ اور باقی المہ کے یہاں کوڑے لگانے کے بعد زانی کو شہر بدر کیا جائے گا اور اس کو اتنی دور بھیجا جائے گا جس میں نماز قصر نہ ہو۔ اور شہر بدر کرنے کا فیصلہ خلفاء راشدین نے بھی کیا تھا اور یہی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ارشاد ہے۔

۲۔ رجم کی سزا اس زانی کے لئے ہے جو شادی شدہ ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جو مسلمان یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا خون بہانا سوائے تین باتوں میں سے ایک بات کے کسی صورت میں حلال نہیں۔ (۱) ایسا زانی جو شادی شدہ ہو (۲) قصاص (یعنی قتل کے بدلے قتل) (۳) اور وہ شخص جو دین بدل دے اور جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معز بن مالک رضی اللہ عنہ اور غامدیہ رضی اللہ عنہا کے رجم کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اعتراف کیا تھا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ (ترجمہ ص ۲۵۶)

۲۔ لواطت کی سزا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لواطت زنا کے حکم میں ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ سزا کیادی جائے ؟ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لواطت کی سزا کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ لواطت کی وہی سزا ہے جو زنا کی ہے۔ یعنی اگر وہ شادی شدہ ہے تو رجم کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے مشہور قول ہے

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے کو رجم کیا جائے گا چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے مجرم کے لئے امام اور حاکم جو سزا مناسب سمجھے وہ دے۔ اور اگر کوئی شخص یہ حرکت بار بار کرے اور اس سے باز نہ آئے تو سزا کے طور پر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

(۲) اس کا علاج :-

اس لعنت کی بیخ کنی کا طریقہ و علاج وہی ہے جو مشیت زنی کا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں بیماریوں اور ان کے علاج کی حالت بالکل مشابہ ہے لہذا اس سلسلہ میں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

محترم قارئین! میں آپ کو مزید ایک علاج بتائے دیتا ہوں کہ اس امت کے آخر والوں کی انہی چیزوں سے اصلاح ہوگی جن سے ان کے پہلے لوگوں کی ہوئی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ گزشتہ ادوار میں ہماری اصلاح اسلام کے نظام اور شریعت مطہرہ سے ہوئی ہے۔ تو آج بھی ہماری اصلاح اسی سے ہوگی۔ اگر ہم نے اس طریقہ کو اپنایا تو اس امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی عزت اور شان و شوکت اور بے نظیر قوت اور مضبوط حکومت اور قابل ذکر استقرار و استحکام واپس لوٹ آئے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسی قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے۔ لہذا جب بھی اس کا چھوڑ کر ہم عزت چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

احتیاطی تدابیر جو جسمانی تربیت میں مفید ہیں۔

- ۱- نہ ہر ملی چیزوں کو بندالاری میں رکھنا چاہئے
- ۲- جو دوائیں ضرورت سے زائد ہوں انھیں پھینک دینا چاہئے۔
- ۳- چو لھا جلانے کے آلات، گرم برتنوں اور کھانے پکانے کے سامان بچوں کی دسترس سے دور رکھنا چاہئے۔
- ۴- دھاردار آلات مثلاً قینچیاں، چھریاں، درشیشے کے برتن بھی بچوں کی پہنچ سے دور رکھنا چاہئے۔
- ۵- ایسے کھیل کود کی اجازت نہ دینا چاہئے جو خطرے کا سبب بن سکتے ہوں۔ جیسے رستی سے کھیلنا اور اس کو گردن کے ارد گرد پیٹنا۔
- ۶- ماں کو چاہئے کہ بچہ کو دودھ پلا کر پستان اس کے منہ سے الگ کر دے۔ اس لئے کہ سننے میں آیا ہے کہ ماں سو گئی اور بچہ بھی پستان (چھاتی) منہ میں لئے لئے سو گیا۔ اور پھر ان جیسے ہی بچے کی طرف جھکی بچے کا دم گھٹ گیا۔
- ۷- اوپر کی منزلوں کی کھڑکیوں کے صحیح و سالم ہونے کا یقین کر لینا چاہئے۔ اور کھڑکیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ جنہیں بچہ پھلانگ کر باہر نہ نکل سکے۔
- ۸- مشینری اور میکانیکی آلات اور بجلی کے سامان استعمال کرتے وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ خصوصاً کپڑے دھونے، قیمہ پیسنے اور کباب بنانے والی مشین وغیرہ کے استعمال کے وقت۔
- ۹- گھر کے بیرونی دروازے کے بارے میں خیال رکھنا چاہئے کہ وہ کھلا نہ رہ جائے کہ بچہ چپکے سے باہر نکل جائے اور ماں باپ کو پتہ بھی نہ چلے اور باہر کوئی حادثہ پیش آجائے، یا گھر میں کوئی چور یا جانور وغیرہ داخل ہو جائے۔

۱۰۔ دروازہ بند کرتے وقت خیال رکھنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے نے انگلیاں اڑکھی ہوں اور دروازہ بند کرنے سے اس کی انگلیاں دب جائیں۔

بچوں کی جسمانی تربیت کے لئے یہ وہ اہم وسائل ہیں جنہیں اسلام نے مقرر کیا ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا یہ وسائل لازمی و ضروری ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر ہیں۔ اگر والدین اور مربیوں نے ان تعلیمات پر عمل کیا تو دیکھیں گے کہ اس قوم کے بچے صحت کے وسیع میدانوں میں دوڑتے ہوں گے اور قوت کی نعمت سے لالہ مال ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس طریق سے آج کا ہمارا معاشرہ الحاد، آزادی اور جاہلیت کی تاریکیوں سے ایمان کے نور، مکارم اخلاق اور اسلام کی ہدایت کی طرف منتقل ہو۔ وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔ یعنی یہ کام اللہ کیلئے کچھ مشکل بھی نہیں۔ (تربیت الاولاد فی الاسلام ص ۲۴۹ ج ۱)

فصل رابع

ذہنی اور عقلی تربیت کی ذمہ داری

ذہنی اور عقلی تربیت سے مراد یہ ہے کہ علوم شرعیہ اور علمی اور عصری تہذیب و ثقافت اور فکری و نفسیاتی سوچ بوجھ پر مبنی ایسی نفع بخش چیزوں سے بچے کے ذہن کو آراستہ کیا جائے جو بچے کے افکار میں پختگی پیدا کر دیں اور اسے علمی و ثقافتی لحاظ سے کامل و مکمل بنادیں۔

اہمیت کے لحاظ سے یہ ذمہ داری ایمانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کی ذمہ داریوں سے کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ لہذا بچوں کے سلسلہ میں بھی مربیوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کے مختلف مراحل کو بیان کرنا ضروری ہے

اور یہ اس لئے سنا کہ علم اور بڑھنے بڑھانے کی حقیقت و عظمت اور بڑائی کا اظہار ہو اور یہ بتلا دیا جائے کہ فکر و عقل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور ساتھ ہی علم و ثقافت کے دروازے کو مکمل طور سے کھولنا مقصود تھا۔

قرآنی آیات اور نبوی احادیث بکثرت ہیں جو علم پر ابھارتی اور علماء کی قدر و منزلت کی بلندی کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (زمر ۹)
آپ کہئے، کیا علم والے اور جہل والے
(کہیں) برابر ہوتے ہیں؟

۲۔ اور ارشاد پاک ہے۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
(طہ ۱۱۴)
اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب
میرا علم بڑھا دیجئے۔

احادیث نبویہ میں سے چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ من سلك طريقا يلتمس
فيه علما سهل الله له طريقا
الى الجنة (مسلم)
جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس میں علم
کو تلاش کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے
جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔
۲۔ من خرج في طلب العلم
فهو في سبيل الله حتى يرجع
(ترمذی)
جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ تم
کے راستے میں اس وقت تک رہتا ہے
جب تک کہ واپس نہ آجائے۔

۳۔ فضل العالم على العابد كفضلي
على ادناكم۔ ان الله وملائكته
واهل السموات والارض
عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری
رضیلت تم میں سے معمولی آدمی پر۔ بیشک
اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں

حتى النملة في جحرها وحتى الحوت اور زمین ولے حتی کہ حیو نطیاں اپنے سوراخوں
 لیصلون علی معلو الناس الخیر میں اور مچھلیاں لوگوں کو خیر سکھانے ولے
 (ترمذی) کیلئے دعا کرتی ہیں۔

قرآن کریم کی اس رہنمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات
 کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے مسلمان
 علوم کونیہ کے پڑھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے میں لگ گئے اور انھوں نے
 ہر علم نافع کے سیکھنے کو فرض یا واجب قرار دیا اور عالم میں موجود دوسری قوموں کے
 تمدن و ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس میں جدت پیدا کی اور اس کو اپنا تابع
 بنا کر اسلام کے ممتاز اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔ پھر صدیوں تک سارا جہان
 ان کے علوم سے خوشہ چینی کرتا اور مستفید ہوتا رہا۔ اور مشرق و مغرب میں مادی ترقی
 کو جو اس دور جدید میں چمک دمک و شان و شوکت نصیب ہوئی ہے وہ صرف
 اس وجہ سے کہ انھوں نے صقلیہ اور اندلس اور دیگر صلیبی جنگوں کی بدولت مسلمانوں
 کے علوم اور ان کے ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اور یقیناً بجا طور پر گم کردہ راہ عالم
 اور پریشان انسانیت کے لئے اسلامی سلطنت ایک استاذ و معلم اور امام کی حیثیت
 رکھتی تھی۔

ف تاریخ کے ایک طویل عرصہ میں مسلمانوں نے جو علمی و ثقافتی عظمت و بلندی
 حاصل کی اس کے ثبوت کے لئے اہل مغرب کے انصاف پسند فلاسفہ کے اقوال
 مؤلف نے نقل کئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے نقل نہیں کیا۔ (ق)

اس علمی بلندی اور ثقافتی ترقی کا راز :-

۱۔ یہ سب اس لئے تھا کہ اسلام روح اور مادیت، دین و دنیا دونوں ہی کا نام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

۱۔ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔
اور تجھ کو اللہ تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر۔
(الفصل ۷۷)

۲۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (الجمعة)
پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چل پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔

ب۔ اور اس لئے کہ اسلام مساوات اور انسانیت کی دعوت دیتا ہے۔ تاکہ ہر شخص جو اسلام کے جھنڈے تلے آئے خواہ کسی جنس و رنگ کا اور کوئی بھی زبان بولنے والا ہو سب کے سب مل کر اسلامی تمدن و ثقافت کی تعمیر میں اپنا فرض ادا کریں۔ اس سلسلہ میں اسلام کا شعار یہ ہے کہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات ۱۳)
اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

ج۔ اور اس لئے کہ اسلام ہر قوم سے تعارف و تعلقات پیدا کرنے کی طرف دعوت دینے والا دین ہے۔ اور اسلام کا مزاج اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیل ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ
مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ
شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
(الحجرات ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت
سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو مختلف قومیں
اور مختلف خاندان بنایا۔ تاکہ ایک دوسرے
کو شناخت کر سکو۔

اس آواز پر مسلمانوں نے لبیک کہا اور دوسری قوموں سے ملے اور ان کی
ثقافت سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح ان کے پاس مختلف صنعتی، تجارتی، زراعتی
اور فنی معلومات جمع ہو گئیں۔ چنانچہ ان سب کو اسلام کی بھٹی میں ڈال کر جلایا۔ اس
کے بعد ان کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اسلامی مہر لگادیا۔

د۔ اس لئے کہ اسلام ہمیشہ رہنے والا دین ہے جو نظاموں اور بنیادی اصولوں کی
اس بلند چوٹی پر پہنچا ہوا ہے جس سے اونچی بلندی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسکی
خرافت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے اور قیامت تک
اپنے کامل قانون سے انسانیت کی اعانت کرتا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا
لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدة: ۵۰)

اور فیصلہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے اچھا
کون ہو گا یقین رکھنے والوں کے نزدیک۔

اور اسلام کے افتخار و ابدی ہولے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی عظمت
اور اس کے قوانین کے زندہ و فعال ہونے کے مغرب کے بڑے بڑے اہل علم شاہد و گواہ
ہیں۔ انگریز فلسفی برنارڈ شا کا یہ جملہ پڑھئے۔

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین نہایت عظیم اور بلند مرتبہ کا مالک ہے
اس لئے کہ اس میں حیران کن قوت پائی جاتی ہے۔ اور اسلام ہی ایک
ایسا منفرد دین ہے جس میں زندگی کے مختلف اطوار و حالات کو

ہضم کرنے کی صلاحیت اور ملکہ ہے۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کے نجات دہندہ کے نام سے پکارا
جائے۔ اور اگر ان جیسا آدمی موجودہ دور کی سربراہی کا بیڑہ اٹھالے
تو وہ آجکل کی مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔
اور ڈاکٹر آیز کو انسا باٹو کہتے ہیں کہ :-

” اسلامی شریعت اپنی بہت سی اباحت میں یورپی قانون پر فوقیت
رکھتی ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ ایک ایسی شریعت ہے جو تمام عالم کو
مضبوط و پائدار ترین قانون عطا کرتی ہے۔“

۴۔ اور اس لئے کہ اسلام ایک ایسا مفرد دین ہے جس نے بچپن ہی سے تعلیم کو
لازمی اور مفت بنایا ہے۔ جس میں نہ علوم شریعت کا امتیاز ہے اور نہ علوم کونیہ کا۔
ہاں البتہ حاجت، کفایت اور اختصاص کو ضرور مد نظر رکھا جائے گا۔ جس کی
تفصیل کے مذکور ہے۔

اسلام نے تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم (ابن ماجہ) یا عورت (فرض ہے۔
علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو

اس حدیث میں مسلم کا لفظ عام ہے جو عورتوں اور مردوں کو برابر سے شامل
ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من کتو علما مما ينفع الله جو شخص ایسے علم کو چھپائے گا جس سے

به الناس في امر الدين اللہ تعالیٰ لوگوں کو دین کے معاملہ میں
الحمد لله يوم القيامة نفع پہنچاتے ہوں تو قیامت میں اس کو
بلجام من نار۔ (ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ آگ کی لگام پہنائیں گے۔

پس جب اسلام کی نظر میں علم کی اس قدر اہمیت ہے تو پھر یہ کہنا بجا ہوگا کہ اسلام
ایسا دین ہے جو علم سیکھنے اور سکھانے کو لازمی اور فرض قرار دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو مفت و بلا عوض رکھا۔
چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تعلیم کے سلسلہ میں کسی سے کوئی عوض نہیں
لیتے تھے۔ اور آپ کا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد مبارک تھا۔

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ میرا معاوضہ تو صرف (حسب وعدہ کرم)
الله تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ (یونس ۷۲)

نیز فرمایا:-

فَلَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن
پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا (انعام ۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ رضہ کو اجرت و عوض لینے سے ڈرایا کرتے تھے
اس سلسلہ میں ابو شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے کچھ آدمیوں کو لکھنا اور قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ تو ان میں
سے ایک صاحب نے مجھے ایک کمان دے دی۔ میں نے اسے یہ سوچ کر قبول کر لیا
کہ یہ تو مال نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیرا اندازی کروں گا۔ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں دریافت

کروں گا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ایک صاحب کو میں لکھنا پڑھنا سکھاتا اور قرآن کریم پڑھایا کرتا تھا۔ انھوں نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی ہے جو کہ مال نہیں ہے۔ میں اس سے اللہ کے راستہ میں تیر انداز سی کروں گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان كنت تحب ان تكون طوقا من النار فاقبلها۔ (ابوداؤد)
اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمھارے لئے آگ کا ایک طوق بنے تو تم اس کو قبول کرو۔

اور یہ بات تاریخی طور سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے بچے جو مساجد و مدارس کی طرف حصول علم کے لئے رُخ کرتے تو وہ مال و دولت صرف نہیں کرتے تھے بلکہ بعض زمانوں میں حکومت کے خرچ پر وہ علم حاصل کرتے تھے اور علماء و سلف و دعوت و ارشاد کے کام میں لگے ہوئے لوگوں کو اجرت و معاوضہ لینے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے۔

سوال و جواب

مگر یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی استاذ اپنے آپ کو تعلیم و تدریس کے لئے فارغ کر دے اور اس کے پاس کمائی کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ تو کیا اسے تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اگر معلم و استاذ علم و تعلیم کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لے اور اس کی ضروریات زندگی کے لئے دوسرے اسباب و ذرائع نہ ہوں اور حکومت تساہل و غفلت سے کام لے یا معاشرہ اس کی ضروریات کو پوری کرنے اور کفالت کرنے سے کوتاہی کرے تو ایسی صورت میں معلم کو اجرت و معاوضہ لینا جائز ہے جس سے اس کی کرامت نفس محفوظ رہے اور ضروریات زندگی پوری

ہو سکیں۔ (ترجمہ صفحہ ۲۷۲)

قابسی روایت کرتے ہیں کہ ابو الحسن نے فرمایا کہ میں نے ایک حکایت پڑھی ہے جو ابن دہب کی طرف منسوب ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس مدرسہ کے ایک معلم آئے اور انھوں نے امام مالک سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! میں بچوں کو پڑھاتا ہوں اور مجھے ایک روایت پہنچی ہے جس کی وجہ سے میں اجرت طے کرنے کو مجرا سمجھتا ہوں۔ اور لوگ بخیل ہو گئے ہیں جتنا پہلے دیا کرتے تھے اب اتنا نہیں دیتے۔ اور میں اپنے اہل و عیال کی وجہ سے مجبور ہوں اور میں سوائے پڑھانے کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا، جاؤ پہلے سے طے کر لیا کرو۔ وہ صاحب چلے گئے تو امام مالک رحمہ اللہ سے ان کے بعض حاضرین نے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! آپ نے انھیں یہ حکم دیا ہے کہ تعلیم کے سلسلہ میں اجرت طے کر لیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا، جی ہاں اور نہ پھر ہمارے بچوں کی اصلاح کون کرے گا، انھیں تعلیم کون دے گا؟ اگر معلمین و اساتذہ نہ ہوتے تو آج ہم معلوم نہیں کیا ہوتے۔

پس ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس کی مناسبت سے ہم ایک بات یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے ایسے معلم و استاذ کا وجود ضروری ہے جو ہماری اولاد کو عقیدہ کے مسائل اور اخلاق کی بنیادی باتیں اور تاریخی واقعات اور قرآن کریم کی تلاوت سکھائے۔ خواہ تنخواہ اور معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہماری اولاد لمحد و گمراہ بن جائے گی۔

اجرت و معاوضہ کے جواز کے سلسلہ میں ہم اس واقعہ سے استشہاد کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے بارگزیدہ شخص پر معاوضہ طے کر کے قرآن شریف پڑھ کر دم کیا اور وہ

شفایاب ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا۔ گزشتہ بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ اصولی طور سے تعلیم پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ لہذا یہ کہ کوئی ایسی وجہ و عذر ہو جس کی وجہ سے اجرت لینا جائز ہو جائے۔ جیسے کہ وہ اساتذہ جو علم کے لئے وقف ہیں اور تعلیم کے سوا ان کے پاس اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔

اسلام ایسا دین ہے جو فریضہ تعلیم کو فرض عین اور فرض کفایہ کی جانب تقسیم کرتا ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر تحصیل علم کا تعلق مسلم فرد کی روحانی اور جسمانی و اخلاقی شخصیت سازی سے ہو تو ایسا علم بقدر ضرورت و حاجت فرض عین ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، ملازم ہو یا مزدور۔ غرضیکہ امت مسلمہ کے ہر طبقہ پر فرض ہے۔

اس اعتبار سے تلاوت قرآن پاک کا سیکھنا، عبادات کے احکام، اور بلند نیابتی اخلاق کے اصول اور حرام و حلال کے مسائل اور عمومی صحت سے متعلق قواعد اور تمام وہ چیزیں جن کی ضرورت ایک مسلمان کو اپنے دین و دنیا کے معاملات کے لئے پڑتی ہے ان سب کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

اور اگر اس علم کا تعلق زراعت، صنعت، تجارت، طب، ہنر، نجیہ رنگ، بجلی، ایٹم اور دفاع، نیز دیگر علوم نافعہ سے ہو تو ایسا علم فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض آدمی اس کو حاصل کر لیں تو سب سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اسلامی معاشرہ میں سے کوئی شخص بھی اسے حاصل نہ کرے گا تو سب کے سب گنہگار اور اس سلسلہ میں مسئول ہوں گے۔ بہر حال ان اصول اسلامیہ کی تفصیل میں تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے اپنے بچوں کو ان بنیادی علوم اور ضروری فنون کی تعلیم دینے کی بہت کوشش کی چنانچہ

عقبہ بن ابی سفیان نے اپنے لڑکے کے استاد عبدالصمد کو یہ وصیت کی کہ وہ اس کو اللہ کی کتاب کی تعلیم دیں اور پاکیزہ اشعار یاد کرائیں اور عمدہ احادیث و باتیں سکھائیں۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو مندرجہ ذیل فرمان جاری کیا:-

”حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو تیرنے اور شہسواری کی تعلیم دیں اور ان کو مشہور ضرب الامثال اور بہترین و عمدہ اشعار یاد کرائیں۔“
اسی طرح ابن سینا نے ”کتاب السیاسة“ میں بچوں کی تربیت سے متعلق بڑی قیمتی مشورے دیئے ہیں۔ اور ابن خلدون نے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی اہمیت بیان کی ہے۔ بچے کی تعلیم کے سلسلہ میں جو قواعد اسلام نے وضع کئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے زمانہ طفولیت کی ابتدا تعلیم سے ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ اس وقت بچے کا ذہن نہایت صاف ستھرا، حافظہ قوی اور تعلیم میں خوب نشاط ہو جائے اسی جانب معلم اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان مبارک میں اشارہ فرمایا ہے، جسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

العلم فی الصغر كالنقش فی الحجر بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ
(مجمع وسط بہقی) پتھر پر نقش کر دینا۔

ف، اس ارشاد کو ”المقاصد الحسنہ للسخاوی“ میں حضرت حسن بصریؒ کی طرف منسوب کیا گیا (ق)
ان علوم کے حاصل کرنے میں عورت کا کیا حصہ اور کیا حکم ہے؟

متقدمین اور متأخرین دونوں علماء و فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جتنا علم حاصل کرنا فرض کے درجہ میں ہے اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ ان علوم کے حاصل کرنے کا عورت کو بھی بالکل اسی طرح حکم ہے جس طرح مرد کو۔ اس کے دو سبب ہیں (۱) شرعی

اور دینی احکام میں عورت بالکل مرد ہی کی طرح ہے۔ (۲) آخرت میں جزائز کے اعتبار سے بھی عورت مرد کی طرح ہے۔ رہی یہ بات کہ شرعی احکام و فرائض میں عورت مرد کی طرح ہے تو یہ اس لئے کہ اسلام نے عورت پر وہ تمام فرائض لازم کئے ہیں جو مرد پر لازم کئے ہیں اور مرد کی طرح عورت کو بھی اس کا مکلف بنایا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نیکی و طاعت، عدل و انصاف، حسن سلوک، خرید و فروخت، رہن، اور وکیل بننا اور بنانا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ اور ان کے علاوہ دوسری ذمہ داریاں اور فرائض۔ لیکن بعض خصوصی حالات میں اسلام نے عورت سے وہ فرائض اٹھائے ہیں۔ یا تو اس خوف سے کہ عورت مشقت و کلفت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ یا اس کی صحت کی خرابی کے ڈر سے۔ مثلاً حالت حیض و نفاس میں عورت سے نماز و روزہ کو معاف کرنا۔ اور یا اس وجہ سے کہ وہ کام عورت کے جسمانی وضع اور نسوانی طبیعت سے جوڑا نہیں کھاتے، مثلاً یہ کہ وہ میدان جنگ میں قتل و غارت میں شریک ہو۔ یا یہ کہ وہ معمار یا لوہاری کا کام کرے۔ یا یہ کہ وہ کام ایسا ہو جو اس کی فطری اور پیدائشی ذمہ داری سے متعارض ہو، مثلاً بچوں کی تربیت اور گھر کی دیکھ بھال میں رکاوٹ پیدا کرے۔ یا ایسا کام ہو جس کے کرنے سے معاشرتی فساد مرتب ہو، مثلاً ایسی ملازمت اختیار کرنا جہاں مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہو، اور اہل نظر اور اصحاب بصیرت کے خیال میں ان کاموں سے عورت کو دور رکھنا درحقیقت عورت کی عزت اور اس کی قدر و منزلت کو بڑھانا ہے۔ ورنہ آپ ہی بتائیے کہ کون اسے پسند کرے گا کہ عورت کو ایسے کام میں پھنسا دے جو اسکی عزت و آبرو کے برباد ہونے اور اس کی شرافت کو بیڑہ لگنے کا ذریعہ ہو۔ اور کیا عورت کے لئے عزت و آبرو سے بڑھ کر اور کوئی چیز قیمتی ہو سکتی ہے؟!

اور بتلائیے کہ اگر عورت بُرائی کے راستے پر چلنے لگے اور گندے راستے کو اختیار کر لے تو پھر بچوں کی تربیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درج ذیل شعر کہے ہیں ۵

ولیس النبت ینبت فی جنان کمثل النبت ینبت فی الفلاة
وہ گھاس جو باغ میں اُگتی ہے وہ اس گھاس کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتی جو جنگل و بیابان میں اُگتی ہے۔

وہل یرجی لاطفال کمال اذا ارتضعو اشدی الناقصات
اور کیا ان بچوں سے کمال کو پہنچنے کی امید اس وقت رکھی جاسکتی ہے جب کہ انھیں ناقص عورتوں کے سینے سے دودھ پلایا گیا ہو۔

عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق اہل مغرب فلسفہ کے خیالات

عورت کے گھر سے باہر نکلنے اور باہر کام کرنے اور ملازمت اختیار کرنے کے سلسلہ میں اہل مغرب کے فلاسفہ کے کلام کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ انگریز عالم سموئیل سائلس اپنی کتاب ”الاخلاق“ میں لکھتے ہیں:-

”وہ نظام جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ عورت کارخانوں اور دوکانوں

میں کام کاج کیے اس سے خواہ کتنی ہی دولت حاصل ہو جائے لیکن اس کا نتیجہ گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کی شکل میں نکلتا ہے۔ اس لئے کہ اس نظام کا دوسرے نظام سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے خاندان کے ارکان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور معاشرتی روابط پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی حقیقی ذمہ داری

یہ ہے کہ وہ گھر کی ذمہ داری پوری کرے اور اس کو سنبھالے۔ مثلاً گھر کو ترتیب دینا، بچوں کی تربیت کرنا اور معیشت کے وسائل میں توازن برقرار رکھنا۔ میانہ روی اختیار کرنا اور ساتھ ساتھ عائلی و خاندانی ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔ لیکن کارخانوں وغیرہ نے عورت کو ان تمام ذمہ داریوں سے دور کر دیا ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ گھر گھر نہ رہے اور بچے صحیح تربیت میں نشوونما نہیں پاتے۔ اس لئے کہ ان کی طرف سے بے توجہی برتی جاتی ہے۔ اور ان کارخانوں کی وجہ سے میاں بیوی کی محبت اجڑ گئی۔ اور عورت سمجھدار و محکمہ دار شوہر سے محبت کرنے والی بیوی ہونے کے بجائے کام کاج اور کمائی کی ذمہ داری میں اسکی سادھتی بن گئی ہے۔ اور وہ ان چیزوں کا نشانہ بن گئی جو عام طور سے اسکی فکری اور اخلاقی ان صفات کو نیست و نابود کر دیتی ہیں جن پر عزت و آبرو کی حفاظت کا دار و مدار ہوتا ہے۔

”شجرۃ الدر“ نامی ماہنامے کے پہلے سال کے چھٹے پرچے میں انگریز مقالہ نگار مس انی روڈ لکھتی ہیں :-

”ہماری بیٹیاں گھروں میں خادائیں یا خادماؤں کی طرح بن کر رہیں، یہ اس سے بہتر اور کم نقصان دہ ہے کہ وہ کارخانوں میں ملازمت اختیار کریں جہاں جا کر لڑکی ایسی گندگی و خرابی میں لوث ہو جاتی ہے جو ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کی رونق کو ختم کر دیتی ہے، اور کاش کہ ہمارے شہر اور ملک بھی مسلمانوں کے ان ملکوں اور شہروں کی طرح بن جاتے جہاں محنت، پاک دامنی اور عفت پائی جاتی ہے۔ جہاں عورت نہایت

عمدہ و خوشگوار زندگی گزارتی ہے اور اس کی عزت و آبرو بھی محفوظ رہتی ہے۔۔۔

جی ہاں انگریزوں اور یورپی ملکوں کیلئے یہ بڑے عار کی بات ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ کثرت اختلاط و میل جول کے ذریعہ بے حیائی اور برائیوں کے لئے نمونہ و مثال بنادیں۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم وہ راستہ کیوں نہیں اختیار کرتے جو ہماری لڑکیوں کو اس طرح ڈھال دے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی فطرت طبیعت کے مطابق کام کرنے لگیں (جیسا کہ آسمانی مذاہب نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے) اور وہ ہے عورت کا گھر میں رہنا اور مردوں کے کاموں کو مردوں کے لئے چھوڑ دینا۔ اور اس میں عورت کی عزت و شرافت محفوظ رہتی ہے۔

رہی یہ بات کہ اخروی جزا و سزا میں عورت مرد کی طرح ہے، تو اس سلسلہ میں ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ہم قرآن کریم کا مطالعہ کریں تاکہ ہم ان بے شمار آیات کا مشاہدہ کر سکیں جو اجر و ثواب کے حاصل کرنے میں عورت کو مرد کے مساوی قرار دیتی ہیں۔ لیجئے ان آیات میں سے چند ملاحظہ فرمائیے !

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنَّیْ	پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی
لَا اُضِیْعُ عَمَلُ عَامِلٍ مِّنْکُمْ	کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی محنت
مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ	کے لئے کی محنت کو مرد ہو یا عورت
مِّنْ بَعْضٍ فَاَلَّذِیْنَ هَلَجُوْا	تم آپس میں ایک ہو۔ پھر وہ لوگ کہ
فَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ	ہجرت کی انھوں نے اور اپنے گھروں سے
وَاَوْذَوْا فِی سَبِیْلِیْ وَ	نکلے گئے، اور میری راہ میں تلے گئے
قَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَا کُفْرَ فِیْ	اور اڑے اور مارے گئے۔ البتہ میں ان سے

دور کروں گا ان کی بُرائیاں۔ اور ان کو
داخل کروں گا ان باغوں میں جن کے نیچے
نہیں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کے یہاں سے بدلہ
ہے اور اللہ کے یہاں اچھا بدلہ ہے۔

عَنْهُمْ سَيَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ
جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
ثَوَابًا مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ

(ال عمران ۱۹۵)

اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت
اور وہ ایمان رکھتا ہو، سو وہ لوگ جنت
میں داخل ہوں گے۔ اور تل بھران کا
حق ضائع نہ ہوگا

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ
مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
قَالَ لِكُلِّكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا

(النساء ۱۲۴)

بیشک اسلام والے اور اسلام والیاں
اور ایمان والے اور ایمان والیاں
اور فرمان بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں
اور سچے مرد اور سچی عورتیں
اور صابر مرد، اور صابر عورتیں
اور خشوع والے مرد اور خشوع والیاں
اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں
اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں
اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت
کرنے والیاں، اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ
وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ
وَالْخُشْعِينَ وَالْخُشْعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ
وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ
وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ
وَالذَّكِرِينَ إِنَّ اللَّهَ كَثِيرٌ

وَالَّذِي كَرِهَ اللَّهُ لَهْمُ
مَغْفِرَةً وَاجْزَاءً عَظِيمًا
اور یاد کر لے والیاں، ان (سب) کے لئے
اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار
کر رکھا ہے۔ (الاحزاب ۳۵)

اجر و ثواب کے حاصل کرنے میں بلا کسی امتیاز عورت مرد کے برابر ہونے پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جسے ابن عبد البر نے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں اور امام مسلم نے "صحیح مسلم" میں روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید بن اسکن رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں ان مسلمان عورتوں کی جماعت کی قاصد ہوں جو پیچھے رہ گئی ہیں (اور یہاں آپ کے پاس حاضر نہ ہو سکیں) وہ سب عورتیں وہی بات کہہ رہی ہیں جو میں کہہ رہی ہوں اور ان کی بھی وہی رائے ہے جو میری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف بھیجا ہے۔ ہم بھی آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے بھی آپ کی پیروی کی ہے۔ اور ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں مقیم اور باپردہ رہتے ہیں۔ گھروں میں بند رہتے ہیں۔ اور مردوں کو جمعہ و عیدین کی نماز اور نماز جنازہ اور جہاد میں شرکت کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مرد جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے مال و دولت کی حفاظت اور ان کے بچوں کی تربیت کرتے ہیں۔ تو اے اللہ کے رسول! کیا اجر و ثواب میں ہم بھی ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک اپنے صحابہ کی طرف پھیرا اور فرمایا

هل معتم مقالة امرأة احسن کیا تم نے کسی عورت کی گفتگو جو اپنے دین

سؤال عن دينها من هذه ؟ فقالوا ابنتي يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرفي يا اسماء واعلمي من ودائك من النساء ان حسن تبعل احدا كن لزوجها وطلبها لم رضاقه واتباعها لموافقته يعزل كل ما ذكرت فانصرفت اسماء وهي تهلل وتكبر استبشارا بما قال لها عليه الصلوة والسلام

کے بارے میں کر رہی ہو اس عورت سے زیادہ بہتر انداز میں سنی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اسماءؓ اور جو عورتیں یہاں موجود نہیں ہیں ان کو یہ بتا دو کہ تم میں سے کسی عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اس کی بات ماننا ان تمام چیزوں کے برابر ہے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔

حضرت اسماءؓ خوشی خوشی لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ اور اللہ اکبر پڑھتی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک سے خوشخبر حاصل کرتی ہوئی وہاں سے واپس ہوئیں۔ (تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک طبیعت سے یہ ثابت ہوا کہ عورت گھر کی دیکھ بھال کام کاج اور شوہر کی فرمانبرداری اور بچوں کی تربیت پر جو اجر حاصل کرتی ہے وہ اجر و ثواب اس اجر کے برابر ہے جو مرد کو جہاد اور دیگر کاموں پر ملتا ہے۔

اسلام لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتا ہے

اس سلسلہ میں درج ذیل صحیح احادیث ملاحظہ ہوں:-

ترمذی اور ابوداؤد روایت کرتے ہیں اور الفاظ حدیث سنن ابی داؤد کے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

من كان له ثلث بنات او ثلث
 اخوات او بنتان او اختان
 فاديهن واحسن اليهن وزوجهن
 فله الجنة

جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو
 لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ انھیں
 ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک
 کرے اور ان کی شادی کر دے، تو اس کو
 جنت ملے گی۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے۔
 وایما رجل کانت عنده
 ولیدة (ای امة) فعلمها
 فاحسن تعلیمها وادبها فاحسن
 تادیبها ثم اعتقها وتزوجها
 فله اجران

جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور وہ اسے
 تعلیم دے اور اچھی طرح سے پڑھائے اور
 اسے ادب سکھائے اور خوب اچھی طرح سے
 ادب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس
 سے شادی کر لے، تو اس کو دو اجر (دوہرا
 ثواب) ملتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لئے کچھ
 دن مخصوص فرمایا کرتے تھے اور ان میں ان کو وہ باتیں سکھایا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو بتلائی تھیں۔ اور آپ نے یہ اس لئے کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے
 پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مرد تو آپ کی احادیث
 سن لیتے ہیں آپ ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرمادیجئے جس میں ہم آپ کے پاس
 حاضر ہوا کریں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھایا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائی ہیں۔
 تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:-

اجتمعن یوم کذا کذا۔ فلاں فلاں دن اکٹھا ہو جایا کرو۔

چنانچہ وہ عورتیں حاضر ہو گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اللہ کی تعلیم کردہ باتیں ان کو سکھائی اور بتلا دیں۔

اور بلاذری کی کتاب ”فتوح البلدان“ میں لکھا ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت خضہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمانہ جاہلیت میں ایک عورت ”شفاعدویہ“ نے لکھنا سیکھتی تھیں۔ پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے شادی کر لی، تو آپ نے سفار سے فرمایا کہ انھیں تحریر و خط کی باریکی اور صفائی اور نوک پلک بھی اسی طرح سکھا دو، جس طرح انھیں لکھنا سکھایا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث و روایات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام نے راکھی کو نافع علم اور مفید ثقافت سکھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر گزشتہ ادوار میں بعض علماء سے عورتوں کو تعلیم دینے کی ممانعت ملتی ہے تو اس کی وجہ وہ تعلیم ہے جو گندی و فحش شعر و شاعری اور بیہودہ باتوں اور بازاری ادب اور نقصان دہ علم پر مشتمل ہو۔

اگر عورت وہ علوم پڑھے جو اس کو دین و دنیا میں فائدہ پہنچائیں اور پرمغز صاف ستھرے اچھے اشعار کہے اور عمدہ پرمعنی نثر لکھے تو اس سے نہ کوئی روکنے والا ملے گا اور نہ کوئی منع کرنے والا۔

ابن سخون کی ”کتاب المعلمین“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ متقی و پرہیزگار قاضی عیسیٰ بن مسکین اپنی بچیوں اور پوتیوں کو بڑھایا کرتے تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں عصر کے بعد وہ اپنی دونوں بچیوں اور بھتیجیوں کو بلاتے تھے۔ مگر انھیں قرآن کریم اور علم پڑھائیں۔ اور ان کے قبل صقلیہ کے فاتح اسد بن فرات بھی اپنی بیٹی اسماء کو علم دین پڑھاتے تھے جو نہایت بڑے درجہ کی عالمہ بنی۔ اور خشنی روایت کرتے

ہیں کہ حاکم محمد بن اغلب کے محل میں ایک استاذ تھے جو دن میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے،
اور رات میں بچوں کو۔

اور تاریخی طور سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عورت اسلام کے زیر سایہ علم و ثقافت
کے نہایت بڑے درجہ تک پہنچی اور اسلام کے شروع کے دور میں عورت نے تسلیم
و تربیت کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ مسلمان عورتوں میں مقالہ نگار و انشا،
پرداز بھی تھیں، اور شاعرات بھی۔ جیسے علیہ بنت المہدی اور عائشہ بنت احمد
بن قادم اور خلیفہ مستکفی باللہ کی بیٹی ولادہ۔

ان میں بڑی بڑی طبیبائیں بھی تھیں جیسے کہ بنی اود کی طبیبہ زینب جو آنکھوں
کے علاج کی ماہر تھیں۔ اور ابو جعفر طنجالی کی صاحبزادی ام الحسن جو اپنے زمانے کی
نہایت زبردست اور مشہور طبیبہ تھیں۔

عورتوں میں بڑی بڑی محدثہ بھی تھیں جیسے کہ کریمہ مروزیہ اور سیدہ نفیسہ بنت
محمد، حافظ ابن عساکر (جو رواۃ حدیث میں سے ہیں، وہ) لکھتے ہیں کہ ان کے استاذ
مشاہخ میں اسی سے زیادہ عورتیں تھیں۔

اور بے شمار عورتیں علم کے نہایت رفیع و بلند مرتبہ پر فائز تھیں۔ چنانچہ بعض
ان میں سے حضرت امام شافعی و امام بخاری و ابن خلکان و ابن حبان کی استانیات
اور پڑھانے والیاں بھی تھیں۔ اور یہ سب حضرات فقہاء، علماء، اور مشہور ادیبوں
میں سے گزرے ہیں جو اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اسلامی تربیت
علی اور فکری ارتقاء کا بہت خیال رکھتی ہے۔ اور اسلامی ثقافت نہایت
متنوع و جامع ہے۔

شریعت نے جب عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کرے جو اسے دین و دنیا میں فائدہ پہنچائیں، تو اس میں یہ امر ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ تعلیم لازمی طور سے مردوں سے الگ تھلگ اور دور ہو، تاکہ لڑکیوں کی عزت و شرافت اور آبرو محفوظ رہے۔ اور لڑکی ہمیشہ اچھی شہرت اور بہترین و پاکیزہ اخلاق کی مالک ہو اور قابل احترام شخصیت سمجھی جاتی رہے۔

اور غالباً علم تربیت کے وہ قلم پرداز جنہوں نے تعلیم وغیرہ کے میدان میں دونوں جنسوں کو الگ الگ رکھنے کا سب سے پہلے نعرہ بلند کیا وہ امام قابستی ہیں۔ چنانچہ تعلیم کے سلسلہ میں ان کے رسالہ میں لکھا ہے کہ ”اچھی صورت یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے۔ اور جب حضرت ابن سحنون سے لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم دی جائے۔ اس لئے کہ یہ لڑکیوں کے بگاڑنے اور خراب کر کے کا ذریعہ بنتا ہے۔“ غور فرمائیے جب کہ ابن سحنون اور قابسی جیسے حضرات کی رائے یہ ہے کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے دور رکھا جائے تاکہ اخلاقی خرابیاں نہ پھیلیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ ان دونوں کی رائے درحقیقت شریعت سے ہی ماخوذ ہے اور دنیا میں شریعت کا حکم ہر حکم اور فیصلہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ

اور کسی مومن یا مومنہ کے لئے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو کوئی

وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا ۝ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا
مُبِينًا (الاحزاب ۳۶) وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

اور ہم نے یہ جو کہا کہ علامہ ابن سمنون اور قابسی کی رائے شریعت سے ماخوذ ہے
وہ ان مندرجہ ذیل نصوص و آیات کی وجہ سے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا ۝ اور جب تم ان (رسول کی ازواج) سے
فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ دَرَاوِجِحَاب ۝ کوئی چیز مانگو تو ان سے پردے کے باہر
(الاحزاب ۵۳) سے مانگا کرو۔

یہ آیت مسلمانوں کی ماؤں ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور
اصولیین کے قاعدے کے مطابق اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔
اور جب وہ امہات المؤمنین جن کی پاکیزگی و عفت یقینی اور قطعی ہے جب انھیں
پردے کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے نہ آئیں، تو
مسلمان عورتوں کو تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہے کہ وہ پردہ کریں اور کسی اجنبی کے سامنے
قطعاً نہ آئیں۔ علماء اصول و فقہاء کے یہاں اسے مفہوم اولویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔
اور اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُّوْنَ
اَبْصَارَهُمْ وَيَحْفَظُوْا اَفْرُوْجَهُمْ
ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُّوْنَ

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی
نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شر مگاہوں کی
حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ
صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو
سب کچھ خبر ہے۔ جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں

مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَلْيُضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى
جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ
إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ
أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ
أَبْنَائِهِنَّ.

اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی
تقریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی
حفاظت کریں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے
دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے
اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے
رہا کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے
دیں مگر ہاں اپنے شوہر پر اور اپنے باپ
پر اور اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے

بیٹوں پر۔

(النور ۳۱، ۳۰)

اس آیت میں جب یہ حکم دیا گیا ہے کہ نگاہیں نیچی رکھیں اور ڈوپٹہ اور ٹھہیں
سینہ کو ڈھانکیں اور زیب و زینت اور خوبصورتی کو محارم کے علاوہ کسی کے
سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔ تو کیا یہ سب باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ
مسلمان عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ پردہ میں رہے اور پاکبازی اور پاکدامنی کے
دامن کو مضبوطی سے تھامے اور عزت و وقار سے رہے۔ اور اجنبیوں کے ساتھ
میل جول اور اختلاط نہ رکھے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يُدْرِسْنَ عَلَىٰ هُنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ
ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا

اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں، بیٹیوں
اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے
کہ اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادر بس
تھوڑی سی، اس سے وہ جلد پہچان لی جلا

يُؤْذَيْنَهُ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا (الاحزاب ۵۹)
کریں گی اور اس لئے انھیں ستیانہ جایگا۔
اور اللہ تو بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے

اس آیت میں مسلمان عورت کو پردہ کرنے اور چادر اور برقعہ اور رٹھنے کا علم دیا گیا ہے۔ تو پھر بھلا اس کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ کوئی عورت کسی اجنبی مرد سے اختلاط کرے؟۔ امام ترمذی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:-

ما خلا رجل بامراة
الا كان الشيطان
ثالثهما۔
(ترمذی)
کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی
میں اکٹھا نہیں ہوتا مگر یہ کہ شیطان ان کے
ساتھ تیسرا فرد ہوتا ہے (یعنی ان کو بہکا کر
گناہ میں گرفتار کر دیتا ہے۔)

اور امام بخاری و مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں،
آپ نے فرمایا:-

ايتا كمر والدخول على النساء
فقال رجل يا رسول الله
افرايت الحموء قال
الحمو الموت
(بخاری و مسلم)
عورتوں کے لباس جانے سے بچو۔ تو ایک
صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول
بتلائیے کہ کیا دیور وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے؟
تو آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت (کی طرح
خطرناک) ہے۔

یہ قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ قطعی طور سے مرد و زن کے اختلاط کو حرام قرار
دے رہی ہیں۔ ان نصوص و احادیث میں نہ کسی شک و شبہہ کی گنجائش ہے اور
نہ کسی بحث و تمحیص کی۔

لہذا جو لوگ مرد و زن کے اختلاط کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کے جواز کے لئے معاشرتی پروگراموں اور نفسیاتی معالجات اور شرعی دلیلوں کو بہانہ جواز بناتے ہیں، یہ لوگ درحقیقت شریعت پر بہتان باندھتے ہیں۔ اور فطری اور طبعی جبلت سے غافل بننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ لوگ اس تکلیف دہ حقیقت سے تغافل برتتے ہیں جس میں آج تمام انسانی معاشرے گرفتار ہیں۔

جو لوگ اختلاط کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ شریعت پر افترا پردازی کرتے ہیں۔ یہ ان بے شمار نصوص کی بنا پر کہا ہے جو ابھی ذکر کی جا چکی ہیں۔ اور جبلت اور فطری طبیعت سے تجاہل سے کام لینے کا حکم ہم نے اس لئے لگایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مرد و زن کو پیدا کیا تو ان میں سے ہر ایک میں دوسرے کی طرف جنسی میلان و کشش و دیعت رکھ دی ہے۔

فَطَرَتَ اللّٰهُ اَلَّتِیْ فَطَرَ اللّٰہ کی اس فطرت کا اتبع کر و جس پر اس النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی لِیَخْلُقِ اللّٰہ (الروم ۳۰) ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

اختلاط مرد و زن اور بے پردگی کی دعوت دینے والے کیا یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے نظام و مزاج اور انسان کی فطرت کو بدل ڈالیں اور زندگی کے طریقوں کو پلٹ دیں اور خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ اختلاط کی صورت میں مرد و عورت میں سے ہر ایک جنسی طور پر بھوکا اور اخلاقی طور سے بے لگام و بدکردار ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں فتنہ اور شدید ہوگا۔ اور برائی اور گناہ کی طرف رغبت اور زیادہ شدید ہوگی۔ اور اگر بچپن سے لڑکوں لڑکیوں کا باہمی اختلاط اور زندگی کے تمام مراحل میں ان کا ایک ساتھ رہنا عورت کی طرف دیکھنے کو ایک ایسا طبعی اور فطری مانوس امر

بنادے جس سے مرد و عورت کے دل میں شہوت اور جنسی خواہش پیدا نہ ہو تو پھر تو میاں بیوی کے درمیان محبت عداوت سے بدل جائے گی اور ان کے درمیان رحمت و الفت ظلم سے بدل جائے گی۔ اور پھر تو جنسی مواصلت و اتصال میں برودت آجانا چاہئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک رہنے کو پسند نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور واقع اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔

اور ہم نے جو کہا کہ یہ لوگ اس تکلیف دہ حقیقت سے تغافل برتتے ہیں جس میں بہت سے انسانی معاشرے مرد و زن کے اختلاط کی آزادی دے کر گرفتار ہوئے ہیں۔ اور اس زہریلے تجربے کی وجہ سے خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ انہیں چاہئے کہ یہ مغربی اور مشرقی ممالک کے ان معاشروں سے پوچھیں کہ ان کے یہاں عورت آزادی، بے راہ روی و فساد اور گناہ کے کس انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ حالانکہ وہاں تمام طبقوں اور ہر معاشرے میں مرد و زن میں اختلاط عام ہے۔ سڑک ہو یا اسکول، بازار ہو یا دفتر، یونیورسٹی و کالج ہو، یا تفریح گاہیں، ہر جگہ مرد و عورت شانہ بشانہ پھرتے ہیں۔

لیجئے آپ کی خدمت میں ان کے معاشرہ کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں اس اختلاط کے جو نتائج برآمد ہوئے اور واقعات سامنے آئے ہیں ان واقعات میں سے چند یہ ہیں:-

سید قطب شہید کی کتاب ”الاسلام والسلام العالمی“ میں لکھا ہے کہ امریکہ میں ثانوی سطح کے اسکولوں کی حاملہ طالبات کی تعداد اڑتالیس فی صد تک پہنچ گئی ہے۔

لبنانی اخبار "الاحد" اپنے شمارہ نمبر ۶۵۰ میں امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی جرائم کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ "امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء و طالبات کے درمیان جنسی جرائم روز بروز نئی نئی شکل میں روز افزوں ہیں۔ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں طلباء نے ایک مظاہرہ کیا جس میں ان کا نعرہ یہ تھا کہ ہمیں لڑکیاں بچا نہیں، ہم مزے اڑانا اور عیش کرنا چاہتے ہیں۔

طالبات کے سونے کے کمروں پر رات کو اچانک طلبہ لے دھاوا بول دیا اور ان کے اندرونی مخصوص کپڑے چرالے۔

یونیورسٹی کا ذمہ دار حادثہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: اکثر طلبہ و طالبات نہایت بھیانک جنسی بھوک کا شکار ہیں۔ اور اس میں ذرہ برابر کوئی شک و شبہ نہیں کہ موجودہ دور کے طرز زندگی کا طلباء کے اخلاقی بگاڑ میں سب سے زیادہ حصہ ہے روزنامہ یہ بھی لکھتا ہے کہ: گزشتہ سال کے واقعات شمار کرنے اور تخمینہ لگانے سے یہ معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیس ہزار تاجا نر بچے ان غیر شادی شدہ لڑکیوں نے جنم دیئے ہیں جن کی عمریں بیس سال سے زائد نہیں ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طالبات ہیں۔

روزنامہ مزید لکھتا ہے کہ: ولایت بروڈینس کی پولیس رپورٹ میں لکھا ہے کہ: گزشتہ مئی کے اخیر ہفتہ کی چھٹیاں چھیا سٹھ طلبہ و طالبات نے روڈی لینڈ میں گزاریں، اور پھر وہ طلباء یونیورسٹی واپس نہیں لوٹے بلکہ ولایت کی جیل روانہ کر دیئے گئے۔ اس لئے کہ انھیں مشکوک و مشتبہ حالت میں گرفتار کیا گیا تھا اور ان میں سے بعض تو منشیات بھی استعمال کرتے تھے۔

قوم و معاشرے کی مرتبہ مارگ ریٹ سمٹھ سے ایک بات چیت نقل کرتے ہوئے

اخبار لکھتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ۱۔

طالبات کو صرف اپنے جذبات و خواہشات کی فکر ہی دامگیر رہتی ہے اور وہ ان وسائل کے درپے رہتی ہیں جو ان کی اس خواہش کو پورا کر سکیں۔ سو میں ساٹھ سے زیادہ طالبات امتحانات میں ناکام ہو گئیں۔ اور ناکامی کے اسباب میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے اسباق بلکہ مستقبل سے زیادہ جنس و جنسیات کے بارے میں سوچتی ہیں اور ان میں سے صرف دس فیصد ایسی طالبات ہیں جو اپنے اسباق اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

اور جارج بالوشی اپنی کتاب ”الثورہ البغیہ“ میں لکھتے ہیں کہ ۱۔
کینڈی نے ۱۹۶۲ء میں صاف صاف یہ کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے اس لئے کہ امریکہ کے نوجوان اخلاق باختہ ہیں اور وہ بے راہ روی میں مبتلا ہیں اور جنسی دھندوں میں ایسے غرق ہیں کہ وہ اس ذمہ داری کو ادا نہیں کر سکتے جو ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اور ہر ان سات نوجوانوں میں سے جو فوج میں بھرتی کے لئے پیش ہوتے ہیں چھ نااہل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جنسی بے راہ روی میں غرق رہ چکے ہوتے ہیں۔ اس نے ان کی صحت و طاقت اور نفسیات کو تباہ کر دیا ہوتا ہے۔

اور ۱۹۶۲ء میں خرو شچیف نے بھی کینڈی کی طرح یہ کہا ہے کہ۔ روس کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اور روس کے نوجوانوں کا مستقبل غیر محفوظ ہے اس لئے کہ وہ بے راہ روی اور شہوات و جنسیات میں غرق ہیں۔

اور ڈیل ڈیورینٹ اپنی کتاب ”مباحثہ فلسفہ“ میں لکھتے ہیں کہ ۱۔
ایک مرتبہ ہم پھر اسی پریشانی اور مشکل کا شکار ہو گئے ہیں جس نے سقراط

کو بے چین کر دیا تھا۔ ہماری مراد یہ ہے کہ ہم ان فطری اخلاق تک دوبارہ کس طرح راستہ پائیں گے جو ان قانونی سزاؤں اور دفعات کی جگہ لے لیں جن کا اثر لوگوں کے کردار و زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔ ہم اس بے حیائی و بے راہ روی سے اپنے عظیم معاشرتی سرمایے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

مانع حمل اشیاء و ادویات کی ایجاد اور ان کا عام ہونا ہمارے اخلاق کے بگاڑنے کا ایک اہم اور بڑا سبب بنا ہے۔ اس لئے کہ پہلے زمانے میں اخلاقی قانون جنسی ملاپ کو شادی کے ساتھ مقید رکھتا تھا۔ اس لئے کہ نکاح کا لازمی نتیجہ باپ بننے کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا جس سے کسی طرح منفر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور باپ اپنے بچے کا مسئول و ذمہ دار صرف نکاح کے راستہ سے ہی بنتا تھا۔ لیکن آج یہ صورتحال نہیں ہے بلکہ آج جنسی ملاپ اور تو والد و تناسل کے درمیان رابطہ ڈھیلا پڑ گیا ہے اور ایک ایسا موقف وجود میں آ گیا ہے جس کی ہمارے والدین کو ہرگز توقع نہیں تھی۔ اس لئے کہ اس سبب کی وجہ سے عورتوں اور مردوں کے درمیان تمام تعلقات بدل رہے ہیں۔

البتہ یہ بات نہایت رسوا کن ہے کہ ہم پانچ لاکھ امریکی لڑکیوں کو اس بات کی خوشی خوشی اجازت دیدیں کہ وہ اپنے آپ کو آزادی، بے راہ روی اور اباحت کی بھینٹ چڑھا دیں۔ جن کو ہمارے سامنے ڈراموں اور عریاں و فحش ادبی کتابوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ لڑکیاں جو یہ چاہتی ہیں کہ ان مردوں اور عورتوں میں جنسی جذبات و خواہش بھر پور کادی جائے جو شادی کے محفوظ قلعے اور اس کے ذریعہ صحت کی حفاظت کرنے والی زندگی سے محروم ہیں۔

چنانچہ جو شخص بھی شادی میں تاخیر کرتا ہے تو وہ ان بازاری لڑکیوں کے ساتھ

میل جول اختیار کر لیتا ہے جو کھلم کھلا برائی کی گھاٹی میں اُلٹے سیدھے ہتھ پاؤں مارتی رہتی ہیں۔ اور مرد کو اس عرصہ میں اپنی جنسی خواہشات اور سفلی جذبات پرورے کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ شادی مؤخر کر دیتا ہے۔ وہ ایسا بین الاقوامی آراستہ و پیراستہ نظام پاتا ہے جو نہایت جدید سے جدید لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور مختلف اعلیٰ قسم کے اداروں کی تنظیم سے وابستہ ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیائے ہر وہ طریقہ ایجاد کر لیا ہے جس کا جنسی خواہشات کے بھر مارنے اور ان کے پورا کرنے کے سلسلہ میں تصور بھی کیا جاسکتا ہو۔ غالب گمان یہ ہے کہ لذت نفسانیہ کے حاصل کرنے کے لئے یہ نت نئے

طریقے اختیار کرنے کا سب سے بڑا سبب اور عامل ڈارون کا دینی عقیدوں وغیرہ کی شدید مخالفت ہے۔ اس لئے کہ جب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ معلوم ہوا کہ دین ان کی ان جنسی شہوات و لذات کی مخالفت کرتا ہے تو انھوں نے علم ہی کے ذریعہ دین کو رسوا و بدنام کرنے کے ہزاروں اسباب تلاش کر لئے۔

اور اس سے کوئی راہ فرار نہیں کہ جسم میں جنسی جذبات بھر جائیں، اور گزشتہ زمانہ کے لوگوں میں اپنے نفس پر کنٹرول کا جو ملکہ اور قوت تھی وہ کمزور پڑ جائے اور وہ پاکدامنی و عفت کا جو ہر جو پہلے عظمت و عزت کا ذریعہ تھی وہ مذاق کا ذریعہ بن جائے اور وہ جیسا جو خوبصورتی کو چار چاند لگایا کرتی تھی وہ نیست و نابود ہو جائے۔ اور لوگ اپنے گناہوں کو شمار کر کے فخر کرنے لگ جائیں۔ اور عورتیں اپنی غیر محدود آزادی اور ہر طرح کے گھومنے پھرنے کے حق کا اس بنیاد پر مطالبہ کریں تاکہ مردوں کے ساتھ برابری حاصل ہو جائے۔ اور شادی سے قبل ہی جنسی ملاپ ایک مانوس چیز بن جائے۔ اور پیشہ ور رنڈیاں پولیس کے خوف کے بجائے ان عورتوں کی

وجہ سے سڑکوں سے غائب ہو جائیں جو اپنے جذبات ٹھنڈے کرنے کے لئے
آوارگی کو اختیار کرتی ہیں۔ (مباحثہ فلسفہ ۱۔ ۶ تا ۱۳۲)

مصری روزنامہ "الیوم" نے ۲۲/۴/۱۹۶۵ء کی اپنی اشاعت میں یہ
خبر چھاپی ہے کہ:-

سویڈن کی عورتوں نے ایک ایسے مظاہرہ میں شرکت کی جس میں سویڈن کے
مختلف اطراف کی عورتیں شامل تھیں اور وہاں کے مختلف علاقوں میں مظاہرہ
کر کے انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ کھلی جنسی آزادی پر پابندی لگائی جائے۔ اور
اس مظاہرہ میں ایک لاکھ عورتوں نے شرکت کی تھی۔

یہی اخبار لکھتا ہے کہ، اپریل ۱۹۶۳ء میں جب سویڈن میں ایک سو چالیس
بڑے ڈاکٹروں نے بادشاہ اور پارلیمنٹ کو ایک یادداشت پیش کی تھی جس میں
انھوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ایسی دفعات نافذ کی جائیں جو اس جنسی انار کی
اور آوارگی کی روک تھام کر سکیں جو درحقیقت لوگوں کی صحت و زندگی کو جھنجھوڑ
کر رکھ دینے والی ہے۔ اور ڈاکٹروں نے یہ مطالبہ کیا کہ جنسی آزادی کے خلاف
قانون وضع کئے جائیں۔ تو اس پر بہت لے دے ہوئی اور شور شرابہ کیا گیا۔

بن لندنسی نامی جج اپنی کتاب "نئی نسل کی سرکشی" میں لکھتے ہیں کہ:-

امریکہ میں لڑکیاں وقت سے پہلے بالغ ہونے لگی ہیں۔ اور چھوٹی عمر سے
ہی ان میں جنسی شعور نہایت تیزی سے بیدار ہو جاتا ہے۔ موصوف جج نے
آزمائشی طور پر تین سو بارہ لڑکیوں پر ریسرچ کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے دو سو پچاس
لڑکیاں گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں بلوغ کو پہنچ گئی تھیں اور اس چھوٹی عمر میں
ہی ان کی جنسی خواہش اور جسمانی ساخت ایسی ہو گئی تھی جو عام طور سے اٹھارہ

سال اور اس سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔

شکاگو کی امریکی سی آئی اے کی رپورٹ جو تیرہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس نے یہ لکھا ہے کہ: اس تباہ کن آزادی اور حیوانوں کی سی ترقی و تہذیب لے امریکہ کے صرف خاندانوں ہی کے نظام کو خراب نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے امریکہ میں ایسی تہذیب کی بنیاد ڈال دی ہے جس کا تدارک نہ پولیس سے ہو سکتا ہے اور نہ عدالتوں سے۔

امریکی اخبار ”میرالڈ ٹریون“ اپنی اشاعت ۶/۲۹/۱۹۷۹ء میں ان مباحث کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو امریکہ کے اسپیشلسٹوں نے اس گندی اور ناپسندیدہ صورت حال کے بارے میں پیش کی ہیں جو مغربی معاشروں میں عمومی طور سے اور امریکی معاشرہ میں خصوصی طور سے پھیل رہی ہے۔ اور وہ بیماری محرمات یعنی بیٹی اور بہن کے ساتھ حرام کاری کا ارتکاب کرنا ہے۔

محققین لکھتے ہیں کہ یہ بات کوئی انوکھی اور نادر نہیں رہی ہے۔ بلکہ یہ صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس کی تصدیق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہاں ہر کس خاندانوں میں سے ایک خاندان ایسا ضرور ہے جس میں اس بے حیائی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

یہ صورت حال تو بہن بھائیوں اور دوسرے قریبی محرم رشتہ داروں میں ہے پھر بھلا آپ ہی بتائیے کہ اس وقت کیا صورتحال ہوگی جب نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ تعلیمی یا کام کاج اور ملازمت کے میدان میں جمع ہوں گے اور ان میں نہ تو نسب کا رابطہ ہوگا اور نہ رشتہ داری کا تعلق۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کا گناہ میں ملوث ہونا اور بے حیائی میں گرفتار ہونا

زیادہ یقینی ہوگا !!؟

مغربی قوموں کی حقیقی زندگی اور اختلاط مرد و زن کا تجربہ کرنے کی وجہ سے وہ جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کے جو حقیقی اور سچے واقعات ہم نے پیش کئے ہیں یہ مشتے از خروارے، سمندر سے چلو بھرنے کے برابر ہیں۔ اور یہ دراصل جنسی بے راہ روی اور اخلاقی کج روی اور انحراف کے اس سمندر کا ایک قطرہ ہے جس میں تمام عالم کے معاشرے گرفتار ہیں جو دراصل آزادی و بے پردگی اور گمراہی و انحطاط کے دور میں اختلاط کے عام ہونے کا ایک دردناک و بھیانک نتیجہ ہے۔ یہ یاد ہے کہ اہل مغرب اور مشرق والوں کے یہاں مرد و زن کا باہمی اختلاط بچوں کی ابتدائی تعلیم گاہوں، اعدادی، ثانوی اور کالج و یونیورسٹی تک برقرار رہتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے ان معاشرہ کی تمام معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل طور سے اختلاط موجود اور عام ہے۔

اب آپ جی بتائیے کہ اس وضاحت و تفصیل کے بعد کیا کوئی صاحب بصیرت عقلمند آج کل کے اختلاط کے دعویداروں کی اس بات کو صحیح تسلیم کر سکتا ہے کہ مرد و زن کا باہمی اختلاط فطری جذبات کو ٹھنڈا اور شہوت کی تیزی کو کم کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے دونوں جنسوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اکٹھا ہونا ایک مانوس و عام چیز بن جاتا ہے۔

علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ نے اپنے مقالات میں جو لطائف بیان کئے ہیں ان میں سے ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ دولت عثمانیہ کا ایک سفیر ایک مرتبہ انگریزوں کے ملک میں برطانوی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ ایک محفل میں شریک ہوا۔ تو وہاں موجود لیڈروں میں سے ایک صاحب نے اس سے کہا:

آپ لوگ اس پر کیوں مُصر ہیں کہ مشرق کی مسلمان عورت ترقی کی دوڑ میں
مرد سے پیچھے اور مردوں سے الگ تھلگ اور نور و روشنیوں سے محجوب رہے!؟
عثمانی حکومت کے سفیر نے ان صاحب سے فرمایا: اس لئے کہ مشرق کی ہماری
عورتیں یہ پسند نہیں کرتیں کہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور سے بچے پیدا کریں!!
یہ بات سن کر وہ صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔
فِیْ سَائِیَ حَدِیْثٍ بَعْدَ یَوْمَئِذٍ۔ بتلائیے اب اس کے بعد اور کس بات
پر وہ ایساں لائیں گے؟ - (تربیت الاولاد ص ۲۸۴)

مرد و زن کے باہمی اختلاط اور اس کے نتائج کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے
والدین اور تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے میں یہ حقیقت کھول کر بیان کر دینا
چاہتا ہوں کہ صیہونیت اور استعمار و سامراجیوں اور مادیت اور اباحت پسندوں
کے پروگراموں کا سب سے بڑا اور اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کو بگاڑ دیا
جائے اور اس کی حیثیت کو ختم کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ کر دیا جائے جس
کا طریقہ یہ ہے کہ اخلاقی اقدار کو ختم کر دیا جائے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے
دلوں سے دینی مفاہیم و نم و ہب کی عظمت ختم کر دی جائے۔ اور مسلم معاشرہ میں
ہر اعتبار و ہر پہلو سے آزادی، بے راہ روی اور برائیوں کو پھیلا دیا جائے۔ اباحت
و آزادی کی اس دعوت کے عام کرنے اور مکرو فریب کا جال پھیلانے کے لئے ان لوگوں
کے یہاں عورت سب سے کار آمد اسلحہ اور اولین مقصود اور ہدف ہے۔ اس لئے کہ
اباحت کی دعوت کو عام کر لے اور سامراج کا بد و گرام نافذ کرنے کے لئے عورت ہی سب
سے ضعیف و کمزور اور جذباتی عنصر ہے جو ان کے مقاصد کے حصول کا بہترین ذریعہ

بنتی ہے۔

سامراجیوں کا ایک پوپ کہتا ہے: شراب کا جام اور حسین و جمیل دوشیزہ امت محمدیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں وہ اثر رکھتی ہے جو ہزار توپیں نہیں رکھتیں۔ لہذا اس امت محمدیہ کو مادہ اور جنس و شہوت کی محبت میں غرق کر ڈالو۔

بدنام زمانہ فری میسن تنظیم کے لیڈروں میں سے ایک لیڈر کہتا ہے: عورت کو اعتماد میں لینا ہمارا فریضہ ہے اس لئے کہ جس دن بھی اس نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھا دیا اسی دن ہم حرام تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دین کی فتح و کامیابی کے لئے کوشش کرنے والوں کا لشکر تتر بتر ہو جائے گا۔

صہیونی حکمرانوں کے پروڈاکٹوں میں یہ لکھا ہے کہ: یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اس بات کی کوشش کریں کہ ہر جگہ اخلاقی حالت دگرگوں ہو جائے تاکہ ہر جگہ ہم غلبہ حاصل کر سکیں۔ "فرائڈ" ہماری جماعت کا آدمی ہے اور وہ کھلم کھلا جنسی تعلقات کے منظر پیش کرتا رہے گا تاکہ نوجوانوں کی نظر میں کوئی چیز بھی مقدس نہ رہے اور ان کا سب سے بڑا مقصد اپنی جنسی خواہشات کی تسکین بن جائے اور اس صورت میں ان کے اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہوگا۔

لہذا جو لوگ اسلامی ملکوں میں مردوزن کے اختلاط کے دعویدار ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ اختلاط ہماری معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ میں عام ہو جائے یہ لوگ درحقیقت اسلام کے دشمن مادی الحادی اور اباحت پسند مذاہب والوں کی سازشوں کو نافذ کرنے کا ذریعہ اور ان کے لئے پروپیگنڈہ کرنے کا آلہ بن رہے ہیں۔ اور یہ لوگ سامراجی اور صہیونی اور ماسونی (فری میسن کے) افکار کی دعوت دینے والوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ خواہ اس بات کو یہ لوگ

سمجھ رہے ہوں یا نہ سمجھیں۔ اور خواہ انھیں یہ حقیقت محسوس ہو رہی ہو یا محسوس نہ ہو رہی ہو۔

اس لئے والدین، مربیوں اور مسئولین کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لڑکیوں کو لڑکوں سے مکمل طور پر دور رکھیں۔ خواہ تعلیم کا میدان ہو یا اور کوئی دوسرا میدان۔ تاکہ لڑکیوں میں عزت نفس اور پاکدامنی کا جو ہر پیدا ہو۔ اور معاشرہ برائیوں اور آزادی کے مسموم اثرات سے محفوظ رہے۔ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں جسمانی اور نفسیاتی لیاقت و صلاحیت پیدا ہو اور امت اسلامیہ اعداء اسلام کی ان سازشوں سے بچ سکے جو وہ مسلمان عورت کو خراب کر کے نقصان پہنچانے کے لئے کیا کرتے ہیں۔

عائشہ تیموریہ نے اپنے علم پاکدامنی و حجاب پر فخر کرتے ہوئے کتنے عمدہ اور بہترین اشعار کہے ہیں ۛ

بید العفاف اصون عز حجابی وبہمتی اُسمو علی اُتِراہی
پاکدامنی کے ذریعہ میں اپنے حجاب کی عزت محفوظ رکھتی ہوں۔ اور اپنی بلند ہمتی سے میں اپنے ہم عمروں پر فوقیت حاصل کرتی ہوں۔

ماضرتنی اُدبی وحسن تعلی لا بکونی زهرة الالباب
میرے علم و ادب اور تعلیم و تعلم نے مجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا سوائے اس کے مجھے عقلمندوں کی کلی اور پھول بنایا
ما عاقنی خجلی عن العلیا ولا سدل الخمار بلمتی ونقاب
میری شرم و حیا نے مجھے ہنسند یوں تک پہنچنے سے نہیں روکا اور نہ بالوں پر ڈھونڈنے والے اور نقاب لگانے

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۸۵)

۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری

دین اسلام نے بچوں کے سلسلہ میں والدین اور مربیوں پر جو نہایت عظیم ذمہ داری ڈالی ہے وہ یہ کہ بچوں کو بچپن اور شروع سے ہی فکری و ذہنی طور سے تیار کیا جائے اور سمجھداری و عقل کی پختگی کے دور تک ان کی ذہنی و فکری تربیت کی جائے اور فکری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں سے بچے کا ربط و تعلق ہو۔

اسلام کے ساتھ دین و حکومت کے اعتبار سے۔

قرآن عظیم کے ساتھ نظام و قانون کے اعتبار سے۔

اسلامی تابع کے ساتھ عزت اور مجد و عظمت کے لحاظ سے۔

عمومی اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ فکری اور روحانی طور پر۔

اور اسلامی دعوت کے ساتھ نہایت جرات مندانہ فعال ربط و لگاؤ اور خصوصی تعلق و جذبہ کے طور پر۔

اس لئے تربیت کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچہ جب سمجھدار اور باشعور ہو جائے تو بچے کو مندرجہ ذیل حقائق اسی وقت سے ذہن نشین کرائیں۔

الف۔ اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے اور وہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر دور اور ہر ملک کے پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرے۔

ب۔ ہمارے آباء و اجداد عزت و قوت، تہذیب و تمدن کے جن عظیم مراتب تک پہنچے تھے وہ صرف اس وجہ سے کہ انھیں اسلام کی دولت نے طاقت و عزت بخشی تھی۔

ج۔ اعداد اسلام جو سازشوں کا جال پکھاتے ہیں اسے کھول کھول کر بیان کیا جائے۔

کہ یہ سب اس مقصد کے لئے ہوتی ہیں کہ روئے زمین سے اسلامی عقائد کو ختم کر دیا جائے
۵ : اسلام کی اس تہذیب و تمدن کو بیان کیا جائے جس سے شریعت تک
تمام دنیا سیرابی حاصل کرتی رہی ہے۔

۶ : اور بچے کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم ایک ایسی امت ہیں کہ ابو جہل، ابولہب
کی وجہ سے نہیں پہچانے جاتے۔ بلکہ ہمارا نام تاریخ کے زریں صفحات میں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی وجہ سے درج ہوا
ہے۔ اور ہم نے سب سے معلقہ کے ذریعہ نہیں بلکہ قرآن کریم کے ذریعہ دنیا پر حکومت
کی ہے۔ اور ہم نے لوگوں کو بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا ہے بلکہ ہم نے لوگوں کو
اسلام کی دعوت دی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ چنانچہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ، اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔
اپنے نبی کی محبت، ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔ (خیال ہے
کہ اہل بیت میں تمام ازواج مطہرات اور تمام نبی زادیاں شامل ہیں۔)

اس لئے ہمارے اسلاف رحمہم اللہ نے اس قسم کی ذہن سازی کا بہت اہتمام
کیا ہے۔ اور وہ حضرات نو عمری سے ہی بچوں کو قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے غزوات اور بزرگوں اور بڑوں کے کارناموں کی تعلیم دینے کو ضروری سمجھتے تھے۔

والدین اور مربیوں کو مؤلف کی نصیحت

کیا یہ صورتحال افسوسناک نہیں ہے کہ ہمارے نوجوان سن شعور کو پہنچ جاتے ہیں
لیکن ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام دین و حکومت، قرآن و تلوار، عبادت و سیاست
سب کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو ترقی پذیر زمانہ اور

ترقی یافتہ زندگی کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ کیا یہ تکلیف دہ بات نہیں ہے کہ ہماری اولاد اسکولوں میں مغرب کے سرکردہ لوگوں اور مشرق کے فلاسفہ کے کارناموں میں تو معلومات رکھتی ہو مگر مسلمانوں کے بڑے لوگوں اور اسلام کے بہادروں کی زندگی کے بارے میں ان کو معمولی معلومات بھی حاصل نہ ہوں؟ اور کیا یہ بات دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی نہیں ہے کہ مسلمان نوجوان ایسے مریعوں کے پیچھے چلنے لگ جائیں جو ان کی قوت فکریہ کو معطل کر دیں اور اسلامی ثقافت سے ان کو بالکل منقطع کر دیں اور ہر مخلص مرشد سے تعلق ختم کر دیں جو انہیں اسلام کی حقیقت سمجھا سکے اور اسلام کا کامل نظریہ واضح کر سکے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ کیا یہ ذلت و رسوائی اور عیب کی بات نہیں ہے کہ ہماری اولاد ملحدانہ نظریات پر مشتمل کتابیں اور گندے اور عریاں رسالے اور عشقیہ قصے کہانیاں تو جمع کرے لیکن ان کا ایسی کتابوں سے قطعاً واسطہ نہ ہو جو اسلام کے نظام کو پیش کرتی ہوں اور دشمنوں کے اعتراضات کو دور کرتی ہوں۔ اور تاریخ کے قابل فخر کارناموں کو بیان کرتی ہوں۔ مگر افسوس کہ اب مسلمان ایسی علمی دینی کتابوں کے نہ خریدنے کی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ پڑھنے کی۔ اس لئے اے والدین اور اے مریخو! آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ لوگ اپنے جگر گوشوں کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ اگر ان کے نظریات و افکار گمراہ کن آزاد پر مشتمل ہوں تو ان کی اصلاح کی پوری کوشش کریں۔ اور ساتھ ہی یہ فرض ہے کہ مادہ پرستوں مستشرقین کی بہتان طرازیوں سے بھی آگاہ کرتے رہیں۔ اگر آپ حضرات اس راستہ پر چلے تو آپ کی اولاد اپنے دین کو عزت و افتخار کا ذریعہ سمجھے گی اور اپنے بزرگوں کی تاریخ پر فخر کرے گی۔ اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو دین نہ سمجھے گی۔

۳۔ ذہنی صحت و تندرستی کی ذمہ داری :-

والدین پر از روئے شریعت یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی اور رکنِ تس کی اصلاح کی فکر کریں۔ تاکہ ان کی فکر درائے درست رہے۔ اور ان کا حافظہ قوی اور ذہن صاف اور عقل پختہ رہے۔ اس مناسبت سے اب ہم جسم و عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جسم و عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزیں :-

۱۔ شراب نوشی کی لعنت۔ خواہ کسی شکل میں ہو۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو صحت کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

۲۔ مشیت زنی کی عادت۔ اس پر مداومت دق و دل پیدا کرتی ہے۔ اور حافظہ کو کمزور کرتی ہے۔

۳۔ تمباکو نوشی کی عادت۔ یہ ایسی لعنت ہے جو عقل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حافظہ کو کمزور کر دیتی ہے۔

۴۔ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں کی آفت۔ جیسے گندے فلموں کا دیکھنا، ننگی تصویروں کو دیکھنا۔ اس لئے کہ یہ چیزیں عقل کی ذمہ داری اور فریضہ کو معطل کر دیتی ہیں اور ذہنی پرالگندگی پیدا کرتی ہیں (نیز اس کی زیادتی سے اچھا خاصا انسان ہوس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے)۔ اور قیمتی وقت کے ضیاع کی موجب ہیں۔

پس یہ وہ ذمہ داریاں ہیں جو بچوں کی عقلی تربیت کے سلسلہ میں والدین اساتذہ اور مربیوں پر عائد ہوتی ہیں۔ لہذا گریہ لوگ اس کی ادائیگی میں کوتاہی

کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب حساب لے گا اور باز پرس فرمائے گا۔
چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاۡجِعٍ اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے
عَمَّا اسْتَرْعَاہُ حِفْظًا مِّمَّ ضَلَّعَ بارے میں دریافت فرمائیں گے کہ اس نے
(ابن حبان) انکی دیکھ بھال کی یا انھیں ضائع کر دیا؟

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بنائیے جنھوں
نے اپنی اولاد اور گھر بار کی دیکھ بھال کی۔ اور اپنی ذمہ داری کے فرائض کو بہتر
طریقے سے پورا کیا۔ آپ ہی سے اچھی امید قائم کی جاسکتی ہے اور آپ ہی
وہ کریم داتا ہیں جس سے سوال کیا جاتا ہے۔

(ترجمہ صفحہ ۲۰۸) تربیۃ الاولاد صفحہ ۲۹۸

فصل خامس

نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری

نفسیاتی تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسی وقت سے اس کو حق کے سلسلہ میں جرأت، صداقت اور شجاعت کی تربیت دی جائے اور دوسروں کے لئے خیر و بھلائی پسند کرنے، غصہ کے وقت قابو میں رہنے اور نفسیاتی اور اخلاقی فضائل و کمالات سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی جائے۔ اس تربیت کا مقصد بچے کی شخصیت کو بنانا اور اس کی تکمیل و آراستگی ہے۔ تاکہ جب وہ بڑا ہو تو جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی جائیں انہیں عمدگی اور خوبی کے ساتھ صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں۔

بچے میں نفسیاتی امراض و عادات :-

میرے خیال میں وہ اہم عوامل و عادات جن سے مریبوں اور اساتذہ کو اپنے بچوں اور شاگردوں کو پہچانا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں :-
 (۱) شرمیلہ پن اور جھینپنے کا مرض (۲) خوف و دہشت کی عادت (۳) احساں کتری کا شعور (۴) حسد و بغض کی بیماری (۵) غصہ میں آپے سے باہر ہو جانا۔
 (۶) غفلت و لاپرواہی۔

لے مصنف نے اس مرض غفلت و لاپرواہی پر کلام نہیں فرمایا ہے البتہ یہ - (ہماری اگلی صفحہ)

(۱) شرمیلا پن اور پھینپنے کا مرض :-

بچوں میں فطری طور سے شرمیلا پن ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتدائی علامات چار مہینے کی عمر سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور ایک سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد شرمیلنے کی عادت مکمل طور پر نظر آنے لگتی ہے۔ اور تین سال کی عمر میں شرم کو اس وقت محسوس کرتا ہے جبکہ وہ نئی جگہ جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اپنی ماں کی گود میں یا اس کے پاس بیٹھ کر تمام وقت گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

بعض بچوں میں تو یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔ نیز گھر کے ماحول کا بھی بچے پر کافی اثر پڑتا ہے۔ پس وہ بچے کم شرمیلے ہوتے ہیں جو دوسروں سے میل جول رکھتے ہیں۔ اس مرض کا علاج :-

اس مرض کا علاج اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں۔ اب خواہ اس سلسلہ میں یہ کریں کہ اپنے دوستوں کو اپنے گھر پر بار بار بلا کر ان بچوں کے اندر میل جول کی عادت ڈالیں۔ یا والدین جب اپنے دوستوں عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور ان سے ملاقات کرائیں۔ یا نرمی سے ان کو سمجھائیں کہ دوسروں سے بھی ملا جلا کریں اور بات چیت کیا کریں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔

ذیل میں چند وہ تاریخی مثالیں اور احادیث نبویہ پیش کی جا رہی ہیں جو حتمی

(بقیہ صفحہ گزشتہ کا) لکھا ہے کہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کا اضافہ کیا جائیگا۔ مگر اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ یہ نہایت بری بیماری ہے جس میں عام طور پر ہمارے نوجوان مبتلا ہیں جس کی وجہ سے بہت سے کمالات سے محروم ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق اس حقیر نے اس موقع پر کچھ لکھا ہے۔ اس کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو مصنف کے منشأ و مرضی کے مطابق فرمائے۔ (ق)

تربیت کرنے والے حضرات کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گی۔

الف، امام بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو کہ ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے، یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ (نفع پہنچانے میں) مسلمان کی طرح ہے۔ بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ لوگ وادی کے مختلف درختوں کے بارے میں بتلانے اور سوچنے لگے۔ اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن شرم کی وجہ سے لب کشائی نہ کی۔ پھر صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمیں بتلا دیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ قال ہی النخلة۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ خاموش ہیں، اس لئے میں نے بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے دل میں آئے والا خیال ظاہر کیا تو انھوں نے فرمایا، اگر تم یہ بات اس وقت کہہ دیتے تو مجھے سوخا اونٹوں کے حصول سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی۔

ب، امام مسلم حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشروب (پینے کی چیز) لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کے داہنی جانب ایک نو عمر جوان (یعنی حضرت ابن عباسؓ) بیٹھے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات بیٹھے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نو عمر صاحبزادے سے فرمایا اُت اذن لے اُن اُعطی حق کلا یعنی کیا تم مجھے

اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں پہلے ان حضرات کو دے دوں؛ تو اس لوجوان نے کہا، نہیں۔۔۔ بخدا ہرگز نہیں! آپ سے حاصل ہونے والے متبرک حصہ کے بارے میں میں کسی کو ہرگز ترجیح نہیں دے سکتا۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیسی فراست و دانشمندی کی بات فرمائی۔ (ق)

ج: عید کے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعلقے نے اپنے ایک بیٹے کو پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ ان کے صاحبزادے نے دیکھ لیا اور ان سے پوچھا اے امیر المومنین! آپ کو کس چیز نے رُلا یا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ میرے بیٹے! مجھے ڈر ہے کہ جب دوسرے لڑکے تمہیں ان پُرانے کپڑوں میں دیکھیں گے تو اس سے تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لڑکے نے جواب دیا اے امیر المومنین! دل تو اس شخص کا ٹوٹتا ہے جس سے اللہ ناراض ہو یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو۔ اور مجھے تو یہ امید ہے کہ آپ کی رضامندی کی وجہ سے اللہ تعلقے بھی مجھ سے راضی ہوں گے۔

فائدہ: سبحان اللہ! یہ تھا حال امیر المومنین کے صاحبزادے کا۔ جبکہ یہ حال امیر زادوں کا تو کیا درویش زادوں کا بھی نہیں ہے۔ جس کا سبب اصلی یہ ہے کہ شروع سے اسلامی طریقہ سے ان کی تعلیم و تربیت نہیں کی جاتی، جس کو تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ (ق)

د: ایک مرتبہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا۔ وہاں بچے کھیل رہے تھے، جن میں عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے جو چھوٹے تھے اور کھیل رہے تھے۔ اور بچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خاموش کھڑے رہے وہاں سے بھاگے نہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کہ اور بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انھوں نے فوراً کہا، میں کوئی مجرم تو ہوں نہیں کہ آپ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں بھاگ کر اسے آپ کے لئے کشادہ کر دیتا۔!۔ واقعی بڑا جرأت مندانہ اور بالکل درست جواب تھا۔

ان واقعات کے علاوہ مؤلف نے بچوں کی زیر کی وحی گوئی اور جرأت مندی کے چند اور واقعات نقل کئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:-

سلف صالحین کے بچوں کی پیش کردہ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچے جھمک، احساس کمتری اور بلا موقع شرم و حیل سے بالکل آزاد تھے۔ جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ جرأت مندی و بہادری کے عادی بنائے گئے تھے اور وہ اپنے والدین کے ہمراہ عمومی مجالس اور ان کے دوستوں کی ملاقات وغیرہ میں شریک ہوا کرتے تھے اور پھر بڑوں کے سامنے سلیقہ سے گفتگو کرنے پر ان کو داد دی جاتی تھی اور سمجھداروں اور فصیح و بلیغ حضرات کو حکام و امراء و خلفاء سے شرف ہمکلامی بخشا جاتا تھا اور عمومی و علمی مسائل اور مشکلات کے حل کے سلسلہ میں مفکرین و علماء کی محفلوں اور مجلسوں میں ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

ادبی و علمی جرأت اور یہ تمام چیزیں بچوں میں علم و سمجھ اور دانائی کے اعلیٰ ترین معانی پیدا کرتی ہیں اور سو جھ بوجھ بڑھاتی ہیں اور ان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ کمال کے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اپنی شخصیت سازی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور فکری و معاشرتی بے خستگی پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

اس لئے تربیت کرنے والوں اور خاص طور سے والدین پر آج یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم و شاندار تربیت کے اصول کو اپنائیں تاکہ ان کے بچے حق گوئی، بے باکی اور ادب و احترام کی حدود میں رہتے ہوئے کامل جرات کا مظاہرہ کر سکیں اور ساتھ ہی دوسروں کے احساسات و شعور کا بھی خیال رکھیں اور ہر شخص کو اس کی شان کے مطابق درجہ دیں۔ ورنہ تو جرات بے حیائی سے بدل جائے گی اور بے باکی دوسروں کے ساتھ بے ادبی و گستاخی کی شکل اختیار کر لے گی۔ (ترجمہ صفحہ ۳۱۵)

ہماری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ حیا اور بیجا شرم کے مابین فرق کریں۔ شرمندگی نام ہے بچے کا دوسروں کی ملاقات سے بھلگنے، دور ہونے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا۔ اور حیا اسلامی آداب اور اخلاق نبوی کے طریقوں پر عمل کرنے کا نام ہے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

استحيوا من الله حقاً اللہ سے ایسی حیا کرو جس طرح اس سے الہیاء۔ حیا کرنے کا حق ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ حیا نہیں ہے۔ اللہ سے حیا کرنا درحقیقت یہ ہے کہ تم سر اور جو اعضا اس میں ہیں ان کی حفاظت کرو (یعنی آنکھ، کان، زبان وغیرہ) اور پیٹ جن اعضا پر مشتمل ہے اس کی حفاظت کرو۔ اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو۔ اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے وہ حیا کی جو حیا کا حق ہے۔ (ترمذی)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسا زمانہ نہ پائے جس میں سمجھدار اور عالم کی پیروی نہ کی جائے۔ اور حلیم و بردبار سے جیسا نہ کی جائے۔ (امام احمد)

اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر مذہب اور دین کے کچھ اخلاق و اوصاف ہوتے ہیں اور اسلام کا وصف قیاس ہے۔
۲۔ خوف و ڈر، اور اس کے اسباب و علاج :-

یہ ایک نفسیاتی حالت ہے جو بڑوں چھوٹوں، عورتوں مردوں سب کو پیش آتی ہے۔ کبھی یہ خصلت قابل تعریف و مستحسن ہو جاتی ہے جبکہ وہ حد کے اندر ہو اس لئے کہ یہ عادت بچوں کو بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ لیکن اگر یہی خوف حد سے تجاوز کر جائے تو بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے جس کا دور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ عام طور سے بچوں کی بہ نسبت بچیاں زیادہ خوف کا اظہار کرتی ہیں۔ اور عموماً یہ خوف و ڈر بچے کے تخیل پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ کچھ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہو گا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہو گا۔

بچوں میں خوف و ڈر بڑھنے کے اہم اسباب :-

- ۱۔ ماں کا بچوں کو سایوں اور بھوت چڑیل وغیرہ سے ڈرانا۔
 - ۲۔ ماں کا بچوں کے زیادہ ناز و نخرے اٹھانا اور ضرورت سے زیادہ بے چین ہونا۔
 - ۳۔ بچے کو گوشہ نشینی اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی بنانا۔
 - ۴۔ ان خیالی قصوں کا بیان کرنا جن کا تعلق جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں سے ہے۔
- اس مرض کا علاج :-

- ۱۔ بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت اور ہر پیش آمدہ

بیزیر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا۔ اور بلاشبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی و بدنی عبادات کا عادی بنایا جائے تو وہ کسی بھی ابتلاء کے وقت نہ خوف زدہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت پر جزع و فزع کرے گا۔ قرآن کریم اسی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا
إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا
وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا
إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ
فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ

انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے خوشحالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ اے اللہ وہ نمازی (اس حکم میں داخل نہیں) جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔

(معارج)

۲۔ بچے کو تصرفات کی آدائی دینا چاہئے اور اس پر ذمہ داری ڈالنا چاہئے اور ان کی عمر کے مطابق مختلف کاموں کا بار اس پر ڈالنا چاہئے تاکہ وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کے عموم میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَلِكُ دَايِعٍ وَكَلِكُ مَسْئُولٍ
مَنْ رَحِيْتَهُ
تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(بخاری و مسلم)

۳۔ بچوں کو جن، بھوت، چڑیل، بچو، بچور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہ ڈرانا چاہئے۔ خصوصاً رونے کے وقت۔ تاکہ بچہ خوف و ڈر کے سایہ سے بھی دور رہے

اور شروع ہی سے بہادری و جرأت پر پلے پڑھے۔ اس میں پیش قدمی کا حوصلہ پیدا ہو اور اس بہترین جماعت میں شامل ہو سکے جس کی جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے۔

المومن القوی خیر و احب کمزور اور ضعیف مومن کے مقابلہ میں
الى الله من المومن الضعیف طاقتور مومن اللہ کے یہاں زیادہ بہتر
(مسلم) اور زیادہ محبوب ہے۔

۴۔ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسے اسی وقت سے عملی طور سے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، میل جول رکھنے اور ملاقات کرنے کا موقع دینا چاہئے۔ تاکہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جن کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں کیا ہے۔

المومن الف مومن الفت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور
مالوف ولا اس سے الفت رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے
خیر فیمن لا یالف شخص میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو نہ دوسروں
ولا یو لف۔ سے الفت رکھے اور نہ دوسرے اس سے الفت
خیر الناس انفعهم رکھیں۔ اور لوگوں میں بہترین آدمی وہ
لناس۔ (حاکم بیہقی) ہے جس سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچے۔

علمائے تربیت کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ بچہ جس چیز سے ڈرتا ہو، اس سے ہم اور زیادہ متعارف کرائیں۔ چنانچہ اگر وہ اندھیرے میں ڈرتا ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ ہم اس سے اس طرح مزاح (ہنسی) کریں کہ کچھ دیر کے لئے بتی بجھا دیں، پھر جلا دیں۔ اور اگر پانی سے ڈرتا ہو تو اس میں

کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اس کو یہ موقع فراہم کر دیں کہ وہ کسی چھوٹے برتن یا اور کسی چیز میں تھوڑے سے پانی سے کھیلے۔ اسی طرح دوسری چیزیں۔

۵۔ بچوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگوں کے واقعات اور سلف صالحین کے بہادری کے کارناموں سے واقف کرائیں اور یہ نصیحت کریں کہ ان رہنماؤں اور فاتحین اور صحابہ و تابعین کے اخلاق و عادات اپنے اندر پیدا کریں تاکہ ان میں بے مثال شجاعت اور نادر بہادری اور جہاد کی محبت اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے پوری کوشش رچی بسی ہو۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعلیم بالکل اسی طرح دیا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ (ترجمہ ص ۲۱۹)

ف۔ اس کے بعد مصنف نے صحابہ کرامؓ کے جذبہ جہاد اور اعلا کلمۃ اللہ کے شوق وغیرہ کے واقعات نقل فرمائے ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے ان کو نقل نہیں کیا۔ جس کو دیکھنا ہو اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔ اس موضوع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد نوری صاحبؒ کی کتاب ”حکایات صحابہؓ“ کا مطالعہ جو اردو زبان میں ہے مفید ہوگا۔ (ق)

۳۔ احساس کمتری کی بیماری اور اس کے اسباب و علاج :-

اپنے اندر کمی و نقصان کا شعور و احساس ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بعض بچوں میں پیدائشی یا بیماری کی وجہ سے یا اقتصادی (معاشی) حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جو نہایت خطرناک بیماری ہے۔ جو بچے کو رذالت، بد بختی اور مجرمانہ زندگی کی جانب ڈھکیل دیتی ہے۔

اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس عادت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالیں

اور اس کا علاج بیان کریں۔ اس لئے کہ یہ نہایت اہم مرض ہے جس کے اثرات دور دور تک پہنچتے ہیں۔

وہ اسباب جو بچے کی زندگی میں احساس کمتری کا شعور پیدا کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:-

- ۱۔ تذلیل و تحقیر اور اہانت آمیز سلوک۔
- ۲۔ ضرورت سے زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنا۔
- ۳۔ بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا۔
- ۴۔ جسمانی امراض و بیماریاں۔
- ۵۔ یتیمی۔
- ۶۔ فقر و فاقہ اور غربت۔

اب ان میں سے ہر ایک کی کسی قدر تشریح ملاحظہ فرمائیں!

(۱) تحقیر و اہانت آمیز سلوک

ماں باپ کا تحقیر آمیز سلوک بچوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ہم سنتے ہیں کہ ماں یا باپ جب بچے کو صبح رات اور اعلیٰ اخلاق سے پہلی مرتبہ ہٹتے دیکھتے ہیں تو فوراً خود اس کی تہسیر کر دیتے ہیں۔ مثلاً بچہ اگر ایک مرتبہ بھی جھوٹ بول دے تو اسے ہمیشہ جھوٹے کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور اگر چھوٹے بھائی کو ایک مرتبہ بھی تھپڑ مار دے تو اسے مستقل شریر کہنے لگتے ہیں۔ اور اگر چھوٹی بہن سے چالاکی سے سیب چھین لے تو اسے مکار کہنے لگتے ہیں بلکہ بعض دفعہ رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے بھی اسے ناپسندیدہ کلمات کہنے لگتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ اپنے آپ کو حقیر و ذلیل

اور ایسا ہل و نکلا سمجھنے لگے گا کہ جیسے اس کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ عزت و قدر و منزلت جس کی وجہ سے بچے میں ایسی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جنکی وجہ سے وہ دوسروں کو نا پسندیدگی و کراہیت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے علیحدہ اور ذمہ داریوں سے عاجز و قاصر سمجھنے لگتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔ اس لئے کہ وہ اپنے اندر کسی کام کے انجام دینے کی ہمت و حوصلہ نہیں پاتا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ایسی غلط تربیت اور سخت گیر معاملہ کرتے ہیں تو ہم بہت بڑی غلطی اور زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بھلا بتائیے کہ جب ہم بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں نافرمانی اور سرکشی کا بیج بو دیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان بچوں سے اطاعت و فرمان برداری اور استقامت و بردباری کی کیسے توقع کر سکتے ہیں؟

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلایا اور والد کی نافرمانی اور حقوق کے ادا نہ کرنے پر اسے تنبیہ کی۔ تو لڑکے نے کہا اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے اپنے والد پر کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں!! لڑکے نے پوچھا اے امیر المومنین وہ حقوق کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کرے۔ اور اس کا اچھا سا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دلائے۔ لڑکے نے کہا اے امیر المومنین! میرے والد لے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا۔ اس لئے کہ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی باندی ہے۔

اور میرے والد میرا نام جُعل (جو ایک کیرٹے کا نام ہے) رکھا ہے۔ اور میرے والد نے مجھے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے ہو۔ حالانکہ اس کی نافرمانی سے قبل تم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا ہے اس سے قبل کہ وہ تمہارے ساتھ بُرا سلوک کرے۔ ف: سبحان اللہ! حضرت عمرؓ نے کیا ہی خوب فیصلہ فرمایا۔ جسے تمام ہی والدین کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (ق)

لطیفوں میں سے ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ ایک روز ایک باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی ماں کے بارے میں طعنہ دیا کہ تم ایک باندی کی اولاد ہو کر میری حکم عدولی کرتے ہو؟ یہ سن کر بیٹے نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! میری ماں تو آپ سے بہتر ہے۔ باپ نے پوچھا وہ کیسے؟ لڑکے نے کہا۔ اس لئے کہ اس نے نہایت عمدہ انتخاب کیا اور مجھے ایک آزاد مرد کے لطفہ سے جنا۔ اور آپ نے غلط انتخاب کیا اور مجھے ایک باندی کے بطن سے پیدا کیا۔

ف: سبحان اللہ، لڑکے نے کتنی عمدہ بات کہی جو اسکی عقل و فراست کا ثبوت ہے۔ (ق) ہمیں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ والد کی طرف سے لڑکے کو جو سخت و سست یا قبیح القاب سے نوازا جاتا ہے تو وہ بچے کے کسی چھوٹے یا بڑے جرم یا غلطی ہی کی وجہ سے ہوتا ہے جس کا مقصد یقیناً اصلاح و تربیت ہی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جرم کا علاج اور اس غلطی کی اصلاح غصہ ناراضگی اور سختی سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سختی اور ناراضگی سے بچے کے ذہن پر نہایت خطرناک اثرات پڑتے ہیں۔ اور اس کا شخصی کردار مجروح ہوتا ہے اس لئے

وہ بے وقوفوں اور بد کرداروں کے طریقے کو اختیار کر لیتا ہے۔ لہذا ہم اپنی اس ناشائستہ حرکت اور سخت معاملہ کی وجہ سے اپنے بچے پر بڑا ظلم کرتے ہیں اور بچے اس کے کہ ہم اسے ایک سمجھدار باوقار آدمی بنائیں جو استقامت و بردباری اور عقل و بصیرت کے ساتھ زندگی گزارے اس کو ہم نفسیاتی و اخلاقی اعتبار سے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ پس یہ ایک حقیقت ہے خواہ اس کو ہم تسلیم کریں یا نہ کریں۔

اگر بچے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسلام اس کی اصلاح کا کیا طریقہ بتلاتا ہے ؟

بچے سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کے علاج کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم نرمی اور پیار سے اسے اس کی غلطی پر متنبہ کریں اور مضبوط دلیلوں سے اسے باور کرائیں کہ یہ ناشائستہ حرکت کوئی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت انسان ہرگز ہرگز پسند نہ کرے گا۔ پھر اگر وہ اس طرح سمجھ جائے تو ہمارا مقصد اصلاح حاصل ہو گیا اور اس کی کجی درست ہو گئی۔ ورنہ پھر اس کا دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جسے ہم مغربی اس کتاب تربیت الاولاد کی تیسری قسم میں ”سزا کے ذریعہ تربیت“ کے عنوان کے تحت انشاء اللہ بیان کریں گے۔

اصلاح کا بے مثال طریقہ :-

اصلاح کا یہ تیر بہدف طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اس کے چند نمونے ذیل میں درج ہیں۔

الف : امام احمد سند حمید سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیں گے؟ یہ سن کر لوگ اس پر

برس پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے قریب کر دو۔ اور آپ نے اس سے فرمایا، نزدیک آ جاؤ! وہ شخص آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم یہ چیز اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے؟ اس نوجوان نے جواب دیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، میں تو اسے ہرگز پسند نہ کروں گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی یہ چیز اپنی ماؤں کے لئے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم یہ بات اپنی بہن کے لئے پسند کرو گے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے! آپ نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح اور لوگ بھی اپنی بہنوں کیلئے یہ فعل پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اس کے سامنے چچی اور پھوپھی کا تذکرہ کیا اور ہر مرتبہ وہ یہی کہتا رہا کہ جی نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَهُ، اے اللہ! اس کے دل کو پاک صاف کر دے
وَ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَ حَقِّقْ اور اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور
فَرْجَهُ (امام احمد) اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ!

چنانچہ جب وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو اس کی یہ حالت تھی کہ اس کو زنا سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض نہ تھی۔

ب : امام مسلمؒ اپنی صحیح میں حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی کو پھینک آئی اور میں نے اس کے جواب میں یہ خُشک اللہ کہہ دیا تو لوگ مجھے گھورنے لگے۔ میں نے کہا میری ماں مجھ پر روئے، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مجھے گھور رہے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارتے

گئے۔ جب میں نے دیکھا کہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، میں نے آپ سے زیادہ اچھے طریقہ سے تعلیم دیتے ہوئے کسی معلم کو نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ بخدا آپ نے مجھے ڈانٹنا مارا اور نہ برا بھلا کہا۔ بس صرف یہ فرمایا کہ اس نماز میں باتیں کرنا درست نہیں نماز تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن پاک کا نام ہے۔

ج : امام بخاریؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کو برا بھلا کہنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ اس لئے کہ تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ مشکلات اور سختی پیدا کرنے کے لئے۔ (ص ۳۲)

ف : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات و ارشادات کو ہر مصلح و مرشد کو پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ تاکہ وہ کتاب و سنت کے مطابق اصلاح و تربیت کر سکیں۔ (ق)

رفق اور نرمی کے متعلق احادیث مبارکہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مہربان اور نرم ہیں اور ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نرمی کسی چیز میں اختیار نہیں کی جاتی مگر یہ کہ وہ اسے زینت بخش دیتی ہے۔ اور اس کو کسی بھی چیز سے دور نہیں کیا جاتا مگر یہ کہ اسے عیب دار بنادیتی ہے۔ (مسلم)

(۳) نیز فرمایا کہ جو شخص رفیق اور نرمی سے محروم کر دیا گیا ہو تو سمجھ لو کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

مندرجہ بالا کلام سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بچے کی تحقیر و تذلیل اور اس کو ہمیشہ ڈانٹنا اور جھڑکنا خصوصاً دوسروں کے سامنے، تو یہ بچے کے اندر احساس کمتری اور نقص و کمی کے شعور کو پیدا کرنے کا اہم سبب ہے۔ اس لئے اس مرض کا بہترین علاج یہ ہے کہ اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اسے نرمی اور پیار سے تنبیہ کر دی جائے۔ اور دوسروں کے سامنے تو ہرگز ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور نہ سرزنش کی جائے۔

(۲) ضرورت سے زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنا۔

والدین کا ضرورت سے زیادہ بچے کے ناز و نخرے برداشت کرنا بھی اس کے اخلاقی انحراف کے عوامل میں سے ایک خطرناک عامل اور باعث ہے۔ اس لئے کہ عام طور سے اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچہ اپنے اندر کمی و نقص کو محسوس کرتا ہے اور اپنی زندگی ہی سے بغض و حسد رکھنے لگتا ہے۔ اور عام حالات میں اس کا نتیجہ شرمندگی، فروتنی اور اپنے اوپر عدم اعتماد کی شکل میں نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ، لوگ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ قافلہ کے بالکل پیچھے ہے۔ نیز وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں شجاعت و بہادری اور پیش قدمی کی جرات ہے اور وہ بزدلی و خوف کا شکار ہے۔ وہ لوگوں کو حرکت، مقابلہ اور مجاہدہ میں لگا ہوا دیکھتا ہے اور خود خاموشی اور جمود کا شکار ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مصائب و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ ذرا سی مصیبت پر پیشانی میں جزع و فزع میں لگ جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیے کہ جس بچے کی یہ حالت اور کیفیت ہو، کیا وہ کامل

مکمل انسان بن سکتا ہے؛ اور کیا وہ معاشرہ کے لئے فائدہ مند فرد بن سکتا ہے؛ پس اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر والدین بچے کے ناز اٹھانے میں غلو کیوں کرتے ہیں؛ خاص کر ماں۔ اس لئے کہ ماں ضرورت سے زیادہ رعایت کرتی ہے۔

یہ نہایت خطرناک بات ہے جو ہم اُمّائوں میں بہت نمایاں پاتے ہیں، جو بچے کی اسلامی تربیت کے قواعد و ضوابط سے نا آشنا ہیں۔ چنانچہ ایسی ماں بچوں کو ایسے کاموں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی جن کے کرنے پر وہ قادر ہے۔ اور وہ بچے کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھنا چاہتی ہے۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہوتی ہے تو اسے ذرا دیر کو بھی نہیں چھوڑتی۔ خواہ گود میں لینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ نیز جب وہ گھر کا ساز و سامان خراب کرتا ہے، یا قلم سے دیوار کو سیاہ کرتا ہے، تو وہ بارپرس نہیں کرتی۔

ضرورت سے زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنے کی بیماری اس وقت والدین میں اور زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے جب ان کے یہاں کافی عرصہ کے بعد اولاد پیدا ہو۔ یا چند لڑکیوں کے بعد لڑکا پیدا ہو۔ یا بچہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو چکا ہو جس سے اس کی جان کے لئے پڑ گئے ہوں، اور پھر اس کو تندرستی نصیب ہوئی ہو۔

اس مرض کا علاج :-

والدین میں اس عقیدہ کا مضبوط ہونا کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم و فیصلہ سے ہوتا ہے۔ تاکہ وہ یہ بات سمجھ لیں کہ انہیں یا ان کی اولاد کو صحت ہو یا بیماری، نعمتیں و آسائشیں ہوں یا تکالیف و مصیبتیں، اولاد ہو یا بانجھ بن۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکم اور اس کے فیصلہ سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ
إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَن
نَّبْرَأَ هَآءِ إِنَّا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ
يَسِيرٌ ۚ لَّكُم مَّا تَسْأَلُونَ
وَلَا تَقْرَحُوا بِمَا
أَشْكُوهُ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُخْتَالِينَ فَخُورُوا
(الحديد ۲۲، ۲۳)

کوئی سی بھی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ تم
تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ (سب) ایک رجسٹر
میں (لکھی ہیں) قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا
کریں، یہ اللہ کے لئے آسان ہے (یہ
بات بتادی گئی ہے) تاکہ جو چیز تم سے لی جا رہی
ہے اس پر (اتنا) رنج نہ کرو، اور جو چیز اس
نے تمہیں دی ہے اس پر اتراد نہیں۔ اور
اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند
نہیں کرتا۔

(۲) بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھانا۔ چنانچہ اگر وعظ و نصیحت بچے
پر کارگر ہو سکتی ہو تو مربی کے لئے درست نہیں کہ اس سے قطع تعلق کرے۔
اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ کی تیسری قسم کی اس فصل میں جس میں
بچے پر اثر انداز ہونے والے تربیت کے وسائل کا ذکر ہے، اس میں سزا کے ذریعہ
تربیت کی بحث کے ذیل میں انشاء اللہ مفصل کلام کریں گے۔

(۳) بچے کو شروع ہی سے جفاکشی، خود اعتمادی اور ذمہ داریوں کے نبھانے
کی اور اظہار حق کی تربیت دینا تاکہ بچہ اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو محسوس کرے
چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

إِيَّاكُمْ وَالتَّنْعُوفَاتِ عِبَادَ اللَّهِ لِيَسْوَإِ الْمَتَّعِينَ - عيش وعشرت اور تنعم کی زندگی سے بچو
اس لئے کہ اللہ کے بندے ناز و نعمت میں
نہیں پڑتے۔ (امام احمد)

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اپنے بچوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ۔
اور انہیں حکم دو کہ شہسواری کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ بچہ جب نو عمری ہی سے تیرنا اور شہسواری
سیکھ لے گا تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ جس سے وہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور
مشتقوں کے برداشت کرنے کا عادی بنتا جائے گا۔

(۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرنا۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم ، نعر كنت ارفعها
الله نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ
کہ اس نے بکریاں چرائیں۔ جی ہاں! میں بھی
چند سکوں کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا
(بخاری) کرتا تھا۔

بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن کثیر
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ قریش کے لڑکوں
کے ساتھ میں بھی پتھر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہا تھا کہ کھیل کا سامان اکٹھا
کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعمیرات کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ
امام بخاری وسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہوئے
اور کعبہ کی تعمیر ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشرف قریش کے ساتھ
پتھر اٹھا کر لائے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہا۔ پتھر اٹھانے کے لئے اپنی تہبند کاندھے پر رکھ لیجئے۔ چنانچہ آپ نے حکم
کی تعمیل کی۔ لیکن فوراً ہی گر پڑے۔ اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا میری تہبند میرے حوالے کر دو۔

میری تہ بند مجھے پہنا دو۔ چنانچہ آپ کی تہ بند آپ کے جسم پر کس دی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے منع فرمایا گیا ہے کہ ننگے چلوں پھروں۔ چنانچہ آپ کے نبوت سے پہلے بھی معصوم ہونے پر یہ حدیث کھلی دلیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لئے سفر بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ تجارت کی غرض سے سفر کیا ہے۔ ایک مرتبہ بالغ ہونے سے پہلے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ بالغ ہونے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے۔ (ترجمہ ص ۳۳۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی بہت زیادہ جری و بہادر تھے۔ چنانچہ بالغ ہونے سے قبل ہی جنگ میں شریک ہو چکے تھے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فجار نامی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کو تیرے رہے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے عظیم عقل و رائے کے مالک تھے چنانچہ جوانی ہی میں آپ سے فیصلہ کرایا گیا اور آپ کو حکم بنایا گیا۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرِ اسود رکھنے کے لئے حکم بنایا تھا اور آپ کی رائے دشورہ سے قریش بہت متعجب ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افتخار و شرافت کے اظہار کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ آپ یتیم بچے تھے لیکن آپ نے بہترین تربیت پائی۔ چنانچہ نہ تو آپ کے کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ زمانہ جاہلیت کی برائیوں میں کسی کے ساتھ شریک ہے۔ اس لئے آپ کا ان چیزوں کو اپنے رب کی طرف منسوب کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جیسا کہ مروی ہے:-

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ میرے رب نے مجھے تربیت دی اس لئے

تادیبی۔ (رواۃ العسکری) بہترین تربیت دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی زندگی کے یہ چند لمحات واقعات اور جوانی میں آپ کی عصمت و عالی اخلاق کے چند نمونے ہدایت کے لئے مشعل نور ہیں جس سے تربیت کرنے والوں کو اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں تربیت کا صحیح طریقہ معلوم ہو گا۔ اس لئے مربیوں کو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ زیادہ ناز و نخرے برداشت کرنے کی بیماری بچے کے انحراف اور کج روی کا سب سے بڑا عامل و سبب ہے۔

لہذا والدین خصوصاً ماں کو چاہئے کہ وہ ان طریقوں کو اختیار کرے جو اسلام نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں۔ جن میں سے بچے سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق میں اعتدال و میانہ روی بھی ہے۔ اور ہر پریشانی و مصیبت کے وقت اللہ کے حکم کے سامنے سر کو جھکانا بھی۔

جن میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اس کو غلطی پر سزا دینے کی جتنی ضرورت ہو اتنی ہی سزا دینا چاہئے۔ جن میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کی تربیت سادگی، خود اعتمادی، فرائض و واجبات کے احساس اور حق گوئی کی جرأت پیدا کرنے کی بنیاد پر قائم ہو۔

اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچے تھے آپ کی اس وقت کی شخصیت کو نمونہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ آپ نبوت سے پہلے بھی مقتدی تھے اور اس کے بعد بھی۔

جب تربیت کرنے والے حضرات ان طریقوں کو اپنالیں گے تو ان لوگوں کو جن کی تربیت کی ذمہ داری ان پر ہے ان حوالہ و اسباب سے محفوظ رکھ سکیں گے جو

انسانی کرامت کو برباد کر لے گا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس طرح وہ بچے نفسیاتی، اخلاقی اور عقلی معیار کو بلند کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ (ترجمہ ص ۳۵)

(۳) بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور مساوات نہ کرنا۔

یہ بھی بچے میں باخراش پیدا کرنے کے اسباب میں سے بڑا سبب ہے۔ خواہ ترجیح کچھ دینے میں ہو یا محبت میں ہو یا کسی بھی معاملہ میں ہو۔ اس سے بچے میں حدود و رقابت کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مرئی اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بچوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیں۔ چنانچہ طبرانی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ:-

سَادُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ كَوُ
فِ الْعَطِيَّةِ
اپنے بچوں کے درمیان لینے دینے کے معاملہ
میں مساوات و برابری کیا کرو۔

امام بخاری و مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیہ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کو بھی واپس لے لو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنی سب اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں! تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اَتَّقُوا اللَّهَ وَاعْبُدُوهُ
فَإُولَٰئِكَ لَهُمْ
عِندَ اللَّهِ جُزْءٌ مِّمَّا كَسَبُوا
اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان
عدل و انصاف کیا کرو۔

راوی فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس ہوئے اور اس ہدیہ کو واپس لے لیا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کا بیٹا آگیا تو انھوں نے اسے چوما اور اپنی گود میں بٹھالیا
پھر ان کی بیٹی آئی تو انھوں نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ تم نے ان دونوں کے درمیان برابری کیوں نہ کی؟۔

ان ارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بچوں کے درمیان
عدل و انصاف، مساوات اور محبت میں برابری، اسی طرح کھانے پینے کی اور
استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں برابری نہایت ضروری ہے تاکہ ان میں کسی قسم کی
تفریق و امتیاز کا عنصر جگہ نہ پائے جو آگے چل کر اخراجات و فساد کا سبب ہو۔

(۴) جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا ماؤف ہونا

یہ بچے میں اخراجات اور کچی پیدا کرنے کے حوال میں سے ہے۔ اس کا نتیجہ عام طور
پر احساس کمتری اور زندگی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

لہذا اگر کسی بچے میں بچپن ہی سے کوئی جسمانی نقص یا عیب ظاہر ہو جائے،
مثلاً بھینٹگانہ، بہراپن، پاگل پن، تپا پن، لنگڑاپن یا کانایا اندھا ہونا وغیرہ، تو
ماں باپ، بھائی بہن، رشتہ دار، دوست احباب سب کے سب اس کے ساتھ
محبت و الفت کا معاملہ کریں اور اس عیب پر اس کو طعنہ نہ دیں۔ تاکہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل ہو سکے۔

الراحمون یرحمہم الرحمن رحم کرنے والوں پر رحم رحم کرتا ہے۔
 ارحموا من فی الارض یرحمکم من تم زمین والوں پر رحم کرو! آسمان
 فی السماء۔ (ترمذی، ابوداؤد) والا تم پر رحم کرے گا۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن کا نہیں ہوگا
 لاخیه ما یحب لنفسہ۔ جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند
 نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

پس تربیت کر لے والوں کو چاہئے کہ ایسے بچوں کی تربیت کا مدار اس بنیاد پر
 رکھیں کہ انسان کی قدر و قیمت اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے نہ کہ اس کی
 شکل و صورت اور ظاہر کے اعتبار سے۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ایسے بچوں کو جو اس کے ارد گرد رہتے ہوں
 نصیحت کریں اور سمجھائیں اور ان کو تحقیر و اہانت کے انجام سے آگاہ کریں۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ مربی اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
 وہ طریقہ بیان کریں جو آپ نے معاشرتی مضبوط و مستحکم اتحاد کی تعلیم دیتے وقت اختیار
 کیا تھا۔ جس کی اساس محبت و اخلاص تھی اور اس کی بنیادیں دوسروں کے احترام
 و عزت پر قائم تھیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے سے
 ان الفاظ میں منع فرمایا ہے۔

لا تظہر الشامة لاخیک فی رحمہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم
 اللہ ویبتلیک (ترمذی) فرمائے اور تمہیں مصیبت میں گرفتار کرے۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے بھی کسی کی تذلیل سے منع فرمایا ہے
چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ
کے لئے صفیہ کا تو ایسا اور ایسا ہوتا ہی کافی ہے (ان کے پستہ قد ہرے کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَقَدْ قُلْتُ كَلِمَةً لَوْ مَزَجْتَ بِمَاءِ
الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ (ابوداؤد، ترمذی)
تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر
کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کو خراب کئے
یہ تمام امور جن سے منع کیا گیا ہے یہ سب کے سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے
اس قول کے تحت داخل ہیں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا
قَوْمًا مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا
خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ
نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا
مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ
بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ
الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ
هُوَ الظَّالِمُونَ

اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا
چاہئے کیا محجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔
اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، کیا
عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک
دوسرے کو طعنہ دو، اور نہ ایک دوسرے
کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے
بعد گناہ کا نام ہی برا ہے۔ اور جو (اب
بھی) توبہ نہ کریں گے، وہی ظالم
ٹھہریں گے۔

(الحجرات ۱۱)

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ بچے کے لئے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں
جو اچھے اخلاق و عادات کے حامل ہوں تاکہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں جس سے

وہ قلبی سکون محسوس کرے۔

بہر حال مربی اگر چاہے تو ان طریقوں کو اختیار کر کے آفت زدہ اور معذور بچے سے معذوری کے احساس کو دور کر کے وہ اسے اس قابل بنا سکتا ہے کہ معاشرہ میں فائدہ مند عضو بن جائے اور اپنی قوت بازو سے ترقی کا محل تعمیر کر سکے اور اپنی قوت ارادی اور عزم سے امت کی عزت کو بلند اور اپنے ملک کے مستقبل کو روشن کر سکے۔

(تربیت الاولاد صفحہ ۲۳۵ - ترجمہ صفحہ ۲۴۲)

(۵) بچے کا یتیم ہونا۔

یتیم ہونا بھی انحراف اور کج روی اختیار کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ یتیم ایسے معاشرہ میں ہو جس میں یتیم کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو۔ اور اس کی طرف شفقت و محبت اور پیار کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے یتیم بچے کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھے معاملہ و برتاؤ اور اس کی ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا بہت اہتمام کیا ہے۔ تاکہ معاشرہ میں وہ ایک ایسا فائدہ مند فرد بنے جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور اپنے فرائض کو ادا کرے اور دوسروں پر اس کے جو حقوق آتے ہیں اور اس پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انھیں اچھے طریقہ اور عملگی سے ادا کرے۔

قرآن کریم نے یتیم کے سلسلہ میں بہت اہتمام کیا ہے اور اس کو ڈانٹتے بھڑکنے سے منع کیا ہے اور اس کے ساتھ ایسے برتاؤ سے روکا ہے جو اس کی عزت و شرافت کے خلاف ہو۔ ارشاد باری ہے۔

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ ۹) تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔

نیز فرمایا:-

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ يَهْدِي اللَّهُ لَهُ سُلُوكًا يَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ مِثْلُ مَا يَرْغَبُ
فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ كُفْرًا ۖ سَوَّاهُ شَخْصًا جَوًّا فِيمَا هُوَ
(الماعون ۲۰۱) دھکے دیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کی کفالت پر ابھارا، اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا ہے۔ اور اس کے ادیار اگر اس کا خیال رکھیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں تو ان کو یہ بشارت سنائی ہے کہ وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اناد كافل اليتيم في الجنة هكذا
واشار بالسبابة والوسطى
وفوج بينهما (بخاری)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے برابر کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اعلان دونوں کو کشادہ کھا۔

امام احمد و ابن حبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کے ارشاد فرمایا۔

من وضع يده على راس يتيو رحمة كتب الله له بكل شعرة مرت على يده حسنة -

جو شخص اپنا دست شفقت یتیم کے سر پر پیار سے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھر ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیں گے۔

اور امام نسائی سند جید کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْرِجُ حَقَّ
الضَّعِيفِينَ، الْيَتِيمِ عورت کے حق میں ظلم کو حرام
وَالْمَرْأَةِ قرار دیتا ہوں۔

یتیم کی دیکھ بھال اور کفالت اس کے رشتہ داروں اور قرابت داروں پر واجب ہے۔ اس لئے اگر یہ لوگ یتیموں کے نفسیاتی اور اخلاقی حالات درست کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان کے ساتھ خصوصی شفقت، توجہ اور دیکھ بھال سے کام لیں اور اپنے عمل سے ان کو یہ محسوس کرا دیں کہ محبت، معاملات اور برتاؤ کے لحاظ سے وہ بھی ان کے لئے ان کی اولاد ہی کی طرح ہیں۔

اور اگر رشتہ داروں میں کوئی کفیل موجود نہ ہو تو پھر ان کی دیکھ بھال مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت کو چاہئے کہ ان کے معاملات نمٹائے اور ان کی تربیت و رہنمائی کرے۔ اور زندگی و معاشرہ میں انکی شخصیت و مقام کو بلند کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے جو مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی مملکت کی دلغ بیل ڈالنے والے تھے، آپ نے یتیم کے ساتھ کس طرح خصوصی الفت و محبت اور شفقت و پیار کا برتاؤ کیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عید کے موقع پر ایک یتیم کو دیکھا تو اس کے ساتھ پیار کا برتاؤ کیا اور اس سے بشاشت کے ساتھ ملے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اس کو اپنے دو لنگرہ پر لائے اور اس سے فرمایا:-

أَمَا تَرْضَى أَنْ أَكُونَ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں

لک اَبَاد تَكُون عَائِشَةُ تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہؓ تمہاری
لک اُمّا ماں ہو جائیں۔

اسی طرح حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ لاوارث، بے سہارا و بے آسرا
بچوں کی کفالت کرے۔ اور اگر کوئی لاوارث بچہ مل جائے تو اس کی دیکھ بھال کئے
جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایک شخص ایک لاوارث بچہ لایا تو انھوں
نے بھی لاوارث بچے کے ساتھ ہی برتاؤ کیا۔ اور انھوں نے اس سے فرمایا کہ اس بچے
کا نام و نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے لیکن یہ بچہ آزاد شمار ہوگا۔

اسلام نے یتیم و لاوارث بچوں کے ساتھ یہ جو بہترین برتاؤ کیا ہے اس نے
اس معاملہ کے ذریعہ مسلمان معاشرے کے لئے عمدہ ترین شہری پیش کئے ہیں،
جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں اور اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیں، اور انہیں
کسی قسم کا احساس کمتری پیدا نہ ہو۔ اور وہ بدگندہ افکار و خیالات اور بُرے تصورات
کے سمندر میں سرگرداں و بدیشان نہ ہوں۔

(۶) فقر و غربت :

یہ بھی بچے میں نفسیاتی انحراف پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اور یہ
انحراف بچے میں اس وقت اور شدید ہو جاتا ہے جب وہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے
اور اپنے والدین کو تنگی میں اور اپنے خاندان کو محرومی و خستہ حالی کا شکار دیکھتا ہے۔
اور یہ صورت حال اس پر اس وقت اور شدید اور شاق ہو جاتی ہے جب وہ اپنے
بعض رشتہ داروں یا پڑوسیوں یا مدرسہ کے ساتھیوں کو اچھی حالت اور زیب و
زینت اور ناز و نعمت میں مستغرق اور اپنے آپ کو افسردہ و غمگین اور مسکین دیکھتا ہے
حتیٰ کہ اس کو پیٹ بھرنے کا ایک لقمہ اور جسم ڈھلپٹنے کو پورا کپڑا بھی نہیں ملتا۔

بتلائیے جو بچہ اس حالت کا شکار ہو، اس سے نفسیاتی طور پر ہم کیا توقع رکھیں گے؟ ظاہرات ہے کہ وہ معاشرہ کی طرف کراہیت اور حسد کی نگاہ سے دیکھے گا اور لازمی طور سے احساس کمتری اور نفسیاتی پیچیدگی جیسے امراض کا شکار ہوگا۔ اور یقیناً اس کی امید ناامیدی سے اور نیک فالی بد فالی سے بدل جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں بالکل سچ فرمایا ہے۔ جسے احمد بن منیع اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

کاد الفقر ان یكون کفراً قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے۔
بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فقر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ امام نسائی اور ابن حبان حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اللہم انی احوذ بک من اے اللہ میں آپ کے ذریعہ کفر اور فقر سے
الکفر والفقر۔ پناہ مانگتا ہوں۔

اسلام میں فقر کا علاج

اسلام نے فقر کے مسئلہ کا دو بنیادی امور سے علاج کیا ہے۔

- ۱۔ انسانی کرامت کا احترام۔
 - ۲۔ امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔
- انسانی کرامت کا احترام اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اس نے تمام اجناس و اقوام اور الوان اور طبقات میں مساوات و برابری کی ہے۔ اور انسان ہونے کے اعتبار سے ان سب کو برابر گردانا ہے۔ اور اگر کہیں پر ترجیح و تفاضل کی ضرورت

ہوئی بھی تو اسلام نے ترجیح تقویٰ اور عمل صالح اور مجاہدہ کے اعتبار سے دی ہے۔
 اور وہ بنیاد و اساس جسے اسلام نے قیامت تک کے لئے زمانہ کے ضمیر میں پیوست
 کر دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ
 مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ
 شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
 إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
 أَتْقَاكُمْ
 اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور
 ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو
 مختلف قومیں اور خاندان بنادیا ہے، کہ
 ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں
 سے پرہیزگار تر اللہ کے نزدیک معزز تر ہے

اسلام نے ظاہری شکل و صورت اور جسم کو مدار نہیں بنایا۔ بلکہ اسلام دلوں
 اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرِكُمْ
 وَاجْسَادِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى
 قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ
 اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں
 کی طرف نہیں دیکھتے۔ بلکہ تمہارے
 دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اسلام نے ضعفاء اور فقراء کے مرتبے اور درجے کو بلند کیا ہے اور ان کو ناراض
 کرنے اور ان کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔
 چنانچہ امام مسلم روایت کرتے ہیں ابو سفیان حضرت سلمانؓ و صہیبؓ و بلالؓ وغیرہ
 کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان حضرات نے کہا: اللہ کی تلواروں نے اب تک
 اللہ کے دشمنوں کو ٹھکانے نہیں لگایا! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو
 فرمایا۔ کیا آپ حضرات یہ بات قریش کے سردار و شیخ کے لئے کہہ رہے ہیں اور پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو بکر! شاید تم نے انھیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے انھیں ناراض کر دیا تو تم نے درحقیقت اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے فرمایا بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے؟ تو ان حضرات نے کہا جی نہیں! اے ہمارے بھائی، اللہ آپ کی مغفرت فرمادے۔

رہا اسلام کا امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے فقر کے مسئلہ کے حل کے لئے امداد کے جو بنیادی اصول مقرر کئے ہیں وہ اس جدید دور میں انسانی محنت و کوشش جہاں تک پہنچ سکی ہے اس کے اعلیٰ ترین اصول ہیں۔

معاشرہ میں موجودہ فقر و غربت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کے کچھ نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اسلام نے زکوٰۃ کے لئے ایک بیت المال متعین کیا ہے جس کی سرپرستی اسلامی حکومت کرے گی اور اس کا مصروف مستحق فقراء و مساکین و مقروض اور غلاموں کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَامِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ

زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا، اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا، اور جن کی تالیف قلب منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں، اور اللہ کے راستہ میں، اور راہ کے مسافروں کو، ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (توبہ) اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔
 امام طبرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے
 ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں کے مال میں اتنی مقدار کا نکالنا فرض
 کیا ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہو۔ اور فقراء بھوک اور بے لباسی کا شکار مالداروں
 کی کوتاہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سن لو، اللہ تعالیٰ ان کا سخت حساب لے گا
 اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

(۲) اسلام نے اس مسلمان کو مسلمان شمار نہیں کیا ہے جو خود پیٹ بھر کر رات
 گزارے اور اس کا بڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اس کو اس کی خبر بھی ہو۔ چنانچہ
 بزار و طبرانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔
 وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا بڑوسی اس کے
 پڑوس میں بھوکا پڑا ہو۔ اور اس کو معلوم بھی ہو۔

اس کے برخلاف اسلام نے اس کی حاجت روائی، امداد اور اس کے خوش کرنے
 کو بہترین نیکی اور بڑا اور نچا عمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام طبرانی اپنی کتاب ”معجم اوسط“
 میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ إِدْخَالُ السُّدْرِ عَلَى الْمَوْمِنِ كَسَوْتِ عَوْرَتِهِ أَوْ أَشْبَعَتْ جَوْعَتَهُ
 اَعْمَالٌ فِي أَفْضَلِ تَرْتِيبٍ عَمَلُ مَوْمِنٍ كَوُشْحَانُ
 ہے۔ خواہ اس کی ستر پوشی کر دو، یا اس کی
 بھوک کا مداوا پیٹ بھر کر کر دو، یا اس کی
 حاجت پوری کر دو۔

(۳) تنگی اور سختی کے وقت اسلام نے بھوکوں اور فاقہ مستوں کی امداد کو اہم فریضہ
 قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی

روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر و غریب لوگ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ اپنے ساتھ پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔

اور امام مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو اسے چلے کر اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس کے پاس فالتو توشہ اور کھانے کا سامان ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مال کی اقسام کا تذکرہ کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ ضرورت سے زائد چیزیں ہم میں سے کسی کا حق نہیں۔ (۴) اسلام نے حاکم پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ ہر اس شخص کے لئے کام کلج کے مواقع مہیا کرے جو کام کلج پر قادر ہو۔

چنانچہ ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ بخشش مانگی۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں نہیں اے اللہ کے رسول! ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم اور بھرتیے ہیں اور کچھ بچھالیتے ہیں۔ اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ صاحب وہ دونوں چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لے لیا اور فرمایا۔ مجھ سے یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا۔ ایک صاحب نے عرض کیا میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ کی بولی کون لگاتا ہے ایک اور صاحب نے عرض کیا۔ میں یہ دونوں چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ دونوں چیزیں انھیں دیدیں اور دونوں درہم لے کر ان انصاری کو دیدیئے اور ان سے فرمایا ایک درہم کا کھلنے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دیدیتا۔ اور دوسرے درہم سے ایک کھارڈی خرید کر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی ڈالی اور پھر ان سے فرمایا۔ جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر جب آئے تو ان کے پاس دس درہم موجود تھے۔ اور ان میں سے کچھ کے بدلے انھوں نے کھلے پینے کا سامان خرید لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت میں اس حالت میں آؤ کہ سوال کرنے کی وجہ سے تمہارے ہرے پر نشان پڑے ہوں۔

(۵) اسلام نے خاندان والوں کو بچہ پیدا ہونے پر وظیفہ دینے کا نظام رائج کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے یہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا، خواہ وہ بچہ حاکم کا بیٹا ہو یا ملازم کا، مزدور کا ہو یا بازاری آدمی کا، سب کو وظیفہ دیا جائے گا۔

چنانچہ ابو عبیدہ اپنی کتاب الاموال میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کرتے تھے جو اس کے باپ کی طرح اسے بھی ملتا تھا۔ جس کی مقدار سو درہم تھی۔ اور بچہ جیسے جیسے بڑھتا جاتا اس طرح اس کا وظیفہ بھی بڑھتا رہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اور دیگر خلفائے بھی اس پر عمل کیا۔

یہ اصول اس وجدانی تربیت کے علاوہ ہیں جس کی جڑیں اسلام مسلمانوں کے

دلوں اور احساس و وجدان کی گہرائیوں اور نفوس میں گاڑ دیتا ہے۔ تاکہ سب کے سب تعاون، امداد باہمی اور ایثار کی جانب خوشی خوشی اپنی رضا و اختیار اور داعیہ ایمانی کی بناء پر گامزن ہوں۔

ہم نے جو کچھ ابھی کہا ہے اس پر تاریخ کے اوراق شاہ عدل ہیں۔ چنانچہ مسلم معاذ کے امداد باہمی اور آپس کی الفت و تعاون و رحمدلی کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ محمد بن اسحق لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ مدینہ میں اس طرح سے زندگی گزارتے تھے کہ انھیں معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کا گزر بسر کہاں سے ہو رہا ہے اور کون ان کو دیتا ہے؟ پھر جب حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدین وفات پا گئے تو وہ آمد بند ہو گئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہی وہ شخص تھے جو ان کے پاس راست کی تاریکی میں چپکے سے وہ سامان پہنچا جایا کرتے تھے۔ جب وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے ان کی پشت اور کاندھے پر ان تھیلوں اور بوریوں کے نشانات دیکھے جنھیں وہ اٹھا کر بیواؤں اور فقراء و مساکین کے گھر پہنچا یا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت لیث بن سعد کی سالانہ آمدنی ستر ہزار دینار سے زیادہ تھی اور وہ سب کی سب صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ ایک مرتبہ انھوں نے ایک گھر خریدا جو نیلام کے ذریعہ بیچا گیا تھا۔ چنانچہ ان کا وکیل جب اس کو اپنے قبضہ میں لینے گیا تو وہاں تینوں اور چھوٹے بچوں کو پایا جنھوں نے اس سے اللہ کے نام پر یہ سوال کیا کہ وہ یہ گھر ان کے پاس ہی رہنے دیں۔ جب یہ بات حضرت لیث کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کو یہ پیغام بھجوادیا کہ یہ مکان تم لوگوں کا ہے اور ساتھ ہی تمھیں اتنا مال بھی دیا جاتا ہے

جو تمھاری روزانہ کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔

۳۔ محدث کبیر حضرت عبداللہ بن مبارکؓ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ ان کی سالانہ صدقات کی مقدار ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھی۔ ایک مرتبہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے نکلے، بعض شہروں سے گزر ہوا۔ وہاں ایک پرندہ مر گیا تو انھوں نے اسے کوڑا ڈالنے کی جگہ پھینکنے کا حکم دیا۔ ان کے ساتھی ان سے آگے چلے گئے اور وہ خود ان سے پیچھے رہ گئے۔ جب ان کا اس کوڑا ڈالنے کی جگہ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اس کوڑا ان کے قریبی مکان میں رہنے والی ایک لڑکی اپنے مکان سے نکلی اور اس نے وہ مردہ پرندہ اٹھا لیا۔ دریافت کرنے پر اس نے انھیں بتایا کہ وہ اور اس کے بھائی نہایت خستہ حال ہیں اور ان کی غربت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اور ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے زادراہ اور سامان سفر واپس لوٹنے کا حکم دیا اور اپنے وکیل سے پوچھا، تمھارے پاس خرچ کے کتنے پیسے موجود ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ایک ہزار دینار موجود ہیں۔ تو انھوں نے اس سے کہا کہ اس میں سے بیس دینار نکال لو جو ہمارے لئے ”مرد“ شہر تک پہنچنے میں کام دے سکیں اور باقی ماندہ دینار اس لڑکی کو دے دو، اس لئے کہ ان کی امداد کرنا اس سال حج سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ اور پھر وہ اپنے گھر کی طرف واپس چلے گئے اور حج نہ کیا۔

اور جس دن حکومت اور معاشرہ اور تمام افراد مملکت فقر و غربت کے خاتمہ کے لئے

۱۔ اسلام نے فقر و غربت کا جس طرح سے علاج کیا ہے اس سلسلہ میں جو شخص مزید تفصیل کا طالب ہو اسے چاہئے کہ وہ ہمارے کتاب ”التکافل الاجتماعی فی الاسلام“ کا مطالعہ کرے جس میں تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔ (مصنف)

پوری کوشش صرف کر دیں گے اس روز اسلامی معاشرے میں ایک بھی غریب، مسکین اور محتاج باقی نہیں رہے گا اور امت اسلامیہ امن و سلامتی، خوشحالی اور اتحاد و اطمینان کے سایہ تلے مزے کریگی۔ اور قوم کے تمام افراد نفسیاتی انحراف اور مجرمانہ زندگی کے تمام عوامل سے نجات و آزادی حاصل کر لیں گے۔ اور ہم پختہ خودیہ دیکھ لیں گے کہ اسلامی عزت و سربلندی کا پرچم عزت و کرامت کی بلندیوں پر لہرا رہا ہے اور اس کو دیکھ کر مومن اللہ کی فتح و نصرت سے خوش ہو جائیں گے۔

۴۔ بغض و حسد کی بیماری۔

حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ اگر مرنے والے اپنے بچوں کی اس بیماری کا علاج نہیں کریں گے تو لازمی طور سے اس کے بدترین اور خطرناک نتائج نکلیں گے۔

بعض اوقات شروع شروع میں گھر والوں کو حسد کی بیماری کا پتہ نہیں چلتا، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد نہ اس بیماری کا شکار ہو سکتی ہے اور نہ وہ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ ان سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس لئے جو حضرات تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کو چاہئے کہ حسد کا نہایت حکمت اور بہترین تربیت سے علاج کریں بلکہ یہ بیماری پریشان کن مصائب اور بدترین نتائج اور دردناک نفسیاتی امراض کا ذریعہ نہ بنے۔

اس سے قبل کہ میں اس بیماری کی بیخ کنی، اس کے علاج اور اس سے بچاؤ کی تدابیر بیان کروں، مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں ان اسباب کو بیان کر دوں جو بچوں میں حسد کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ اسباب مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

○ بچے کا اس بات سے خوف کھانا کہ وہ گھر والوں میں اپنی بعض امتیازی خصوصیات کھو بیٹھے گا۔ مثلاً محبت و پیار اور منظور نظر ہونا۔ خصوصاً اس وقت جب نیا مہمان (بچہ) پیدا ہو، جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ اس کے پیار و محبت میں اس کا مزاحم بنے گا۔
○ اولاد میں برا موازنہ، جیسے ایک کی کہنا اور دوسرے کو نفی۔

○ اولاد میں سے کسی ایک کا بہت خیال رکھنا مثلاً ایک بچے کو گود میں اٹھایا جائے اس سے دل لگی کی جائے اور اسے دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور دوسرے کو ڈانٹا ڈپٹا جائے اور اس کی پرواہ نہ کی جائے اور اسے کچھ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے۔
○ جس بچے سے محبت ہو اس کی ایذا رسانی اور برائیوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کے بالمقابل دوسرے بچے سے اگر ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔

○ بچے کا مالدار، عیش و عشرت والے ماحول میں ہونا لیکن خود بچے کا نہایت غربت فقر اور خستہ حالی کا شکار ہونا۔

ان کے علاوہ اور دوسرے اسباب بھی ہیں جن کا بچے کی شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے، بلکہ بسا اوقات بچے میں احساس کمتری اور خطرناک انسانیت اور بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی نفسیاتی بے چینی، سرکشی اور بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے نہایت حکیمانہ اصول تربیت سے حسد کی بیماری کا علاج کیا ہے اگر تربیت کرنے والے شروع سے اس کے اسباب کا تدارک کر لیں تو بچوں میں محبت، ریشہ، الفت اور خلوص پیدا ہو گا۔ اور دوسرے کے ساتھ تعاون، خیر و بھلائی کرنے اور نرمی سے پیش آنے کے جذبات بیدار ہوں گے۔ (تربیت الاولاد ص ۳۲)

حسد کی بیماری کا علاج

میرے خیال میں حسد کی بیماری کے علاج کے لئے بنیادی اصول تربیت مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

○ بچے کو محبت محسوس کرانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے اور اپنے صحابہؓ کو اس کا حکم دیتے اور اس پر ابھارتے تھے۔

مصنف نے یہاں چند مثالیں پیش کی ہیں، مگر ہم نے انھیں بغرض اختصار حذف کر دیا ہے۔ (ق)

اس کے بعد مصنف تحریر فرماتے ہیں:-

یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے کہ بچے کی پیدائش پر حسد پیدا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لہذا اس سے روکنے کے لئے لازمی احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرنا چاہئے اور اسے بچے کی پیدائش کے چند ماہ قبل ہی اختیار کرنا چاہئے۔ مثلاً بڑے بچے کے پلنگ کو الگ کر دینا چاہئے، یا دوسری اسکول بھیج دینا چاہئے۔ اور نئے بچے کے کام میں بڑے بچے سے بھی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً اس کو کپڑے پہنانا، اس کو نہلانا، کھلانا۔ اسی طرح اس کو چھوٹے بچے کے ساتھ ہنسنے بولنے اور کھیلنے کا موقع دینا چاہئے۔ اور جب ماں نومولود بچے کو دودھ پلانے کے لئے اٹھائے، تو ایسے موقع پر بہتر ہے کہ باپ اس سے محبت کی باتیں کرنے لگے۔ تاکہ اسے احساس رہے کہ اس کی محبت و اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

لہذا تربیت کر لے والوں کو چاہئے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو محبت اور باہمی تعاون کا پیکر دیکھنا چاہتے ہیں اور بغض و عداوت سے بچانا چاہتے ہیں تو انھیں بچے کو محبت محسوس کرانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔
○ بچوں میں برابری اور عدل و انصاف کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ایسے لوگوں پر شدید نکتہ فرماتے جو بچوں کے درمیان عدل و انصاف نہ کرتے اور ان سے پیار و محبت کا سلوک نہ کرتے اور نہ ان میں لینے دینے اور تقسیم میں برابری و مساوات کا خیال رکھتے۔
مصنف بچوں میں احساس کمتری کے مرض کے علاج کے سلسلہ میں کچھ احادیث پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کا وہاں مطالعہ فرمایا جائے۔ (ق)

○ ان اسباب کا ازالہ جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مثلاً یہ کہ اگر نئے بچے کی آمد سے پہلے بچے کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے والدین اس سے پہلے جیسی محبت و پیار نہیں کر رہے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ بچے کو یہ محسوس ہو جائے کہ اس کی محبت ان کے دلوں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی ہے۔

نیز یہ کہ اگر اس کو غبی کہنا یا اس طرح کے الفاظ سے پکارنا اس کے سینہ میں حسد و بغض کی آگ بھڑکاتا ہو، تو والدین کو چاہئے کہ وہ اس طرح کے کلمات سے اپنے کو بچائیں۔

اس لئے کہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان کے بچے باطنی بیماریوں میں سے کسی بیماری کے شکار نہ ہونے پائیں۔ جن میں سب سے بڑی بیماری حسد ہے۔ تاکہ بچے کی شخصیت کامل و مکمل ہو، اور وہ صحیح انسان

بن کر پلے بڑھے۔

چونکہ حسد کے دور رس نفسیاتی و معاشرتی اثرات پڑتے ہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ڈرایا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حسد سے بچو۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے جب تک آپس میں حسد نہ کرنے لگیں۔ (طبرانی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا کہ حسد کرنے والا مجھ سے نہیں ہے۔

۴۔ نیز ارشاد فرمایا، حسد ایساں کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (ریلمی)

اس لئے والدین اور تربیت کر لے والوں کو بچوں سے حسد کی بیماری دور کرنے کی خاطر بنیادی اصولوں کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ اولاد کی بہترین نشوونما ہو اور ان میں محبت و اخلاص اور صاف دلی پیدا ہو۔ (ترجمہ صفحہ ۲۵۲)

۵۔ غصہ کی بیماری۔

غصہ ایک نفسیاتی حال اور انفعالی مرض ہے جسے بچہ اپنی زندگی کے شروع ہی سے محسوس کرتا ہے۔ اور وہ موت تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔

غصہ چونکہ پیدائشی عادت و خصلت ہے۔ اس لئے یہ نہایت غلط بات ہے کہ اس کو قبیح بیماریوں میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ جب حکمت والے اللہ نے اس کو پیدائش کے ساتھ پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی زبردست حکمت اور معاشرتی مصلحت ہوگی۔

غصہ کے فوائد اور نقصانات :-

غصہ کے فوائد یہ ہیں : نفس کی حفاظت، دین کی حفاظت، عزت و آبرو کی حفاظت، اور ملک دشمنوں اور ظالموں کے مکرو فریب اور ظلم سے حفاظت، نیز وطن اسلامی کی حفاظت۔

اگر بالفرض یہ قدرتی چیز نہ ہوتی تو اللہ کی حرام کردہ اشیاء اور محارم کی مخالفت اور دین الہی کی تذلیل و تحقیر پر مسلمان کو ہرگز غصہ نہ آتا۔

ظاہر ہے کہ یہ غیظ و غضب وہ قابل تعریف غصہ ہے جو بعض حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آیا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ کوئی صاحب اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر شدید غصے کے آثار ظاہر ہو گئے۔

اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لئے انتقام لیتے ہوئے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ چنانچہ ایسے مواقع پر آپ سب سے زیادہ غضبناک ہوتے تھے۔

ہاں وہ غصہ مذموم ہے جو بے اثرات اور خطرناک نتائج تک پہنچا دیتا ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ذاتی مصلحت اور خودی و انانیت کی وجہ سے غصہ کیا جاتا ہے۔ اور اس غصہ سے وحدت پارہ پارہ اور اجتماعیت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور اخوت و محبت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

ایسے غصہ کے پی جلنے کی قرآن و حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہے۔ چند احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے

ایسی چیز بتلائیے جو اللہ کے غضب سے دور کر دے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (مسند امام احمد)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اپنے غصہ کو نافذ کر سکتا ہو لیکن اسے پی جلے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سب مخلوق کے سامنے پکاریں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے پسند کر لے۔ (بخاری)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے میں پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا گیا، وہ شخص جسے لوگ پتھار نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ پہلوان (درحقیقت) وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاطِبِينَ الْفِطْرَ وَالْعَافِينَ هَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

جو خیر کئے رہتے ہیں فراخی میں اور تنگی میں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(ال عمران ۱۳۴)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا ذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشوریٰ ۳)

اور جب انہیں غصہ آتا ہے، تو معاف کر دیتے ہیں۔

چونکہ انسان کی شخصیت اور عقل پر قابل مذمت خفے کے بڑے اثرات پڑتے ہیں اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ابتدائی عمر سے سن شعور کو پہنچنے تک اس بیماری کے علاج کا خوب اہتمام کریں۔

چنانچہ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ بچے کو غصہ کے اسباب و دوائی سے بچایا جائے تاکہ غصہ اس کا مزاج و عادت نہ بن جائے۔

پس اگر غصہ کا سبب بھوک ہو، تو مرقی کو چاہئے کہ وقت پر کھانا کھلائے کی گشتش کرے۔ اور اگر اس کا سبب بیماری ہو، تو کسی اچھے معالج سے علاج کرے اس لئے کہ ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لکل داء دواء فاذا اصاب ہر بیماری کے لئے ایک دوا ہے چنانچہ مرض الدواء الداء برأ باذن اللہ کی جب صحیح دوا مل جاتی ہے تو اللہ جل شانہ عذوجل۔ (مسلم و احمد) کے حکم سے بیمار شفا پا جاتا ہے۔

اور اگر غصہ کا سبب یہ بات ہو کہ بلا وجہ اس کی توہین کی جاتی ہو اور ڈانٹا ڈپٹا جاتا ہو، تو ایسی صورت میں مرقی کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی زبان کو توہین آمیز کلمات سے محفوظ رکھے۔

اور اگر غصہ کا سبب اپنی ماں باپ کی نقل اتارنا اور ان کی دیکھا دیکھی غصہ کرنا ہو تو والدین کو چاہئے کہ وہ علم و بردباری اور وقار و سکون اختیار کریں۔

اور اگر غصے کا سبب ماں باپ کا ناز و نخرے اٹھانا اور عیش و عشرت ہو تو ایسی صورت میں تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کی محبت میں اعتدال پیدا کریں اور ان پر خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کریں۔

اور اگر غصہ کا سبب ہنسی مذاق اڑانا ہو تو تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس سے دور رہیں۔ تاکہ بچے میں غصہ کی بیماری جاگزیں نہ ہو جائے۔

غصہ کا علاج۔

غصہ کرنے والا شخص جس ہیئت پر ہو اس ہیئت کو تبدیل کر دے۔ چنانچہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

- ۱۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے۔ پس اگر غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ لیٹ جائے۔ (امام احمد)
- ۲۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ غصہ شیطانی اثر ہے، اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آجائے تو اسے چاہئے کہ وضو کر لے۔ (ابوداؤد)
- ۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اسے چاہئے کہ خاموش ہو جائے۔ (احمد)

۴۔ بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو صاحبان آئے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دوسرے کو گالی دینے لگے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اگر وہ شخص اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہہ دیتا تو اس کا غصہ ختم ہو جاتا۔

غصہ کو ختم کرنے اور اس کی تیزی کو کم کرنے کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت اہم ہدایات ہیں جو آپ نے امت کو دی ہیں۔ اس لئے والدین و تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد شاگردوں (مریدوں) کو اس کی تربیت دیں۔ تاکہ وہ علم و بردباری اور غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی عادت ڈالیں۔ اور اس کا اہتمام بچپن ہی سے ہونا چاہئے تاکہ شروع ہی سے بچے ان صفات کے خوگر بن جائیں۔

واللہ ولی التوفیق۔

مصنف کتاب عبد اللہ تاح علوانؒ اس فصلِ نجم کے اخیر میں نہایت حسرت کے ساتھ یوں تحریر فرما رہے ہیں کہ ہم ایسے تربیت کرنے والوں کے کس قدر محتاج ہیں جو اسلامی تربیت کا شعور و سلیقہ رکھتے ہوں اور اصلاحِ اخلاق کا نبوی طور طریقہ جانتے ہوں۔ تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو انجام دے سکیں۔ اے کاش ہمیں ایسے نوجوان مل جائیں جن کی شخصیت کامل و مکمل ہو، ان کا باطن ٹھیک ہو، ان کے اخلاق بلند ہوں اور ان کے نفوس نفسیاتی بیماریوں سے پاک ہوں۔

ہاں اگر مصلحین کرام اس کے لئے کوشش کریں اور مرقی حضرات اپنی ذمہ داریوں کو پوری کریں، تو ایسے نوجوانوں کا ملنا کچھ بھی دشوار نہیں۔ واذالک علی اللہ عزیز۔

(ترویۃ الاولاد ص ۳۵۱۔ ترجمہ ص ۳۵۱ ج ۱)

۶۔ غفلت و لا ابالی پن۔

یہ مرض بھی نہایت خطرناک ہے۔ جس میں ہمارے بچے اور نوجوان بکثرت مبتلا ہیں۔ لہذا والدین کے لئے لازم ہے کہ اس کی اصلاح کی پیمین ہی سے منکر کریں۔ اس لئے کہ جو لوگ بھی ظاہری و باطنی کمالات سے محروم رہتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہی غفلت و لا بدواہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝

یعنی غفلت شعاروں میں سے نہ ہو۔

(اعراف ۲۰۵)

۱۵۔ اس مرض کے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشنوں میں لکھا جائے گا۔ چونکہ اس حقیر کو اس کے بعد کے ایڈیشن دستیاب نہ ہو سکے کہ معلوم ہوتا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس کے متعلق لکھا نہیں، اور تب اس نے اسے صحت فرمائی ہے اس لئے میں اس حقیر نے اپنی سمجھ کے مطابق اتنا لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (ق)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُسلِ وَالْهَرَمِ۔
 سے اور مضر بڑھا پلے۔

نیز ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
 لَا يَلِدُخُ الْمُؤْمِنُ مِنْ حَجَرٍ يَعْنِي مُؤْمِنٌ أَيْكَ سَوَارِخٍ سَعْدِ مَرْتَبَةٍ نَحْبِ
 واحد مرتبہ۔ ڈسا جاتا۔

اس لئے کہ مومن زیرک اور سمجھدار ہوتا ہے۔ ہر معاملہ میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک
 مرتبہ غلطی ہو جائے تو خیر، مگر دوبارہ وہی غلطی عموماً اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اس لئے
 کہ مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ بار بار اسے ٹھوکر لگتی جائے اور وہ آنکھ بند کئے
 آگے بڑھتا چلا جائے اور یہ نہ دیکھے کہ آخر یہ ٹھوکر کیوں اور کس سے لگی ہے۔ اور اگر
 ٹھوکر لگنے کے بعد بھی اس کو آنکھ نہ کھلے اور وہ ہوشیار نہ ہو تو یقیناً یہ غفلت اور لا ابالی پن
 ہے جو شعار ایمان سے جوڑ نہیں کھاتا اور نہ ہی یہ غفلت مومن کو زیب دیتی ہے۔ اس
 لئے کہ مومن زیرکی، بیداری اور احتیاط جیسی صفات سے متصف ہوتا ہے، نہ کہ
 غفلت، سستی اور لا ابالی پن سے۔

اسی لئے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں سب مل
 آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو نہ تو دنیا کے کام میں لگا ہوا اور نہ ہی آخرت کے کام میں
 بلکہ بیکار اپنا وقت ضائع کر رہا ہو۔ (السیر المہذب) (مترجمہ: مکتبہ المدینہ ص ۳۳۳)
 لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ والدین اور مرقی حضرات بچوں کو سلمے اسکی خدمت و قبات کو بیان کرتے
 رہیں اور ان کو بچپن ہی سے چستی اور ہر کام میں استعداد کی تعلیم دیں تاکہ خود اپنی ذات ہی نہیں بلکہ ساری
 امت کیلئے کار آمد ثابت ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

فصل سادس

اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری

اجتماعی و معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع سے ہی ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب اور عظیم نفسیاتی اصول کا عادی بنا دیا جائے جو ہمیشہ زندہ جاوید رہنے والے اسلامی عقیدے اور گہرے ایمانی شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ تاکہ بچہ معاشرے میں حسن معاملہ، حسن ادب، سنجیدگی اور پختگی، عقل اور اچھے تصرفات، غرضیکہ ہر حیثیت سے ایک بہترین مثالی فرد بنے۔ پس یہ والدین اور تربیت کرنے والوں کی نہایت اہم ذمہ داری ہے۔ کیونکہ یہ ہر اس تربیت کا بچوڑ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چاہے وہ تربیت ایمانی و اخلاقی ہو، یا نفسیاتی۔

تجربہ سے یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ معاشرہ کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی، معاشرہ کے افراد کی سلامتی اور ان کی عمدہ تربیت ہی سے وابستہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ لہذا تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کی تربیت میں محنت اور جدوجہد کریں۔ تاکہ صحیح طور سے اپنے معاشرتی تربیت کی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ اور ایسے بہترین اسلامی معاشرہ کی تعمیر کر سکیں، جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور اسلامی اقدار پر ہو۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

میری نظر میں اس بہترین معاشرہ کی تربیت کے وسائل چار امور میں منحصر ہیں۔

۱۔ بہترین نفسیاتی اصول کی تخم ریزی۔

۲۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا۔

۳۔ عمومی معاشرتی آداب کا خیال رکھنا۔

۴۔ دیکھ بھال اور معاشرہ کا محاسبہ۔

اب ان کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اولاً نفسیاتی اصول کی تخم ریزی۔

اسلام جن نفسیاتی اصولوں کو لوگوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے ان میں اہم

درج ذیل ہیں ۱۔

۱۔ تقویٰ ۱۔

یہ اس ایمانی شعور کا لازمی نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہے جو اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے خیال اور اس کے خوف و خشیت، اس کے عذاب و ناراضگی کے ڈر، اس کے عفو و درگزر اور ثواب کی امید کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بہت سی آیات پیمائے کے ذریعہ نہایت اہتمام سے تقویٰ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور اس پر بار بار ابھارا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین تقویٰ کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر و سعی کرتے تھے۔ اور اس کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

تقویٰ کے متعلق سوال کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ کیا آپ کبھی کلنٹے والے راستے میں نہیں چلے ہیں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں۔ انھوں نے بوچھا کہ آپ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا خوب کوشش اور محنت کرتا تھا (تاکہ کوئی کانٹا نہ چبھے) انھوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔

یہ تقویٰ دراصل تمام معاشرتی فضائل و کمالات کا چشمہ ہے اور مفاسد و شرور اور گناہوں اور برائیوں سے بچنے کا منفرد راستہ ہے۔ بلکہ افراد امت میں اصلاح معاشرہ کے بارے میں کامل شعور و احساس پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ و سبب ہے۔

تقویٰ کے سلسلہ میں اکابر کے چند واقعات :-

الف : حضرت یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے جوڑے اور پوشاکیں تھیں۔ ان میں سے بعض ایسی اقسام کے بھی تھے جن میں سے ہر پوشاک کی قیمت چار سو درہم تھی اور بعض کی دو سو درہم۔ وہ نماز کے لئے چلے گئے اور اپنے بھتیجے کو مکان پر بھجور گئے۔ اسی اثناء میں ایک اعرابی شخص آیا اور اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا تو اس نے دو سو درہم والے جوڑے کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔ اعرابی کو وہ جوڑا پسند آگیا لہذا اس نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا اور اس کو لے کر چل دیا۔ راستہ میں اسے حضرت یونسؑ مل گئے اور انھوں نے اپنے جوڑے کو پہچان لیا اور اس اعرابی سے پوچھا کہ تم نے یہ کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا چار سو درہم میں! یونسؑ نے اس سے کہا۔ یہ تو دو سو سے زیادہ کا نہیں ہے اس لئے تم واپس چلو اور اس کو واپس کر دو۔ اس اعرابی نے کہا یہ تو ہمسکے علاقے میں پانچ سو کا ہے اور میں نے اسے خوشی سے خریدا ہے۔ یونسؑ نے اس سے

کہا تم میرے ساتھ چلو۔ اس لئے کہ نصیحت و خیر خواہی دین اسلام میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پس اس کو دوکان واپس لے گئے۔ اور دوسو درہم واپس کر دیئے اور قیمت سے زیادہ پیسے لینے پر اپنے بھتیجے کو سخت تنبیہ کی۔

ب، حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ کے ارادے سے نکلا۔ راستہ میں ہم آرام کرنے کے لئے توبہاڑ سے ایک چرواہا اتر ا۔ انھوں نے اس سے کہا چرواہے! ان دُنوں میں سے ایک دُنبر میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا میں تو غلام ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا امتحان لینے کے لئے کہا کہ تم اپنے آقا سے یہ کہہ دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہے نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے؟ (یعنی اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہے ہیں۔) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر اس غلام کے ساتھ گئے اور اس کے آقا سے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور فرمایا تمہیں اس ایک بات نے دنیا میں غلامی سے آزادی دلائی۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ تمہیں آخرت میں بھی آگ سے نجات دلائے گی۔

ج۔ اور ماں بیٹی کا وہ قصہ تو اکثر حضرات جانتے ہی ہوں گے کہ ماں یہ چاہتی تھی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دے تاکہ آمدنی زیادہ ہو۔ اور بیٹی اسے یہ یاد دلا رہی تھی کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے۔ ماں کہتی ہے امیر المومنین کہاں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا جواب بیٹی کیا خوب دے رہی ہے کہ امیر المومنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو امیر المومنین کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے یقین کو اپنے بچوں میں شروع ہی سے پیدا کریں، تاکہ بڑے ہونے پر اس کے ثمرات

نمودار ہوں۔ (ترجمہ ص ۳۶۳) (تربیت الاولاد ج ۱ ص ۳۶۲)

۲۔ اخوت ۱۔

اخوت (بھائی چارگی) ایک ایسا نفسیاتی رابطہ و تعلق ہے جو ہر اس شخص کے ساتھ جس کا تقویٰ اور ایمان کی بنیاد پر رابطہ ہے، محبت و احترام کا گہرا شعور پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات ۱) مسلمان تو سب بھائی ہیں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے، اور نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ انسان کے براہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل و تحقیر کرے۔ مسلمان پورا کا پورا مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت و آبرو بھی (تین مرتبہ فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہے۔ اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم) نیز ارشاد فرمایا۔

لَا يُوْثِقُ مِنْ أَحَدٍ كَوْحَتِيْ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک
يُحِبُّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ کامل مومن نہیں ہونگتا جب تک کہ اپنے
لِنَفْسِهِ۔ بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے
(بخاری، مسلم) لئے پسند کرتا ہے۔

نیز ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کی آپس میں محبت الفت اور رحم دلی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جسم میں کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم اس کے ساتھ جاگنے اور بخار میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ارشاد فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے باہم محبت کرتے تھے، آج میں ان کو اپنے سایہ رحمت میں رکھوں گا۔ جبکہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

چنانچہ اس اخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرہ کے افراد نے آپس میں غمخواری، ایثار، باہمی تعاون اور ہمدردی کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ انسانی میں بہترین سلوک اور عمدہ برتاؤ شمار ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔

الف : امام حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آستی ہزار درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ روزے سے تھیں اور انھوں نے پڑنے کیڑے پہن رکھے تھے۔ جب یہ کثیر رقم ان کو ملی تو انھوں نے فوراً فقراء و مساکین میں اسے تقسیم کر دیا۔ اور اپنے لئے اس میں سے کچھ بھی نہ روکا۔ اس پر ان کی خادمہ نے عرض کیا کہ اے اُم المؤمنین آپ نے اتنا بھی نہیں کیا کہ ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیتیں اور خود بھی اس سے افطار کر لیتیں۔ تو انھوں نے فرمایا بیٹی! اگر تم مجھے پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (مسندک)

ب : امام طبرانی اپنی کتاب معجم کبیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا کہ اسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے پاس لے جاؤ۔ اور پھر کچھ دیر ان کے گھر ہی میں کسی کام میں لگ جانا تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ان دیناروں کو کیا کرتے ہیں؟۔ چنانچہ غلام وہ

لے دینار سونے کا سکہ ہوتا ہے جس کا وزن ایک مثقال (تقریباً ۴ گرام) ہوتا ہے۔

دینار ان کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ ان کو اپنی ضروریات میں صرف کریں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) کو اس کا اچھا بدلہ دے اور ان پر رحم کرے۔ اور پھر فرمایا اے لڑکی فلاں آجاؤ اور یہ سات فلاں کو دے آؤ، یہ پانچ فلاں کو اور یہ پانچ فلاں کو۔ حتیٰ کہ وہ سارے دینار خرچ کر ڈالے۔ وہ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے سارا قصہ ان کو سنا ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی دینار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کر رکھے تھے۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ ان کو حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کے پاس لے جاؤ۔ اور وہیں ان کے گھر کسی کام میں لگ جانا تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ انھوں نے ان دیناروں کو کیا کیا؟

چنانچہ وہ غلام رقم لے کر ان کے پاس گیا اور کہا امیر المومنین یہ فرماتے ہیں، کہ انھیں اپنی ضروریات میں خرچ کیجئے! انھوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم کرے اور ان کو اچھا بدلہ دے۔ اے لڑکی فلاں گھر والوں کے پاس اتنے دینار لے جاؤ اور فلاں کے یہاں اتنے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے جھانک کر کہا بخدا ہم بھی تو غریب و مسکین ہیں ہمیں بھی دے دیجئے۔ اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے۔ چنانچہ انھوں نے وہ ان کی طرف پھینک دیئے۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گیا اور انھیں پورا قصہ سنا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہی ہیں۔

مؤلف رحمہ اللہ اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأدب المفرد" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے کو درہم اور دینار (روپے پیسے) کا اپنے

مسلمان بھائی سے زیادہ حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی اولاد کو اخوت و محبت کی فضا میں پروران چڑھائیں تاکہ ہمدردی و غمخواری کا معاشرہ وجود میں آئے اور دنیا سکون کی سانس لے۔ وباللہ التوفیق۔

۳۔ رحمت :-

رحم نام ہے قلب کے نرم ہونے اور ضمیر کے حساس ہونے اور دوسروں کے درد و غم میں شریک ہونے اور ان پر رحم کھانے اور ان کے غموں اور تکالیف میں آنسو بہانے کا۔ رحم ہی ایسا مادہ ہے جو مومن کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی ایذا رسانی سے دور رہے۔ اور ان کے لئے خیر و بھلائی اور سلامتی کا طالب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کے بعض پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ان پر رحم کرنے کا ذریعہ و سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے
 اَرْحَمُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمَكُم تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان
 مَنْ فِي السَّمَاءِ - (ترمذی) والا رحم کرے گا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لَنْ تَرْحَمُوهُنَّ حَتَّى تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں
 تَرْحَمُوا بن سکتے جب تک رحم نہ کرو

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص رحم کھاتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے وہ رحم مراد نہیں جو تم سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد سب پر رحم کرنا ہے۔ یعنی اس

سے وہ رحم مراد ہے جو انسان سے تجاوز کر کے حیوانوں تک کو شامل ہے۔

اسلامی معاشرے میں رحم و شفقت کے چند نمونے:-

الف : مورخین لکھتے ہیں کہ جن دنوں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کیا تو ان کے خیمہ میں ایک کبوتری آگئی اور اس نے اوپر کے حصہ میں اپنا گھونسلہ بنالیا اور جب حضرت عمروؓ وہاں سے کوچ کرنے لگے تو ان کی نظر اس پر پڑی اور انھوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ خیمہ اکھاڑ کر اسے بے گھر کیا جائے۔ لہذا انھوں نے خیمہ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور بعد میں اس کے ارد گرد اور بہت سے مکانات بن گئے اور اس جگہ کا نام ہی مدینہ منطا (یعنی خیموں کا شہر) پڑ گیا۔

ب : حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں سخت گیری میں مشہور تھے لیکن جب اسلام نے ان کے دل میں رحم کے چشمے بہا دیے تو پھر وہی حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو اس کا بھی ذمہ دار سمجھتے تھے کہ عراق کے ایک دور دراز علاقے میں ایک خچر اس لئے ٹھوکر کھا گیا تھا کہ انھوں نے اس کے لئے پختہ راستہ نہیں بنایا تھا۔

ج : حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے یہ وصیت فرماتے ہیں۔ یاد رکھو کسی عورت اور بوطھے اور بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی کھجور کے درخت کو اکھاڑنا اور نہ کسی بھل دار درخت کو کاٹنا۔ اور تم ایسے لوگوں کو باؤگے جنھوں نے گر جاگھروں اور صومعوں کو لازم پکڑ لیا ہے، لہذا ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دینا۔

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ یہ اوقات اور مدرسے، اسکول و اسپتال، بلکہ خیر و بھلائی کے جلاوطن
سب کے سب محبت ہی آثار اور رحم کے ہی ثمرات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رحمدلوں
کے دلوں اور نیک مسلمانوں کے نفوس میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جن سے صالح کے
اوراق و صفحات میں ہماری ترقی و تمدن کے قابل فخر کارنامے درج ہیں۔

اس لئے رحمدلی کے ان عظیم حقائق کی ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم دینی چاہئے
اور یہ چیزیں ان کی گھٹی میں پیوست کرنی چاہئے۔

۴۔ ایشار۔

یہ ایک نفسیاتی شعور و احساس ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے
ذاتی منافع و مصالح پر دوسروں کو ترجیح دینے لگتا ہے۔

ایشار ایک نہایت شاندار خصلت ہے۔ پس اگر اس کا مقصد اللہ تعالیٰ
کی رضا ہو تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کے اصولوں میں سب سے
پہلی اصل ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اجتماعی و معاشرتی امداد باہمی کے ستونوں میں
بڑا ستون ہے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے خیر و بھلائی کا سب سے قوی
ذریعہ ہے۔

قرآن کریم نے اسلامی معاشرہ کی عظیم اکثریت یعنی انصار کی اخوت،
مواسات اور ایشار کی عظیم صورتیں محفوظ کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِينَ بَسَّوْا الدَّانِ	اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام
وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ	(یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں ان مہاجرین
يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ	کے آنے کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔
إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ	جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے

فِي صُدُورِهِمْ حَالِجَةً
مَتَمَّا أَوتُوا وَ يُؤْثِرُونَ
عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ
يُؤْتِك شُحَّ نَفْسِهِ
فَادْلِكْ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
(الحشر ۹)

محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے
اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں
پاتے۔ اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ
ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو شخص اپنی طبیعت
کے نخل سے محفوظ رکھا جائے۔ ایسے ہی
لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

پس یہ اختیاری ایثار اور اجتماعی رحمہ دلی جو انصار کے اخلاق میں نمایاں
تھی، اس کی مثال انسانی تاریخ میں اور پچھلی امتوں کے حالات و واقعات
میں نہیں مل سکتی۔

ایثار کے مظاہر کی چند مثالیں۔

الف: امام غزالی اپنی کتاب ”احیاء العلوم“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے
ایک صحابیؓ کے پاس دُنبے کی بری ہڈیہ بھیجی گئی۔ انھوں نے کہا کہ
فلاں شخص مجھ سے بھی زیادہ حاجتمند ہے لہذا انھوں نے وہ بری ان کے
پاس بھیج دی۔ اور اسی طرح ہر ایک دوسرے کے پاس بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ
گھوم پھر کر سات آدمیوں کے بعد وہ بری پھر اس پہلے شخص کے پاس
پہنچ گئی۔

ب: اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ، الامام سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کا ایشاد و غمخواری کی وجہ سے اُمّ المساکین لقب پڑ گیا تھا۔ اور ابھی کچھ صفحات پہلے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ روایت کر چکے ہیں کہ انھوں نے اسی ہزار درہم فقراء اور مساکین پر خرچ کر ڈالے اور اپنے افطار کے لئے ایک درہم بھی نہ بچایا۔ لہذا قربانی اور ایشاد کے یہ جذبات ہمیں اپنے بچوں میں پیدا کرنا چاہئے، اور شروع ہی سے انھیں ان باتوں کی تربیت دینی چاہئے۔ (ترجمہ صفحہ ۲۷۵)

۵۔ عفو و درگزر۔

یہ ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے تسامح اور اپنے حق سے دست برداری کرتا ہے۔ اگرچہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم و جبر ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعائر پر نہ ہو رہی ہو۔ ورنہ معاف کرنا ذلت و رسوائی کے مرادف ہو گا۔

ف : اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا جائے کہ دینی معاملہ میں عفو و درگزر کرنا اخلاق نہیں بلکہ دین پر ظلم اور کھلی بد اخلاقی ہے۔ (ق)

عفو و درگزر کی فضیلت میں بہت سی آیات و احادیث ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

وَالْكَافِرِينَ الْغَضَّ وَالْعَافِينَ اور غصہ کو پی جلنے والے اور لوگوں سے
عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْحَسَنِينَ درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے
(ال عمران ۱۳۲) نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:-

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ درگزر کی عادت کیجئے اور نیک کام کرنے
عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف ۱۹۹) کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جب مومن کی طبیعت علم، عفو و درگزر اور چشم پوشی جیسے اخلاق سے آراستہ ہوگی، تو وہ مومن بلند ظرفی، عالی اخلاق، تسامح اچھے برتاؤ اور حسن معاشرت میں ایک قابل تقلید نمونہ ہوگا۔ بلکہ وہ طہارت، باطن کی صفائی اور شرافت کے اعتبار سے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند ہوگا۔

عفو و درگزر اور علم و بردباری کے چند واقعات

الف : عبداللہ بن طاہر کہتے ہیں کہ میں ایک روز خلیفہ مامون رشید کے پاس موجود تھا۔ انھوں نے اپنے خادم کو ”اے لڑکے“ کہہ کر آواز دی۔ لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تو انھوں نے دوبارہ آواز دی اور زور سے چیخے ”اے لڑکے“ تو ایک ترکى غلام یہ کہتا ہوا داخل ہوا کہ کیا غلام کو کھانے پینے کا بھی حق نہیں ہے؟ ہم جب بھی آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو آپ ”اے غلام، اے غلام“ کہہ کر چلانے لگتے ہیں۔ آخر اس طرح آپ کب تک پکارتے رہیں گے؟ یہ سن کر خلیفہ مامون کافی دیر تک گردن جھکائے بیٹھے رہے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے اسکی گردن اڑانے کا حکم دیں گے۔ پھر انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا اے عبداللہ! اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے خادموں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں۔ اور ہم یہ نہیں کر سکتے کہ اپنے خادموں کے اخلاق درست رکھنے کے لئے اپنے اخلاق خراب کر لیں۔

ب : منقول ہے کہ حضرت زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو طلب کیا اور دو مرتبہ اسے آواز دی۔ لیکن اس نے لبیک نہ کہا تو حضرت زین العابدین نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟

اس نے کہا کیوں نہیں! میں نے آپ کی آواز سنی تھی۔ انھوں نے پوچھا، پھر تم نے میری آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا؟ اس نے کہا، اس لئے کہ مجھے آپ سے کوئی خون نہیں ہے اور مجھے آپ کے عمدہ اخلاق کا علم ہے۔ اس لئے میں نے سستی کی۔ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے امن میں ہے۔

چند اور واقعات لکھنے کے بعد مصنف ریوں رقمطراز ہیں:-

امام طبرانی رحمہ اللہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزت و شرافت عطا فرماتے اور درجات کو بلند کرتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول ضرور بتلایے! آپ نے ارشاد فرمایا، جو شخص تمہارے ساتھ چہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بددباری سے پیش آؤ، اور جو تم پر ظلم کرے، تم اس سے درگزر کرو۔ اور جو تمہیں محروم رکھے، تم اسے دو۔ اور جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے، تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(طبرانی)

لہذا اپنے بچوں کی نشوونما ہمیں علم و چشم پوشی اور عفو و درگزر کے اوصاف پر کرنا چاہئے تاکہ عزت و شرف سے بہرہ ور ہوں اور امت کیلئے خیر کا سبب بنیں۔

(تربیت الاولاد ص ۲۴۳، ترجمہ ص ۲۴۳ ج ۱)

۶۔ جرأت و بہادری:-

یہ ایک ایسی عمدہ نفسیاتی قوت ہے جسے مومن ایک اللہ پر ایمان لانے اور قضا و قدر کی تصدیق کرنے کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ لہذا جس مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جتنا ایمان ہوگا اتنا ہی حصہ جرأت و شجاعت اور کلمہ حق کے اظہار کے

سلسلہ میں ہوگا۔

یہ صفت ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قوی الایمان تھے بالکل نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ مختلف مواقع میں ان کا ایمان اتنی زبردست شکل میں ظاہر ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے طاقتور اور سخت آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

”بخدا اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے ساتھ اس پوری امت کے ایمان کا وزن کیا جائے تو حضرت ابو بکرؓ کا ایمان بھاری ہوگا۔“

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز جب کہ صحابہؓ پر بے خودی طاری ہو گئی اور ان کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص ے کہے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے، میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا:-

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ
مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا
قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ
يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ
حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا رہا ہو، اسے معلوم ہونا چاہئے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہو گئی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا ہو تو سب لے اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے، اسے کبھی موت نہ لے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد تلاوت فرمایا:-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى
أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ
عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَفُزَّ
اللَّهُ شَيْعَاءَ وَسَيَجْزِي
اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے
ہیں۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا
آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹ
پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اُلٹا پھر جاوے گا
تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان
نہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
حق شناس لوگوں کو جلد ہی

(ال عمران ۱۴۴) جزا دے گا۔

اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ شاندار موقف قابل ذکر
ہے جب مسلمانوں کو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس لشکر کی روانگی
میں کافی تردد ہونے لگا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات کے
آخری ایام میں شام کی طرف بھیجنے کی تیاری مکمل فرما چکے تھے۔ چنانچہ اس نازک
صورتحال میں مسلمانوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس لشکر کو روک دینے
کی درخواست کر دی۔ کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل شرور و فتن سے بھرپور
نظر آ رہا تھا۔ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دیہاتوں میں پھیلے ہوئے دور دراز کے
عرب قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر کیا کر بیٹھیں۔ لیکن
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نازک ترین وقت میں غیر معمولی دانشمندی
اور عزم و حوصلہ سے انھیں جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا۔

”قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ابو بکر کی جان ہے۔ اگر مجھے اس
بات کا یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اُچک لیں گے تب بھی میں اسامہؓ کے لشکر کو

اسی طرح بھیج کر چین سے بیٹھوں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا میں اس گرہ کو کھولنے کی طاقت نہیں رکھتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لگائی ہو، اگرچہ اس کو نافذ کرنے میں میرے علاوہ مدینہ میں کوئی بھی باقی نہ رہ جائے تب بھی میں اس حکم کو نافذ کر کے رہوں گا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ عظیم الشان موقع بھی قابل رشک ہے جو انھوں نے فتنہ ارتداد کے وقت مالعین زکوٰۃ کے مقابلہ میں اپنایا تھا جس وقت جاہلی حبشیوں نے شیطانی سینگوں کی طرح سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ اور اس وقت مسلمانوں کی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خوف و ہراس کی وجہ سے کسی بھیگی بکری جیسی ہو گئی تھی جو برسات کی رات میں خوب بھیگ گئی ہو۔ حتیٰ کہ بعض مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اے امیر المومنین! آپ سارے عرب قبائل سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں؟ اتنی طاقت و قوت آپ کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے مگر میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیجئے وَاَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور آپ اللہ کی عبادت کرتے رہئے تا آنکہ موت آجائے۔

لیکن یہ مرد مومن خوف و خشیت کا مجسم، آہ و بکا کا پیکر جو بادنسیم کی طرح صاف شفاف، ریشم کی طرح نرم و نازک تھا، جس کا دل ماں کے دل کی طرح محبت و شفقت سے لبریز تھا، تھوڑی ہی دیر میں بحرِ ذخار کی طرح ایک انقلابی مرد بن جاتا ہے۔ اور شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے اس نازک گھڑی میں یہ کہتا ہے:-

کیا تم اے عمرؓ جاہلیت میں نہایت دلیر تھے اور اسلام میں بزدل ہو گئے ہو؟ - وحی الہی منقطع ہو چکی ہے اور دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ اور نہ فرمایا

اینقص الدین و اناسی (کیا دین میں قطع و برید ہوگی اور میں زندہ رہوں گا، یعنی میرے جیتے جی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک اونٹ باندھنے کی رستی بھی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے اس کی اداسگی سے باز آئیں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔ اور سن لو، خدا کی قسم! جب تک میں ہاتھ میں تلوار رہے گی میں قتل و قتال سے باز نہ آؤں گا۔

اس ایسا فی تقریر و جذبہ کو دیکھو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتال کے سلسلہ میں شرح صدر فرما دیا ہے اور مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ وہی حق پر ہیں۔

لہذا از روئے حدیث حق کے پیش کرنے کی ہمت و جرأت ایک عظیم جہاد ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ظَالِمٍ بَادِشَاهٍ كَسَلَمَنِي حَقَّ بَاتٍ كُنَا سُلْطَانٍ جَائِلٍ۔ بہترین جہاد ہے۔

لہذا رابطۃ الادب الاسلامی منعقدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۸۲ء کی آخری نشست میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی ارشاد "اینقص الدین و اناسی" یعنی کیا دین میں برید ہوگی یا میں زندہ رہوں گا؟ کو نقل فرمایا اور اس کی بے حد اہمیت اور غیر معمولی تاثیر کو نہایت لطیف انداز میں بیان فرمایا۔ اور شرکائے اجلاس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ حضرات رابطۃ الادب الاسلامی کے اس اجلاس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہی جملہ یاد رکھ لیں اور اس کے مطابق اپنا عزم و ارادہ رکھیں کہ چاہے جیتے جی اس دین کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ چنانچہ شرکائے اجلاس نے اس تقریر کا خاصا اثر لیا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے اندر جذبہ صدیقی پیدا فرمائے اور کوئی ایسا صدیقی پیدا کرے جو فضائل کا قلع قمع کر کے بدعت و اعداء کے طوفان کو فرو کرے۔

وما ذالک علی اللہ بعسیر۔ (قرآن)

اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سے عہد لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں حق بات کہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔
جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:-

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا
یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ (اعمال کا) حساب لینے کیلئے کافی ہیں۔
(الاحزاب ۲۹)

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں خصوصاً ماؤں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں میں ایمان و تقویٰ اور اخوت و محبت کی فضیلت اور رحم و ایثار و بردباری کی صفات کو راسخ کریں اور حق کے بارے میں ہمت و جرأت کا عادی بنائیں تاکہ بچے جب جوان ہوں اور اس قابل ہو جائیں کہ زندگی کے سمندر میں گھسیں تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بغیر سستی اور مایوسی کے ادا کر سکیں۔

لہذا جو شخص قوم کی تربیت کا ذمہ دار ہے اگر اس کی تربیت ان مذکورہ اصول پر نہ ہوگی تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جو پانی پر لکھا ہو، اور رکھ میں پھونک مار رہا ہو، اور بے فائدہ گھائی میں چیخ رہا ہو۔ (ظاہر ہے کہ اس سے کسی کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔

ثانیاً: دوسروں کے حقوق کی پاسبانی :-

وہ اہم معاشرتی حقوق جن کی جانب بچے کی رہنمائی کرنا چاہئے۔ وہ یہ ہیں :-
والدین کا حق، رشتہ داروں کا حق، پڑوسی کا حق، استاد کا حق، شاگرد کا حق،
ہر بڑے کا حق۔

۱۔ والدین کا حق :-

مربی کا سب سے بڑا اور اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ بچے کو والدین کے حقوق
اور آداب سمجھائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دے۔ اس سلسلہ کی آیات
و احادیث ملاحظہ فرمائیے!

الف : اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی خوشنودی میں پوشیدہ ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

رضی اللہ فی رضی الوالدین اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی خوشنودی
و مسخط اللہ فی مسخط الوالدین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی
(سبیل السلام) ناراضگی میں ہے۔

ب : والدین کے ساتھ نیکی کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ
ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کیا میں جہاد میں شرکت
کروں؟ آپ نے ان سے فرمایا، کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ انھوں نے
کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان دونوں کی خدمت میں
جہاد کرو۔ یعنی ان کی خدمت کرو۔

ج : ان کی وفات کے بعد ان کے لئے دعا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلَّةِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا

اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ اور (ان کیلئے اللہ تم سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار، ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، اور پرورش کیا ہے۔ (الاسراء ۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ آدمی کے مرنے کے بعد اس کا درجہ بڑھا دیا جائے گا تو وہ بوجھے گا اے میرے رب! ایسا کس وجہ سے ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، اس لئے کہ تمھارے بیٹے نے تمھارے لئے استغفار کیا تھا۔ (الادب المفرد)

نیز حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس بنو سلمہ کے ایک صاحب آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا والدین کی وفات کے بعد بھی میرے ذمہ ان کے ساتھ کوئی ایسی نیکی باقی ہے، جسے میں کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ان کے لئے استغفار کرنا۔ ان کے عہد کو پورا کرنا۔ ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ جن کے ساتھ صلہ رحمی صرف انکی وجہ سے کی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک صاحب مکہ کے راستہ میں

ملے تو حضرت عبداللہؓ نے انھیں سلام کیا۔ اور ان کو اپنے ساتھ گدھے پر سوار کر لیا اور ان کو وہ عمامہ دے دیا جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ، ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے، یہ تو بدو لوگ ہیں اور یہ لوگ تو ذرا اسی چیز پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کے والد میرے والد ماجد عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے دوست تھے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین نیکی انسان کا اپنے والدین کے دوست کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے والد کے دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مجمع الزوائد۔ ترجمہ ص ۳۸۳)

ف : اس میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، سئلے کہ والد کی رفیقہ حیات اور دکھ سکھ کی شریک ہے۔ اسی طرح اس کو بھی چاہئے کہ اپنے شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کرے تاکہ باہم تعلقات خوشگوار رہیں۔ (ق)

د : حسن سلوک میں ماں کو باپ پر فوقیت دینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے اچھے بڑاؤ کا کون زیادہ حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا، تمھاری ماں! انھوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ نے

ارشاد فرمایا، تمہارا باپ!۔

اس حدیث سے ماں کا کتنا بڑا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے معلمین اور تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ بچے کو ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو سمجھائیں اور ماں سے نرمی کا برتاؤ کرنے، اس کی دیکھ بھال کرنے اور اس کے حقوق پورا کرنے کی تلقین کریں۔ (ترجمہ صفحہ ۲۸۶)

۴ : والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کے آداب :-

والدین کے آداب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بنیاد و اساس ہے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِنَّ إِلَهًُا لَّهُمَا عِنْدَكَ الْكَرِيمُ الْحَكِيمُ ۚ أَوْ جَاهِلَاهُمَا فَلَا تَقُولَ لَهُمَا أَوْتَ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۚ وَانْخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا

تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس (معبودِ حق) کے کسی کی عبادت مت کرو۔ اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اگر (وہ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔ سوان کو کبھی (ماں سے) ہوں بھی مت کہنا۔ اور نہ ان کو جھڑکنا۔ اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ اور (ان کیلئے حق تعالیٰ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمائیے۔ جیسا کہ انھوں نے بچپن کی عمر میں مجھ کو پالا اور پرورش کیا ہے۔

(الاسراء ۲۳، ۲۴)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے :-

ماہر اباء من اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ نیکی نہیں کی
سدد الیہ الطرف بغضب جس نے ان کی طرف غضب آلود
(مجمع الزوائد ج ۸) نگاہوں سے دیکھا۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
ایک صاحب آئے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھے آدمی بھی تھے۔ آپ نے ان سے
پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا میرے والد ہیں! آپ نے
ارشاد فرمایا: جب والد ہیں تو:-

فلا تمش امامہ ولا تجلس تم ان کے آگے نہ چلو، اور نہ ان سے پہلے
قبلہ ولا تدعه باسمہ ولا بیٹھو، اور نہ ان کو نام لے کر پکارو، اور نہ
تستسب لہ۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) ان کو گالی دلا لے گا ذریعہ بنو۔
(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۸)

اسلاف کے چند واقعات:-

”عیون الاخبار“ کے مصنف رحمہ اللہ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ عمر بن زید سے پوچھا
گیا کہ آپ کے بیٹے نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کیا؟ تو انھوں نے فرمایا ہاں!
میں دن میں کبھی نہیں چلا مگر وہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔ اور رات میں وہ میرے آگے
چلتا ہے۔ اور وہ اس چھت پر کبھی نہیں چڑھا جس کے نیچے میں بیٹھا رہتا ہوں۔

”عیون الاخبار“ میں لکھا ہے کہ خلیفہ مامون رحمہ اللہ فرماتے کہ میں نے
فضل بن یحییٰ سے زیادہ کسی کو اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرتے نہیں دیکھا
وہ اپنے والد کے نہایت فرماں بردار و مطیع تھے۔ ان کے والد گرم پانی سے وضو
کیا کرتے تھے۔ دونوں باپ بیٹے ایک مرتبہ جیل میں تھے۔ سردی کی ایک رات

میں دربالوں نے ان کو لکڑیاں لے جانے سے روک دیا۔ جب ان کے والد کی بستی بستر پر دراز ہو گئے تو فضل اس برتن کے پاس گئے جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور اس کو پانی سے بھرا۔ پھر اسے چراغ کی لٹکی کے قریب کر دیا اور صبح تک اسے ہاتھ میں پکڑے کھڑے رہے۔ یہ نیک کام انھوں نے اس لئے کیا تا کہ ان کے والد گرم پانی سے دھو کر سکیں۔

ف : سبحان اللہ! والدین کی اطاعت و فرماں برداری اور ان کے آرام کے حد درجہ خیال کی انھوں نے کیسی مثال قائم فرمائی۔ اسی لئے تو یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایسی مطیع اولاد عطا فرمائے۔ آمین! (ق)

و : نافرمانی سے ڈرانا۔

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے غصے کے وقت باپ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھنا۔ اور نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے والد کا تعارف کرانے سے ترسنا خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ لڑکا کسی بڑے منصب و عہدے پر فائز ہو۔

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے ضرورتمند والدین کے نان و نفقہ کا خیال نہ کرے۔ اور سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ لڑکا والدین کے کام پر ناک بھوں چڑھائے، اُف کرے اور اس سے تنگدل ہو، اور اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی کرے۔ اور انکی توہین کرے۔ اس کی مذمت میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتا دوں، تین بار آپ نے یہ فرمایا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، ضرور بتلائیں! آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا، جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی۔ آپ اسے بار بار

دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش آپ خاموش ہو جاتے اور بار بار کہنے کی زحمت نہ اٹھاتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی سزا جب تک چاہتے ہیں مؤخر فرماتے رہتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کرنے والے کو مرنے سے قبل دنیا ہی میں سزا دیدیتے ہیں۔ (حاکم)

والدین اور اساتذہ کے آداب :-

۱۔ والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب ہو۔

۲۔ ان سے نرمی و احترام سے خطاب کرنا

۳۔ ان کی عزت و شہرت، نام و نمود اور شرافت و مال کی حفاظت کرنا۔

۴۔ تمام امور میں ان سے مشورہ کرنا۔

۵۔ ان کے لئے کثرت سے دعا و استغفار کرنا

۶۔ اگر ان کا کوئی مہمان آجائے تو دروازے کے قریب بیٹھنا اور ان کی نظر کا خیال رکھنا۔ تاکہ اگر وہ کسی چیز کا چپکے سے حکم دیں تو اسے بجالا سکے۔

ف : سبحان اللہ! کیا خوب ادب لکھا ہے جو انتہائی تجربہ پر مبنی ہے اس لئے کہ بعض دفعہ لڑکے کے موجود نہ رہنے سے باپ کو انتہائی ضیق و کلفت ہوتی

- ہے جبکہ وہ جہان کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے۔ (ق)
- ۷۔ ان کے سامنے زیادہ زور سے بات نہ کرنا۔
- ۸۔ جب وہ بات کرتے ہوں تو ان کی بات نہ کاٹنا۔
- ۹۔ جیوی بچوں کو ان پر ترجیح نہ دینا۔
- ۱۰۔ ان کا کیا ہوا کوئی کام پسند نہ ہو تو اس پر ان کو ملامت نہ کرنا۔
- ۱۱۔ ان کے سامنے بلاوجہ نہ ہنسنا۔
- ۱۲۔ اگر وہ بیٹھے ہوں تو ان کے سامنے سونے اور لیٹنے سے بچنا۔ مگر یہ کہ اجازت دیں
- ۱۳۔ ان کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھنا۔
- ۱۴۔ کھانے میں ان کے سامنے سے نہ کھانا۔
- ۱۵۔ اگر وہ پکاریں تو فوراً لبیک کہنا۔
- ۱۶۔ ان کے ساتھیوں اور دوستوں کا اکرام کرنا۔
- ۱۷۔ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوں
- ۱۸۔ ان کے لئے دعا کرنا خصوصاً وفات کے بعد۔ اور کثرت سے یہ دعا کرنا رَبِّ ارْحَمْهُمَا
گَمَارَبَّیْنِیْ صَغِیْرًا۔ یعنی اے میرے پروردگار ان پر اس طرح رحم فرمائے
جس طرح بچپن میں انھوں نے میری پرورش کی۔

(تربیت الاولاد فی الاسلام ج ۱ ص ۳۹۳، ترجمہ ص ۳۹۲ ج ۱۔)

۲۔ رشتہ داروں کا حق :-

رشتہ داروں سے مراد وہ افراد ہیں جن سے نسب یا رشتہ کی وجہ سے تعلق ہو۔ اور ان کی ترتیب یہ ہے۔ والدین، دادا، دادیاں، بھائی، بہنیں، چچا، پھوپھیاں، بھائی کی اولاد، بہن کی اولاد، ماموں، خالائیں۔ پھر وہ رشتہ دار جن کا

درجہ ان کے بعد آتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے دار۔
 اس کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ رحم یعنی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے
 اسمِ رحمٰن سے مشتق ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ جلّ
 ارشاد فرماتے ہیں:-

”میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم و رشتہ داری کو
 پیدا کیا اور اس کا نام اپنے نام سے بنایا۔ لہذا جو اسے جوڑے گا اس سے
 میں رشتہ جوڑوں گا۔ اور جو اسے قطع کرے گا میں اس سے رشتہ
 قطع کروں گا۔“

بلاشبہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو قرابت داری کے جذبہ کو گہرائیوں سے حرکت دیتی
 ہے، اور بلند ترین برادرانہ جذبات و احساسات کو ابھارتی ہے۔ ان حقائق کے کھل کر
 سامنے آجانے کے بعد تربیت کرنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عملی
 میدان میں وہ خوب جدوجہد اور محنت کریں۔ تاکہ بچہ جب سن شعور کو پہنچے تو اس
 وقت سے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق ذہن نشین ہو چکے ہوں۔
 تاکہ ان حضرات کے ساتھ جو انعام و احسان کا معاملہ کرنا چاہئے، کر سکے۔ بڑوں کا
 احترام اور جھوٹوں پر شفقت کرے۔ اور اگر ان پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو غم کی
 وجہ سے ان پر آنسو بہائے، اور ان کی امداد کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

صلہ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کی طرف اللہ
 نے متعدد آیات میں رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ
 اَافْتَقُوا لَكُمْ دَارَ اَلْمَدِينَةِ
 اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک
 دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو،

وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا
(النساء ۱)

اور قرابت (کے حقوق ضائع کرنے سے
بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کے
حالات کی اطلاع رکھتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:-

وَإِتَّخَذَ الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمُسْكِينُ
وَابْنُ السَّبِيلِ وَلَا تُبْذِرْ تَبَذُّرًا
(بنی اسرائیل ۲۶)

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا۔
اور محتسج و مسافر کو بھی (ان کے حقوق)
دیتے رہنا۔ اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔

اور ارشاد فرمایا:-

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
إِحْسَانًا ۚ بِذِي
الْقُرْبَىٰ ۚ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ
ذِي الْقُرْبَىٰ۔ (النساء ۳۶)

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور
اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔
اور (اپنے) والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو
اور (دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی،
اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غمناک کے
ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم قطع رحمی سے ڈراتا بھی ہے اور اس قطع
تعلق کو بغاوت اور زمین پر ایسا فساد قرار دیتا ہے جس کا کرنے والا لعنت اور ہر
گمراہ مستحق ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ
عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ
وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ
بِهِمْ أَنْ يَنْصُرُوا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا ۚ وَكَرِهُوا
بِغْيَاطًا ۚ

اور جو اللہ تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی
پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
نے جن علاقوں (تعلقات) کے قائم رکھنے

بِهَ أَنْ يَتَّصِلَ وَ كَاسِمٌ فَرَمَا ہے، ان کو قطع کرتے
يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے
أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ لوگوں پر لعنت ہوگی۔ اور ان کے لئے
وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِہِ بدترین ٹھکانہ ہے۔ (رعد-۲۵)

اس لئے والدین اور تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ بچوں کو قطع رحمی کے انجام بد سے آگاہ کریں۔ اسی طرح صلہ رحمی اور قرابت داری کے حقوق ادا کرنے کے نیک ثمرات و فوائد کو بیان کریں۔ صلہ رحمی کے فوائد بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے بہان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے۔ ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کا رزق بڑھادیا جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے، تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

بعض روایات میں آتا ہے کہ صلہ رحمی بری موت سے بچاتی ہے۔ نیز مروی ہے کہ۔ صلہ رحمی سے بستیاں آباد ہوتی ہیں اور مال بڑھتا ہے۔ نیز روایت ہے کہ صلہ رحمی گناہوں کی مغفرت اور غلطیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نیز صلہ رحمی حساب و کتاب کو آسان کرتی ہے۔ اور اس کے کرنے والے کو جنت میں داخل کرتی ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاتِلٌ رَحْبَرٌ قَطْعَ رَحْمِي كَرْنِ وَالْإِبْنِ فِي دَاخِلٍ نَهْجُكَ
 لہذا جب مرتی بچے کے سامنے صلہ رحمی کے یہ فضائل بیان کرے گا تو وہ
 ضرور صلہ رحمی کی طرف راغب ہوگا۔ اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا۔ اور
 ان کے غم و خوشی میں برابر کا شریک ہوگا، جو نیکی کی غایت اور صلہ رحمی کا مقصد ہے
 اس لئے ہمیں ایسے معکوں اور مرتیوں کی سخت ضرورت ہے جو بچوں کو یہ صفات
 سمجھائیں اور ان مکارم اخلاق و فضائل حمیدہ کی جانب انکی رہنمائی کریں۔

(ترجمہ صفحہ ۳۹۷)

۳۔ پڑوسی کا حق :-

تربیت کرنے والوں کو جن حقوق کا بہت خیال رکھنا چاہئے، ان میں سے
 ایک پڑوسی کا حق بھی ہے۔ لیکن پڑوسی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو تمھارے دانے
 بائیں، اوپر نیچے چالیس گھر تک پڑوس میں رہتا ہو۔ یہ سب کے سب تمھارے
 پڑوسی ہیں اور ان سب کے تم پر حقوق ہیں۔

اسلام کی نظر میں پڑوسی کے حقوق کی بنیاد چار اصول پر ہے (۱) انسان
 اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (ب) اس کو ایسے شخص سے بچائے جو
 اسے تکلیف پہنچاتا ہو۔ (ج) اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے (د) اس کی
 بد مزاجی کا بد باری سے جواب دے۔ اب ان اصول چہارگانہ کی کسی قدر
 تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

الف : پڑوسی کو اپنی ایذا رسانی سے دور رکھنا۔

ایذا کی مختلف اقسام ہیں۔ جن میں سب سے خطرناک چیز زنا، چوری

اور عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ اور یہ ان چیزوں میں ہے جن کی تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اس وقت فرمائی جبکہ ان کو بہترین خصائل کی تعلیم فرما رہے تھے، اور انھیں بُرے افعال سے منع فرما رہے تھے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ

انسان دس گھورتوں سے زنا کرے یہ بات اس کی بہ نسبت معمولی ہے کہ انسان اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، دس آدمیوں کے مال کو چرائے، یہ اس سے کم ہے کہ آدمی پڑوسی کے یہاں چوری کرے۔

رہا ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچانا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے مضمون میں داخل ہے کہ ”واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے امن میں نہ ہو۔“ (بخاری، مسلم)۔ ترجمہ ص ۲۹۸ (ب) پڑوسی کی حفاظت :-

پڑوسی کی حمایت و حفاظت اور اس پر ظلم نہ کرنا مکارم اخلاق میں سے ایک عظیم خلق ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی

فرمائے گا۔

پس جب عام مسلمانوں کے لئے یہ واجب و لازم ہے تو پڑوسی کے لئے تو اور زیادہ لازم و ضروری ہوگا۔

(ج) پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کرے اور خوشی کے موقع پر اس کو مبارکباد دے۔ اور بیماری کی صورت میں عیادت کرے۔ اور سلام کرنے میں پہل کرے۔ اور دین و دنیا کے معاملات میں اپنی فہم کے مطابق اس کی رہنمائی کرے۔ اور اگر کوئی پھل خریدے تو اسے ہدیہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پڑوسی کے اکرام کرنے کو ایمان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ كَانَ يَوْمًا مِنْ يَوْمٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ -
جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر
یقین رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کا اکرام
کرنا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے
حتیٰ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔ (بخاری و مسلم)
پڑوسی کے ساتھ احسان میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ آگ، نمک، پانی
ہانڈی، چھلنی، پیالہ وغیرہ مانگے تو اسے دیدے۔ ایسی چیزوں کا نہ دنیا کی منگی
اور نفس کی خساست پر دلالت کرتا ہے۔

(د) پڑوسی کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا۔

انسان کے لئے یہ قابل تعریف بات ہے کہ اپنے پڑوسی کی غلطیوں سے خشم نشی اور درگزر کرے اور اس کی زیادتیوں کو معاف کر دے۔ خاص طور سے جبکہ بلا قصد و ارادہ اس سے کوئی خطا صادر ہو جائے اور اس پر وہ نادم بھی ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات برائی کرنے والے کی برائی کو معاف کرنا کجی اور انحراف کے درست ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ
وَلَا السَّيِّئَةُ اِذْ قُمَ بِالَّذِي هِيَ
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي
بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ
كَانَهُ دَلِيًّا جَمِيعًا (فصلت ۴۱)

نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک
برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر کیا یک
آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ
ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست
ہوتا ہے۔

لہذا والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ وہ بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ
جب وہ سمجھدار ہوں تو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اور اگر وہ بدسلوکی کریں
تو وہ اس کو برداشت کریں
۴۔ استاذ کا حق :-

یہ ایک اہم حق ہے۔ اس لئے بچے کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ استاذ
کے احترام و اکرام اور اس کے حقوق ادا کرنے کا خوگر بنے۔ خصوصاً جبکہ معلم نیک و متقی
ہو اور مکارم اخلاق میں ممتاز ہو۔

ارشادات نبویہ کا معطر گلدستہ :-

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
لیس من امتی من لم یجل وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے
بکیر ناویں حم صغینا و یعرف بڑوں کا احترام نہ کرے، اور چھوٹوں پر رحم
لعالنا (حقہ)۔ (احمد، حاکم) نہ کرے، اور علماء کے حق کو نہ پہچانے۔
- ۲۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو اور علم حاصل کرنے
کے لئے وقار اور سکون سیکھو، اور جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے تواضع
اختیار کرو۔ (طبرانی، معجم اوسط)
- ۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ تین آدمیوں کی تحقیر منافق ہی کیا کرتا ہے۔ بڑھا مسلمان،
عالم، اور منصف حاکم۔ (طبرانی، معجم کبیر)

طالب علموں کیلئے چند ہدایات :-

- ۱۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاد کے سامنے تواضع اختیار کرے اور اس سے
رائے مشورہ کرنے سے اعراض نہ کرے۔ اور اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ استاد کے سامنے
اس کا ذلیل ہونا اس کی عزت ہے۔ اور اس کے سامنے جھکنا یقیناً باعث فخر، اور
اس کے سامنے تواضع اختیار کرنا رفعت و بلندی کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما باوجود جلالت قدر و عظمت اور بلندی مقام
پر فائز ہونے کے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی پالان پکڑ
لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ شاگرد کو چاہئے کہ اپنے استاد کو عظمت و احترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کو کامل سمجھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ورق اس خوف سے آہستہ پلٹتا تھا کہ وہ آواز نہ سن لیں۔ حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ بخدا میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رعب کی وجہ سے کبھی یہ جرأت نہ کی کہ میں ایسی حالت میں پانی پیوں کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہوں۔

۳۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاد سے تم یا تو کے ساتھ خطاب نہ کرے بلکہ نہایت ادب کے ساتھ حضرت استاد، یا استاذی، یا حضرت مولانا کے الفاظ سے مخاطب کرے۔ اسی طرح استاذ کی غیر موجودگی میں بھی استاذ کا نام اس طرح سے لے کر جسے سن کر دوسرے شخص کو اس کی عظمت و احترام کا اندازہ ہو۔ مثلاً یہ کہے کہ ہمارے فاضل استاذ نے یوں فرمایا۔ یا ہمارے حضرت استاذ نے یہ فرمایا۔ یا ہمارے فلاں مرشد نے اس طرح فرمایا۔

۴۔ شاگرد کو چاہئے کہ معلم و استاذ کے حق کو پہچانے اور اس کے مرتبہ و فضل کو یاد رکھے۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی سے حدیث سن لیتا ہوں تو زندگی بھر کے لئے اس کا غلام بن جاتا ہوں

۵۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے لئے ساری زندگی دعا کرتا رہے۔ اور ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد، اعزہ، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے اور ان کی قبر پر حاضری دیا کرے۔ اور ان کے لئے استغفار کیا کرے، اور انکی طرف سے صدقہ و خیرات کیا کرے۔ اور ان کے اخلاق و عادات کو پیش نظر رکھے اور پیروی کرے۔

۶۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے استاد کی سخت گیری اور سخت مزاجی کو برداشت کرے اور اپنی غلطی پر معذرت پیش کرے اور توبہ کرے اور استاذ کے غصہ کا سبب اپنے آپ ہی کو گردانے۔ ایسی صورت میں استاذ کی محبت برقرار رہے گی جس سے طالب علم کو دین و دنیا اور آخرت کے منافع حاصل ہوں گے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے طالعہ کی حالت میں ذلت اختیار کی تو میں اس وقت معزز و محترم بن گیا۔

۷۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاذ کے سامنے نہایت سکون اور تواضع و احترام سے بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس کی طرف متوجہ رہے۔ اور بلا ضرورت ادھر ادھر نہ دیکھے۔

۸۔ طالب علم پر لازم ہے کہ وہ اپنے استاذ کے سامنے ہر اس حرکت سے دور رہے جو وقار کے خلاف اور ادب و حیا کے منافی ہو۔ لہذا اس کی طرف نگاہ بھر کر نہ دیکھے اور شور و غوغا کی آواز آئے تو اس کی وجہ سے تشویش میں نہ پڑے اور نہ اس کی طرف توجہ کرے۔ خصوصاً جبکہ استاذ سبق پڑھا رہا ہو۔ (اسی طرح جب بے نی غلط ہو رہا ہو تب بھی ادھر ادھر توجہ نہ کرے۔ ق)

۹۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاذ کے سامنے اپنے ہاتھ پاؤں سے نہ کھیلے۔ اور ناک میں انگلی نہ ڈالے، نہ اس سے گندگی نکلے، اور نہ منہ پھاڑ کر کھولے، نہ دانٹ بجائے، نہ زمین پر ہتھیلی مارے، نہ زمین پر لکیریں کھینچے، نہ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے۔ اور استاذ سے بلا ضرورت بات نہ کرے، اور نہ ایسی بات نقل کرے جو مضحکہ خیز ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو بلا آواز مسکراہٹ پر اکتفا کرے۔ اور بلا ضرورت نہ کھائے۔ جہاں تک ہو سکے تھوکنے اور ناک کی ریشما

نکالنے سے بچے۔ اور اگر پھینک آجائے تو حسبِ قدرت آواز کو پست کرے اور منہ کو رومال وغیرہ سے ڈھانپ لے۔ اور جب جمائی آئے تو حتیٰ الوسع روکے، ورنہ منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۰۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ استاذ کے گھر یا خصوصی نشستگاہ میں ان کی اجازت کے بغیر قطعاً داخل نہ ہو۔ اگر اس سے اجازت طلب کرے اور وہ اجازت نہ دے تو واپس لوٹ جائے۔ مگر سہ کر اجازت طلب نہ کرے۔ اور دروازے کو آہستہ آہستہ ادب و احترام سے کھٹکھٹائے۔ ہاں اگر کمرہ دروازے سے دور ہو تو ضرورت کے مطابق آواز دینے یا گھنٹی بجانے یا زور سے کھٹکھٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۱۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ استاذ کے پاس اچھی ہیئت، صاف ستھرے کپڑوں میں حاضر ہو۔ خصوصاً اگر علم کا حلقہ ہو تو اور بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ ذکر اور عبادت کی مجلس ہے۔

۱۲۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ استاذ کے پاس جائے تو اس کا دل دوسرے دھندلوں سے فانی ہو۔ تاکہ استاذ کی بات یاد رکھ سکے۔

۱۳۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ جب وہ مجلسِ علم میں جائے اور استاذ وہاں موجود نہ ہو، تو استاذ کا انتظار کرے۔ تاکہ کوئی حصہ درس فوت نہ ہو جائے۔ اگر استاذ آرام فرما رہے ہوں تو ان کے جاگنے کا انتظار کرے۔ یہی سلفِ صالحین کی عادت تھی۔

۱۴۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ جب استاذ کو کسی حکم کی دلیل یا کوئی نیا فائدہ بیان کرتے ہوئے جس کو وہ پہلے سے جانتا ہو، تب بھی اس کو ہمہ تن گوش ہو کر سنے۔

چنانچہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب کسی صاحب سے کوئی حدیث سنتا ہوں، اور مجھے پہلے سے بہت اچھی طرح سے وہ حدیث معلوم

ہوتی ہے پھر بھی اس کے سامنے اپنی ہیئت سے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ پہلے سے معلوم نہیں ہے۔ (ترجمہ ص ۱۲)

۱۵۔ طالب علم کو چاہئے کہ جوابات جانتا ہو اور جو چیز سمجھ چکا ہو، اسے بار بار نہ پوچھے اور نہ اس کے سمجھنے کی درخواست کرے۔ اس لئے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور بسا اوقات استاذ دل تنگ ہو جاتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعادہ کرنا اور لوٹنا نہ چٹان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

۱۶۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاذ کی بات غور سے سننے اور سمجھنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ اور نہ اپنے ذہن کو کسی دوسری بات میں مشغول کرے جس کی وجہ سے استاذ سے پھر دوبارہ اعادہ کلام کی درخواست کرنا پڑے۔ اس لئے کہ یہ بے ادبی ہے ہاں اگر طالب علم استاذ سے دور ہو جس کی وجہ سے بات سن نہ سکا ہو، یا باوجود سعی کے سمجھ نہ سکا ہو، تو ایسی صورت میں اس کو حق ہے کہ استاذ سے کلام کے اعادہ کی درخواست کرے اور نہایت ادب سے اپنے عذر کو واضح کر دے۔

۱۷۔ یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ آداب ان معلمین کے حق میں ہیں جو خود متقی اور دیندار ہوں۔ رہے وہ اساتذہ و معلمین جو ملحد و بددین قسم کے ہوں تو ان کے لئے نہ قلوب میں کوئی عظمت ہے اور نہ نفوس میں احترام۔ اس لئے کہ انہوں نے بددینی کی وجہ سے اپنی کرامت کو خود برباد کر دیا ہے۔ اور اپنے وقار کو کفر و ضلال (گمراہی) کی وجہ سے ختم کر دیا ہے۔ تو پھر وہ اس بے توقیری کے خود ذمہ دار ہیں۔

لہذا باپ کو چاہئے کہ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی ملحد قسم کا استاذ

اس کے بچے کو کفر اور گمراہی کی باتوں کی تلقین کرتا ہے تو اس پر اللہ کے لئے ناراض ہو اور اس کو اپنے بچوں کے لئے استاد منتخب نہ کرے۔ (ترجمہ ص ۲۱۳)
 ۵۔ ساتھیوں کا حق :-

بچے کے لئے اچھے ہمنشین کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ صحبت کا اعمال اور اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ سچ کہا ہے جس نے یہ کہا ہے ”تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؛ بلکہ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اس سے تم پہچان لو گے کہ میں کون ہوں۔“

اب اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مبارک ملاحظہ فرمائیے :-
 ۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اور بُرے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھوکنے والے جیسی ہے۔ مشک والا یا تو مشک (بلا عوض) تم کو دے دیگا، یا تو تم اس سے خرید لو گے، یا اس کے پاس سے تمہیں اچھی خوشبو آئے گی۔ اور بھٹی دھوکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دیگا اور یا اس کے پاس سے تمہیں بدبو ملے گی۔ (بخاری و مسلم)
 ۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تم ساتھ نہ رہنا مگر مومن کے۔ اور تمہارا کھانا نہ کھائے، نہ گدہ، نہ مستی آدمی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ تم بُرے ساتھی سے بچو، اس لئے کہ تمہیں اسی کے ذریعہ پہچانا جائے گا۔ (ابن عساکر)

۴۔ نیز ارشاد فرمایا۔ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟ (ترمذی، ابوداؤد)
 ان متسام امور کی وجہ سے مربی پر لازم ہے کہ اپنے بچے کے لئے اچھے ساتھیوں

کا انتخاب کرے۔ خصوصاً جب سن شعور کو پہنچے تو اس کے لئے اصلاح ساتھیوں کو منتخب کرے جن کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھے اور کھیلے کودے اور پڑھے لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بلا کسی شک و شبہ کے ایسا معتدل، فعال شخص بنے گا جو معاشرہ کے حق کو ایسے صحیح طریقہ پر ادا کرے گا جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس کا اسلام حکم کرتا ہے۔

رفاقت و مصاحبت کے حقوق :-

الف : ملاقات کے وقت سلام کرنا۔

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام کے آداب میں سے کون سا ادب زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، جس کو تم جانتے ہو، اور اس کو جس کو تم نہیں جانتے۔ (بخاری، مسلم) نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گے جب تک مومن نہ بن جاؤ۔ اور تم مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تم اسے اختیار کرو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

ف : سبحان اللہ! دخول جنت کا کیا ہی سہل اور عمدہ نسخہ تجویز فرمایا، مگر افسوس کہ اس میں بھی ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ (ق)

(ب) اگر بیمار ہو تو اس کی بیمار پر سی و عیادت کرنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور قیدی کو آزاد کرو۔ (بخاری)

ف : آجکل عام طور پر بلا تصور بھی لوگوں کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ان کی ضمانت لینے اور پھڑالنے کو کارِ ثواب سمجھنا چاہئے۔ (ق)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازہ میں شامل ہونا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری، مسلم)

(ج) چھینک آنے پر اس کا جواب دینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کو یَرْحَمُکَ اللہ کہے۔ اور جب اس کا ساتھی یا بھائی یَرْحَمُکَ اللہ کہے تو وہ یہ سُبْحَانَکَ اللہ و بُرْکَاتُکَ کہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کرے۔ (بخاری)

(د) اللہ کیلئے اس سے ملاقات کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے۔ یا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اسے ایک فرشتہ یہ بتا دیتا ہے کہ تم اچھے رہو اور تمہارا یہ چلنا مبارک ہو، اور تمہارے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(ه) سختی و پریشانی کے وقت اسکی مدد کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔ نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے

اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی معمولی پریشانی بھی دور کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی کسی بڑی پریشانی کو دور فرمائیں گے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

(و) مسلمان کی دعوت قبول کرنا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے عنوان بت میں راجح شدہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ دعوت کا قبول کرنا منجملہ حقوق مسلم کے ہے۔

(ز) جمعہ اور عیدین کی آمد پر مبارکباد کہنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ سے والپسی پر اپنے بھائی سے ملے تو اسے چاہئے کہ وہ کہے تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَرَحِمْنَاكَ (اللہ تعالیٰ اس عمل کو ہماری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائے)

(دلیلی)

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان کو مبارکباد دینے کے لئے کھڑے ہو گئے اور انھیں مبارکباد دی۔ (بخاری، مسلم)

(ح) مختلف موقعوں اور مناسبات میں ہدیہ دینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تَهَادُوا تَحَابُّوا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو (اور اس کے ذریعہ) ایک دوسرے سے محبت کرو۔ (معجم اوسط طبرانی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مومنین کی عورتو! ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ چاہے بکری کی ایک گھرہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (معجم اوسط)

نیز ایک حدیث میں ہے۔ آپس میں مصافحہ کیا کرو۔ یہ کینہ دور کرتا ہے

اور آپس میں ہریہ دیا کرو اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (موطا امام مالک) (ترجمہ ص ۱۱۹)۔

ف : اس سے باہم ہریہ لینے دینے کی کیسی فضیلت معلوم ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کسی کی طرف سے کبیدگی ہو تو ضرور اس کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ دل صاف ہو جائے اور باہم محبت و مودت پیدا ہو جائے۔ (ق)

پس اے مربی حضرات! یہ وہ اہم اصول و ضوابط ہیں جنہیں بچوں کو آنکھ کھولتے ہی سکھانا چاہئے۔ اس لئے کہ معاشرہ جب جذبہ محبت و اخلاص، اور باہمی تعاون اور خیر خواہی کی بنیادوں پر قائم ہو گا، تو اس میں اتحاد و اتفاق اور امن و امان کی بنیادیں راسخ و مستحکم ہوں گی۔ جس سے عدل و انصاف اور مساوات و بھائی چارگی کی فضا اطراف عالم اور تمام سرزمین میں پھیل جائے گی۔

۱۔ بڑے کا حق :-

بڑے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عمر میں بڑا ہو، علم میں بڑا ہو، دین و تقویٰ میں بڑا ہو، عزت و شرافت اور قدر و منزلت میں برتر ہو۔ پس چھوٹوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑوں کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور ان کے حقوق کو ادا کریں۔

ارشادات عالیہ کا گلدستہ۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ما اکرم شاب شیخا	جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کا اسکے بڑھاپے
لسنہ الا قیض الله له	کی وجہ سے اکرام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے
من بکرمہ عندی	لئے ایسے افراد کو مقرر کرے گا جو اس کے

(ترمذی) بڑھاپے میں اس کا احترام کریں گے۔

۲- نیز ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بچے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۳- نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تقاضا یہ ہے کہ بڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اسی طرح قرآن کریم کے حامل و حافظ کا بھی اکرام ہونا چاہئے، مگر جو اس میں غلو کرنے والا ہو اور اس کو چھوڑنے والا ہو۔ اور اسی طرح عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔

(ابوداؤد)

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، اسی اثناء میں میرے پاس دو صاحبان آئے، جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو میں نے مسواک ان دونوں میں سے چھوٹے کو دیدی۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے۔ لہذا میں نے مسواک ان دونوں میں سے جو بڑا تھا، اس کے حوالہ کر دی۔ (مسلم) ترجمہ ص ۵۷

ان ارشادات سے بڑوں کے ساتھ بہت سے دینی و معاشرتی آداب و احکام مستفوع ہو گئے ہیں۔ لہذا تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ مندرجہ ذیل آداب کا اپنے بچوں کو عادی بنائیں۔

(الف) حیا

یہ ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو برائیوں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے اور بڑوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے۔ اور ہر حقدار کو اس کا حق

دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اس لئے جہاں ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فحش اور بے حیائی کئی چیزیں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کو عیب دار بنادیتی ہے۔ اور حیا کئی چیزیں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کو مزین اور آراستہ کر دیتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر دین کی ایک عادت و مزاج اور طرہ امتیاز ہوتا ہے۔ اور اسلام کا طرہ امتیاز حیا ہے۔ (ابن ماجہ)

(ب) آنے والے کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا۔

مہمان یا مسافر یا والد یا عالم دین، یا کسی بھی بڑے شخص کے لئے کھڑا ہونا ایک نہایت شاندار معاشرتی ادب ہے جس کا بچوں کو حکم دینا چاہئے اور انھیں اس کا عادی بنانا چاہئے۔ جس کے دلائل درج ذیل ہیں :-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیاں کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں پایا، نہ عادات و اخلاق میں، نہ چال چلن میں، نہ طور طریقے اور اٹھنے بیٹھنے میں۔ فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے انھیں چومتے اور پھر انھیں اپنی جگہ پر بٹھالیا کرتے تھے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے تھے تو وہ آپ کے لئے اپنی جگہ سے کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کو چوم لیتی تھیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھالیا کرتی تھیں۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تھے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے

تھے۔ اور ہم اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جاتے۔ (نسائی، ابوداؤد)

بخاری روایات میں ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسجد کے قریب آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا۔ اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جاؤ۔ یا یہ فرمایا کہ اپنے بڑے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری، مسلم)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہونے کی ممانعت کے سلسلہ میں جو روایات ہیں، تو اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی ذات کے لئے لوگوں کو کھڑا کرنا چاہتا ہو اور اس کا خواہشمند و دلدادہ ہو۔ نیز وہ اس قیام پر محمول ہے جس میں قیام کی خاص سی صورت اختیار کی جائے جس میں کبر و تعظیم کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے کہ بعض عجیب بعض کے لئے کیا کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ قابل احترام شخصیت اعزاز و اکرام کے ساتھ بیٹھی رہے اور اس کے ارد گرد لوگ کھڑے ہوں۔ (ترجمہ صفحہ ۴۲۶)

(ج) بڑے کا ہاتھ چومنا۔

جن معاشرتی آداب کا بچوں کو عادی بنانا چاہئے، ان میں سے اپنے بڑوں کا ہاتھ چومنا بھی ہے۔ چنانچہ بڑوں کے ہاتھ چومنے کے جواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور ائمہ کا اجتہاد دلالت کرتا ہے۔

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو وفد عبد القیس کے ساتھ تھے) فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو جلدی جلدی اپنے کجاووں سے نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔

(ابوداؤد، احمد، بخاری فی الادب المفرد)

ابو عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوار

ہونے کے لئے ایک جانور قریب کیا گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا پالان پکڑ لیا تو حضرت زیدؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا زاد بھائی! آپ ایک طرف ہو جائیے۔ یعنی پالان چھوڑ دیجئے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ہمیں اپنے بڑوں اور علماء کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ ذرا مجھے اپنا ہاتھ دیجئے! انھوں نے ہاتھ بڑھا دیا تو حضرت زیدؓ نے ان کا ہاتھ چوم کر فرمایا، ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں کو چومتے دیکھا ہے۔

(بخاری۔ فی الادب المفرد)

اہل علم و فضل کے ہاتھ کے چومنے کے سلسلہ میں بے شمار روایات ہیں۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس بہترین عادت اور شاندار طریقہ کا عادی بنائیں۔ تاکہ وہ بڑوں کے احترام اور علماء کے اکرام میں پرورش پائیں۔ ہاں مگر کھڑے ہونے اور ہاتھ چومنے میں اس امر کا لحاظ ضرور رکھیں کہ غلو نہ ہو، اور نہ ہی حد سے تجاوز ہو۔ (ترجمہ ص ۴۷)

مثلاً: عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا۔

تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ بچوں کو معاشرتی آداب بھی سکھائیں۔ جن کے چند اہم عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) کھانے پینے کے آداب (۲) سلام کے آداب (۳) اجازت طلب کرنے

کے آداب (۴) مجلس کے آداب (۵) بات چیت کے آداب (۶) مزاح و مذاق کے آداب (۷) مبارکباد دینے کے آداب (۸) بیمار پر سہی کے آداب (۹) تعزیت کے آداب (۱۰) چھینک اور جمائی کے آداب۔

۱۔ کھانے کے آداب :-

(الف) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ کھانے میں برکت اس کے شروع کرنے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔
والوضوء بعدہ۔

(ابوداؤد، ترمذی) (یعنی ہاتھ دھونے میں ہے)۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی خیر و برکت بڑھائے تو اسے چاہئے کہ جب اس کا کھانا آئے تو اس سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور جب اسے اٹھایا جائے تب بھی ہاتھ دھوئے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

(ب) کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللہ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرے۔ اور اگر شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہے بِسْمِ اللہ اَذْکَرُ دَاجِسَہ۔ یعنی میں اس کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز روایات میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے پیتے تھے، تو یہ فرماتے تھے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْکَذِیُّ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے

أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ (احمد) سے بنایا۔ ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

جب دوسرے کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے۔

اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي اے اللہ! اس کو کھلا، جس نے مجھ کو کھلایا
وَأَسْقِ مَنْ سَقَانِي (مشکوٰۃ) اور اس کو پلا، جس نے مجھ کو پلایا۔

(ج) جو کھانا بھی سامنے آئے تو اس کی برائی نہ کہے۔

اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی۔ اگر کھانا آپ کو اچھا معلوم ہوتا تھا تو تناول فرمالتے تھے۔ اور اگر مرغوب نہ ہوتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

(د) داہنے ہاتھ سے کھانا اور اپنے سامنے سے کھانا

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچہ تھا۔ اور برتن میں میرا ہاتھ ادھر ادھر چلا جاتا تھا، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لڑکے اللہ کا نام لو، اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ (مسلم)

(ک) ٹیک لگا کر نہ کھانا۔

ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لئے مضر ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا أَكُلُ مَتَكِبًا۔ (بخاری) میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو دو زانو ایڑیوں کے بل بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا ہے۔ (مسلم)
 (و) کھاتے وقت باتیں کرنا مستحسن ہے۔ (مگر دقیق باتیں نہ ہوں۔)
 صحیح حدیث میں ہے کہ اکثر مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان پر
 کھاتے وقت اپنے صحابہ روزے باتیں کیا کرتے تھے۔
 (نہ) کھانے سے فارغ ہو کر میزبان کیلئے دعا کرنا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو وہ روٹی اور زیتون
 کا تیل لائے۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔

أَفْطَرْتُ عِنْدَكُمْ الْبَصَائِمُونَ وَآكَلْتُ تمھارے یہاں روزہ دار افطار کریں، اور
 طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ وَصَلْتُ عَلَيْكُمْ تمھارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے
 الْمَلَائِكَةُ۔ (ابوداؤد، ترمذی) تمھارے لئے دعا، مغفرت کریں۔

جب دسترخوان اٹھایا جائے تو یہ پڑھے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا
 طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدِّعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ
 (رح) اگر کوئی بڑا موجود ہو تو اس سے قبل کھانا شروع نہ کریں۔

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ
 ڈالتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک برتن
 میں نہ ڈالیں۔ (مسلم)

۱۔ منہ احد و طبرانی میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ زبیب (یعنی کشش) لائے یہی درست ہے۔ حافظ
 کہتے ہیں کہ زبیب کا لفظ غلطی سے زیت بن گیا ہے۔ (منہ)

(ط) برتن اور انگلیوں کو چاٹ لینا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اسے اٹھالے۔ اور اگر اس پر کچھ لگ گیا ہو تو اسے دور کر دے اور اس کو شیطان کے لئے پڑا نہ رہنے دے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم پیالے کو انگلی سے چاٹ لیں۔ اور یہ فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔
پینے کے آداب :-

(الف) بسم اللہ پڑھ کر پینا۔ آخر میں الحمد للہ پڑھنا اور دو یا تین سانس میں پینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تشربوا داحدا کشر البعین اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت
ولکن اشربوا مثنی وثلاث پیو۔ بلکہ دو یا تین مرتبہ میں پیو اور جب
وسموا اذا انتم شربتم داحدا پیو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پیو۔ اور جب
اذا انتم رفعتمو۔ (ترمذی) پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کیا کرو
(ب) مشیکرے کے منہ سے منہ لگا کر پینا مکروہ ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مخک
یا مشیکرے کے منہ سے منہ لگا کر پیا جائے۔ اس لئے کہ یہ انداز معاشرہ کے مزاج
کے منافی ہے۔ اور یہ بھی ڈر ہے کہ پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو صحت کے لئے
مضر ہو اور اس کا علم نہ ہو سکے۔

(ج) پانی وغیرہ کو پھونک کہ پینے کی ممانعت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں منہ لگا ہونے کی حالت میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مار کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونکنے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔ نیز اس حرکت کا معاشرتی آداب کے منافی ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (ترجمہ صلیک ج ۱)

(د) بیٹھ کر کھانا پینا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اور بُرا ہے۔ (مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پئے اور جو شخص بھول جائے (اور کھڑے ہو کر پانی پی ہی لے) تو اسے چلبے کہتے کر دے۔ (مسلم)

البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ جو آتا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو وہ بیان مجاز کے لئے ہے۔ البتہ بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں کھڑے ہو کر پانی پینا افضل ہے۔ جیسے آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔

(۷) سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا

لے پس ایسے مواقع پر جہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا گندگی کی وجہ سے بیٹھنے میں کراہیت ہو تو وہاں کھڑے ہو کر چائے

یا پانی پی لینے کی زحمت ہے۔ لہذا ایسی صورت میں نیکر نہیں کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ق)

ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
 ف: کس قدر سخت وعید ہے۔ لہذا اب بھی کوئی باز نہ رہے تو تعجب ہے۔ (ق)
 اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں
 پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ دھکاتا ہے۔ (مسلم)
 ف: یہی حکم کھانے کا بھی ہے، اور اس میں عورت، مرد
 دونوں برابر ہے۔ بخلاف زیورات کے کہ عورتوں کیلئے اسکا استعمال جائز ہے۔

(و) پیٹ کو کھانے اور پینے سے خوب بھرنے کی ممانعت۔
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بدتر
 کسی برتن کو نہیں بھرا۔ آدمی کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کر دیں
 لیکن اگر زیادہ کھانا چاہتے ہو تو ایک حصہ کو کھانے کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے
 اور ایک حصہ ساتس لینے کے لئے کر لو۔ (احمد و ترمذی)
 مناسب ہے کہ سونے کے وقت اور سو کر اٹھنے کے بعد کے آداب و دعائیں
 بھی بچوں کو سکھائی جائیں۔ مثلاً :-
 سونے کے وقت یہ پڑھے :-

اللَّهُمَّ بِإِسْمِكَ أَمُوتُ اے اللہ! تیرے نام پر مرتا اور تیرے
 وَأُحْيَى۔ (بخاری) ہی نام سے جیتا ہوں۔
 سو کر اٹھنے کو یہ پڑھے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا
 أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔ (بخاری)
 اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلایا
 اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

ف: اس کے علاوہ صبح و شام اور سفر و غیرہ کے آداب و دعائیں بچوں کو یاد کرائی جائیں اور عمل کا عادی بنایا جائے تاکہ اسلامی شعار اور تمدن زندہ رہے اور ذکرِ کثیر کی فضیلت ہو۔ اس کیلئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی ترقی تصنیف ”مناجات مقبول“ اور احقر کی تالیف ”گلدستہ اذکار“ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی۔ (ق)

۲۔ سلام کے آداب

اسلام میں سلام کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ اس لئے تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان آداب کو بچے میں راسخ کریں اور اسے اس کا عادی بنائیں۔
(الف) بچے کو یہ تعلیم دیں کہ شریعت نے سلام کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا
وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا۔

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا
دوسرے گھروں میں داخل مت ہو، جب تک
اجازت حاصل نہ کر لو اور اس میں رہنے
والوں کو سلام نہ کر لو۔

(النور، ۲۷)

نیز فرمایا

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا
عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ
مُبْرَكَةً طَيِّبَةً ۝

پھر جب تم گھروں میں جانے لگو، تو اپنے
لوگوں کو سلام کر لیا کرو، دعا کے طور پر جو
خدا کی طرف سے مقرر ہے، برکت والی،
عمدہ چیز ہے۔

(النور، ۶۱)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا، کیا چیز زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

تَطْعَمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس کو بھی جسے
هَلِيْ مِنْ عَرَفْتِ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ تم جانتے ہو، اور اس کو بھی جسے تم
(بخاری، مسلم) نہیں پہچانتے۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جنت میں اس وقت
تک داخل نہ ہو گے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اور مومن اس وقت تک
نہ بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں
کہ جب تم وہ کر لو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ آپس میں سلام کو بھیلو
(یعنی سلام کرنے کا رواج ڈالو۔)

(ب) سلام کرنے کا طریقہ :-

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کرنے والا اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ دَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ
کہے اور جواب دینے والا بھی جمع کے صیغہ کے ساتھ دَعَلِیْکُمْ اَلْسَلَامُ دَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ کہے۔ چاہے سلام کرنے والا تنہا ہی کیوں نہ ہو تب بھی جواب
میں جمع کا صیغہ دَعَلِیْکُمْ اَلْسَلَامُ استعمال کرنا چاہئے۔

چنانچہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر
ہوئے۔ اور عرض کیا اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا،
اور وہ صاحب بیٹھ گئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس نیکیاں
مل گئیں۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انھوں نے کہا اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ اور وہ بھی بیٹھ گئے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بیس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک صاحب

اور آئے اور انہوں کہا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور وہ بھی بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیس (نیکیاں) مل گئیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ف اس سے معلوم ہوا کہ "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہنا بھی کافی ہے۔ مگر اس پر دَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ مزید شرف کی بات ہے۔ (ق)
(ج) بچے کو سلام کے آداب سکھائیں۔

وہ یہ ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو۔ (بخاری، مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری)۔ (ترجمہ صفحہ ۴۲)

(د) بچوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے روکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے۔ نہ یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور نہ عیسائیوں کے ساتھ۔ اس لئے کہ یہود کے سلام کا طریقہ انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا سلام ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے معاشرتی آداب اور اخلاقی خصوصیات کو دوسری قوموں اور امتوں کے شعار سے ممتاز رکھا جائے۔

(۵) مرتی کو چاہئے کہ وہ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرے۔

یہ اس لئے تاکہ بچے اپنے مرتی سے یہ عادت سیکھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی ہو جائے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں سلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل میں مصروف تھے، تو آپ نے انھیں سلام کیا۔ (ابوداؤد)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا۔ اے بچو! السلام علیکم۔ (ابن النبی)

(د) مرتی کو چاہئے کہ بچوں کو غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں نفاذ و علیکم کہنا سکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل کتاب تمھیں سلام کیا کریں، تو "علیکم" کہہ دیا کرو۔ اسی طرح یہ بھی سکھائیں کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں اس لئے کہ روایت میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ (مسلم)

(ز) سلام میں پہل کرنا سنت اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سلام کا جواب دیا تو یہ اس کے لئے باعث اجر ہے۔ اور جس نے جواب نہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ابن النبی)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اے اللہ کے رسول! دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے ہیں، کون پہلے سلام کرے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ جس کا اللہ سے زیادہ تعلق ہو۔ (ترمذی)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب ہو گا جو سلام میں پہل کرے والا ہو۔ (ابوداؤد)

لے ہاں اگر مصلحت کی بناء پر "آداب" وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (ق)

چند مخصوص اشخاص حاکم کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

وضو کرنے والے کو، جو شخص حمام میں ہو اس کو، کھانا کھانے والے کو، طوائف جھگڑا کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو، اللہ کا ذکر کرنے والے کو، حج میں تلبیس پڑھنے والے کو، جمعہ وغیرہ میں خطبہ دینے والے کو، تقریر کرنے والے کو، مسجد و مدرسہ میں درس و تدریس یا وعظ و نصیحت کرنے والے کو، اذان یا اقامت کہنے والے کو اور قضاے حاجت میں مشغول اشخاص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان حالات میں سلام کرے تو سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔ لہذا مرفی حضرات کو چاہئے کہ سلام کے آداب کی خود رعایت کریں اور یہ آداب اپنے بچوں کو بھی سکھائیں تاکہ وہ معاشرتی زندگی میں ان آداب کے عادی بنیں۔ (ترجمہ ۴۲۹)

ف : مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکوڑ وغیرہ پر سوار لوگوں کو بھی سلام نہ کریں، کیونکہ ذرا سی غفلت سے حادثہ ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر موقع مناسب سمجھ کر خود سوار سلام کرے تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اگر کھانے والا خود سلام کرے تو یہ جائز ہے۔ (ق)

۳۔ اجازت مانگنے کے آداب :-

اجازت طلب کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں جن کو بچوں میں راسخ کرنا اور سکھانا

ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ائْتُوا بِلُحُومِكُمْ مِمَّا كَفَرْتُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور جو تم میں سے مد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین

وَالَّذِينَ لَمْ يَلْعَوْا إِلَهُكُم مِّنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ طَوَافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (النور، ۵۸)

وقتوں میں اجازت لینا چاہئے۔ نماز صبح سے پہلے۔ اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو۔ اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔ ان اوقات کے عساف نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ الزام ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تم سے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکیم ہے

اس قرآنی نص میں اللہ تعالیٰ مریضوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو جو ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، یہ تعلیم دیں کہ وہ تین حالات و اوقات میں گھر میں جانے کیلئے اجازت مانگا کریں۔

- ۱۔ فجر سے پہلے۔ اس لئے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔
 - ۲۔ دوپہر کے وقت۔ اس لئے کہ وہ کھانے کے بعد قیلولہ اور آرام کا وقت ہوتا ہے۔
 - ۳۔ نماز عشاء کے بعد۔ اس لئے کہ یہ تو خاص طور سے سونے ہی کا وقت ہوتا ہے۔
- اور جب بچے سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان اوقات مذکورہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اجازت لے کر اندر جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کی تعمیل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْإِنْسَانُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ ۖ أُوذِ بِسَبْءٍ ۖ وَإِن يَبْلُغْ ۖ فَإِن كَانَ لَكُم مِّنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَنَادُوا فِي سَبْءٍ ۚ

اور جس وقت تم میں سے کوئی شخص بچپن کے وہ لڑکے کے حد بلوغ کو

فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ۔

(النور ۵۹) عمر کے لوگ اجازت لیتے ہیں۔

قرآن کریم کی ان رہنمائیوں سے یہ بات ساف معلوم ہوتی ہے کہ اسلام
بچوں کی معاشرتی تربیت اور کردار و اخلاق سازی کا بہت اہتمام کرتا ہے۔ تاکہ بچہ
جب سن بلوغ کو پہنچے تو وہ آداب و اخلاق اور اپنی تمام زندگی میں ایک کامل انسان
کا زندہ نمونہ ہو۔ (ترجمہ ۴۴۰)

اجازت طلب کرنے کا طریقہ :-

- ۱۔ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے : حدیث شریف میں ہے کہ پہلے
السلام علیکم کہے پھر کہے، میں داخل ہو سکتا ہوں؟ - (ابوداؤد)
- ب۔ اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام یا لقب ذکر کرنا چاہئے : حضرت ابو موسیٰ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ کے کنوئیں پر
تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت طلب
کی تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا
ابو بکر!۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت مانگی۔ تو انھوں نے
پوچھا کون ہے؟ انھوں نے فرمایا عمر!۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے
اور انھوں نے بھی اسی طرح کہا۔ (بخاری و مسلم)

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے

عرض کیا، میتیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”میں، میں کیا ہوتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر اپنا نام یا لقب بتلانا چاہئے تاکہ دریافت کرنے والے کو ابھمن نہ ہو۔

ج۔ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہئے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اجازت تین مرتبہ طلب کرنا چاہئے۔ پھر اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس ہو جاؤ۔ بہتر ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت طلب کرنے اور دوسری مرتبہ اجازت طلب کرنے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں انسان چار رکعت نماز پڑھ لے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت اجازت طلب کی جا رہی ہو وہ نماز پڑھ رہا ہو یا قضاء حاجت کے لئے گیا ہو۔

ف: تقاضائے وقت و حال کے اعتبار سے اس میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے گھنٹی بجائے میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ یعنی کسی قدر وقفہ سے بچانا چاہئے، تاکہ اہل خانہ کو انتشار نہ ہو۔ (ق)

د۔ بہت زور سے دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہئے: خاص طور سے اس وقت جب کہ اس مکان کا مالک اس کا والد، استاذ یا مرشد ہو۔ اسی لئے سلف صالحین اپنے بزرگوں کے دروازوں کو ناخن سے کھٹکھٹاتے تھے۔ لیکن جس کا حجرہ دروازے سے دور ہو تو بقدر ضرورت زور سے کھٹکھٹا سکتا ہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ اسی طرح گھنٹی کو آہستہ ہی بجانا چاہئے تاکہ اندروالوں کو کلفت نہ ہو۔ اور ان کو گھنٹی بجانے والے کی نرم مزاجی اور عمدہ اخلاق کا اندازہ ہو جائے۔ (ترجمہ سہ ماہی)

۴۔ اجازت طلب کرتے وقت دروازے سے کنارے کھڑے ہونا چاہئے: چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو بالکل دروازہ کے

سامنے ہرگز نہ کھڑے ہوتے۔ بلکہ اس کے داہنے یا بائیں کھڑے ہو کر فرماتے، ”السلام علیکم“
(ابوداؤد)

نیز ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اجازت طلب کرنے کو اس لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ نگاہ نہ پڑے۔ (بخاری و مسلم)
اس لئے اجازت طلب کرنے کے وقت دروازے کے سامنے ہرگز نہ کھڑا ہو تاکہ گھر کی عورتوں پر نگاہ نہ پڑے۔

و۔ اگر گھر والا اجازت نہ دے تو خوشی خوشی واپس لوٹ جانا چاہئے: اس لئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ اذْجِعُوا فَاجْجِعُوا ۖ اُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ فَاذْجِعُوا ۚ وَاصْبِرُوْا ۚ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ
تو لوٹ آیا کرو۔ یہی تمھارے حق میں پاکیزہ تر ہے۔ (النور، ۲۸)

یہ وہ آداب اسلامی ہیں جنہیں مہربیوں کو خود اپنا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی سکھانا چاہئے۔

۴: مجلس کے آداب :-

مجلس کے بھی کچھ آداب ہیں جو بچوں کو سکھانا چاہئے۔ اور وہ آداب یہ ہیں:-
۱۔ مجلس میں جس سے ملے مصافحہ کرے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو کئی نفع نر دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی بھی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں، کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آپس میں مصافحہ کیا کرو، اس سے حق و حسد دور ہوتا ہے۔ اور ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عداوت ختم ہو جاتی ہے۔

ب۔ صاحب مکان جس جگہ بیٹھنا چاہئے: اس لئے کہ صاحب مکان ہی اپنے مہمان کو بٹھانے کی جگہ خوب جانتا ہے اور اسی کو حق ہے کہ جہاں چاہے بیٹھ جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص کسی کے گھر جائے تو اسے چاہئے کہ اس جگہ بیٹھے جہاں گھر والے بیٹھنے کا اشارہ کریں۔ اس لئے کہ گھر والے اپنے راز کو بخوبی جانتے ہیں۔ (مجمع الزوائد)

ج۔ درمیان حلقہ نہ بیٹھے: یہ ایک معاشرتی ادب ہے۔ اس لئے کہ اگر درمیان میں جا کر بیٹھے گا تو بعض دوسرے لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہو جائے گی جس سے دوسروں کو ایذا رسانی ہوگی اور وہ اسے برا بھلا کہیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لغت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد) ہاں اگر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے حلقہ کے درمیان بیٹھ جانے پر مجبور ہو جائے، تو ایسی صورت میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔ (ترجمہ صفحہ ۱۲)

د۔ دو شخصوں کے درمیان انکی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے: اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لئے صلاں نہیں، کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان

بیٹھ کر تفریق کا سبب بنے۔ مگر یہ کہ وہ خود بیٹھنے کی اجازت دیدیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان انکی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

۸۔ آنیوالے کو چاہئے کہ جہاں مجلس ختم ہو وہیں بیٹھ جائے: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے جہاں جگہ ہوتی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آنے والا عام آدمی ہو۔ لیکن اگر آنے والا عالم یا ذی وجاہت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ حاضرین یا گھر والے اس کو اس کے مناسب جگہ بٹھائیں۔

۹۔ مجلس میں اگر تین افراد ہوں تو دو آدمیوں کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنا چاہئے:۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو (اور وہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو۔) (بخاری و مسلم)

نہ۔ مجلس کے کفارہ کی دعا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ فرماتے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَرَبِّكَ مُحَمَّدٌ كَلَّمَكَ اللَّهُمَّ وَأَنَا عَبْدُكَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَأَنَا عَبْدُكَ
أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ اے اللہ آپ پاک ہیں اور میں آپ کی
حد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ
آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں آپ سے
معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے
توبہ کرتا ہوں۔ (حاکم)

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج کل آپ

ایک ایسی دعا پڑھتے ہیں جو اس سے قبل نہیں پڑھتے تھے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا ان غلطیوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں صادر ہو جاتی ہیں۔

مجلس کے جو آداب شرعیہ ہم نے بیان کئے ہیں ان پر مرتبان کرام کو خود عمل کرنا چاہئے اور بچوں کو بھی یہ آداب سکھانا چاہئے تاکہ وہ بھی معاشرتی زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں ان کو اپنائیں۔

۵۔ بات چیت کے آداب۔

معاشرتی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرتبی حضرات بچپن ہی سے اپنے بچوں کو بات چیت کرنے کے آداب سکھائیں اور جواب دینے کے اصول ذہن نشین کرائیں لہذا بات چیت کے کچھ آداب حسب ذیل ہیں :-

- ۱۔ فصیح عربی میں گفتگو کرنا: اس لئے کہ عربی زبان قرآن پاک کی زبان ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ اور اسلام کے ذل جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زبان ہے۔ اس لئے اس فصیح و بلیغ زبان سے اعراض کر کے ایسی عامی زبان بولنا جس کا عربی زبان سے کوئی تعلق ہے نہ واسطہ اس زبان کی بڑی ناشکری اور ناقدری ہے۔ اور ویسے بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرنا انسان کے لئے زیور ہے۔ اور شیریں انداز گفتگو انسان کا جمال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ انسان کا جمال اسکی فصاحت و بلاغت ہے۔ (اسمدرک حاکم) یہی حکم دوسری زبانوں کا بھی ہے (ق) ب۔ بات آہستہ آہستہ اور واضح کرنا چاہئے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

مردی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی گفتگو کے الفاظ شملہ کرنا چاہے تو شمار کر لے۔ (بخاری و مسلم)

اور اسماعیلی اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی کہ دلوں تکسہ پہنچ جاتی تھی۔ اور ابو داؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی جسے ہر سننے والا سمجھ لیا کرتا تھا۔

ج۔ فصاحت و بلاغت میں زیادہ تکلف کی ممانعت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بلاغت (وفصاحت) اختیار کرنے والے شخص کو مغبوض رکھتے ہیں جو اپنی زبان اس طرح گھمائے اور ہلائے جس طرح گائے اداہر اداہر (منہ میں) اپنی زبان چلاتی ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ بات سمجھی جاسکے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انھیں سلام کرتے۔ (بخاری، مسلم)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی فصیح اور واضح گفتگو فرماتے جس میں تطویل ہوتی نہ اختصار۔ اور بہت زیادہ بات چیت نہ فرماتے۔ اور منہ پھاڑ کر تکلف سے بات کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

د۔ لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے لوگوں سے ان کی عقل و سمجھ کے

مطابق گفتگو کریں۔ (مسند ربیع)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفہ روایت ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کرو جنہیں وہ سمجھتے اور جانتے ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔ (بخاری)

۴۔ ایسی گفتگو کرنا جو نہ بہت مختصر ہو اور نہ طویل: یعنی بات نہ اتنی مختصر ہو کہ مقصود کے سمجھنے میں مغل ہو جائے اور نہ اتنی طویل ہو کہ تھکا دے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نماز پڑھتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانی درجہ کا ہوتا تھا۔ (مسلم) - (ترجمہ صفحہ ۴۵)

۵۔ بات کو ہمد تن گوش ہو کر سننا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ سے کوئی بات کرتے تھے تو وہ حضرات پوری توجہ سے سنتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شخص کے سوال کی طرف پوری توجہ دیتے تھے اور ان سے نہایت نرمی اور ملاحظت کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں چپکے سے کوئی بات کرنا چاہتا ہو اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنے سر کو اس سے قبل ہٹالیں جس تک کہ خود وہ اپنے سر کو نہ ہٹالے۔ اور میں نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اس وقت تک چھوڑا ہو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے نہ چھڑالے۔ (ابوداؤد)

ف۔ سبحان اللہ! یہ تھے اخلاق نبوی جن کے اتباع کی پوری امت مکلف ہے۔

اسی بنا پر تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ (ق)

ن۔ بات کرنے میں تمام حاضرین کی طرف توجہ دینا: گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا اپنی نظر و توجہ تمام حاضرین کی طرف رکھے تاکہ ان میں سے ہر فرد یہ محسوس کرے کہ وہ اسی سے مخاطب ہے۔ یا اس سے خاص طور سے بات کر رہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور و طریقہ تھا، جس سے ہر صحابی اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص محبوب سمجھتا تھا۔

ح۔ گفتگو کے درمیان خوش کلامی کرنا: گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ درمیان گفتگو اور اس کے بعد کسی قدر مزاح کی باتیں بھی کرے تاکہ لوگ تنگ دل نہ ہوں اور آزرہ خاطر نہ ہو جائیں۔

۶۔ مذاق کے آداب :-

اسلام اپنے شاندار بنیادی اصولوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے مانوس ہوں اور دوسروں کو اپنے سے مانوس بنائیں۔ خوش اخلاق، خوش طبع، خندہ پیشانی والے، اچھے اوصاف کے مالک ہوں اور بہترین برتاؤ کرنے والے ہوں۔ تاکہ جب لوگ ان سے ملیں تو ان کی طرف راغب ہوں۔ مگر ہاں مذاق و دل لگی میں بھی کچھ قواعد و آداب ہیں جن کی رعایت لازم و ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں :-

۱۔ مذاق میں اعتدال ہونا چاہئے: زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہوتا ہے اور عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چھوٹا بڑے پر جبری ہو جاتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے اور جو مذاق کرتا ہے اسکی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔

ب۔ مذاق میں کسی کو تکلیف نہ دینا چاہئے؛ مذاق، گھر بار، رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ^{۹۱} لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مذاق ایسا ہو جس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی مخلوق کی توہین و تذلیل ہوتی ہو۔ اور نہ کسی کے غمگین کرنے کا ذریعہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو ایسے مذاق سے منع فرماتے تھے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”تم میں سے کوئی شخص کسی کا سامان نہ مذاق میں لے نہ حقیقت میں۔ اور جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کا عصا بھی لے لے تو اسے چاہئے کہ واپس لوٹ لے۔ (ابوداؤد، ترمذی) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک صاحب کی جوتی اٹھالی اور مذاقاً چھپا دیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں لائی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کسی مسلمان کو نہ ڈراؤ اس لئے کہ مسلمان کو گھبرا دینا بہت بڑا ظلم ہے۔

اب آپ ہی بتلایئے! ایسی صورت میں اس شخص کا کیا حال ہو گا جو مذاق میں کسی کی عزت اچھالتا ہو۔ اور مذاق میں غیبت کرتا ہو۔ اور مذاق میں کسی کی تذلیل کرتا ہو۔ اور مذاق ہی میں دین کی حرمت کو پامال کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص گنہگار ہو گا۔ خواہ اسے پتہ ہو یا نہ ہو۔ وہ حرام و ناجائز فعل میں گرفتار ہے۔

ف۔ اس زمانہ میں چونکہ عموماً مذاق میں حد سے تجاوز ہو جاتا ہے، اس لئے اس سے

احترام لازم ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ (ق)۔ (ترجمہ ص ۵۳)

ج۔ مذاق میں جھوٹ اور غلط بات سے بچنا؛ بہت سے لوگ مجلسیں قائم کرتے ہیں اور من گھڑت واقعات اور کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت سرزنش کی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسوانے کے لئے کوئی بات کہے اور اس میں جھوٹ بولے۔ اس کے لئے ہلاکت ہو۔ اس کیلئے ہلاکت ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے وہ بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو، اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد، احمد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ مذاق میں اور جھگڑے میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اگرچہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو۔ (احمد، طبرانی)

ہمارے شہروں میں اپریل فول کی ایک عادت پھیل گئی ہے جو نہایت گندمی اور ناپسندیدہ ہے۔ جسے ہم نے اہل مغرب سے لیا ہے۔ جس کا ہمارے بلند اسلامی اخلاق اور شاندار عادات سے کوئی تعلق نہیں۔ اور بلاشبہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو قطعاً حرام ہے۔ اور کھلا ہو اکذب اور گندہ مذاق ہے۔ اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ ف، مگر افسوس کہ میں اچھے اچھے لوگ مبتلا ہیں۔ العیاذ باللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق مزاح کے چند نمونے:-

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص تھے

جن کا نام زاہر تھا۔ وہ دیہات کا تختہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ واپس اپنے علاقہ جانا چاہتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو تختے تحائف دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارے دیہاتی دوست ہیں اور ہم ان کے شہری دوست ہیں۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لئے جانور مانگنے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کر دیں گے۔ وہ واقعہ پہنچے سمجھ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنتی ہے۔ (ترمذی، احمد)

۳۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے شوہر آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کون، وہی جن کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ انھوں نے کہا کہ انکی آنکھوں میں سفیدی تو نہیں ہے! آپ نے ارشاد فرمایا، کیوں نہیں، انکی آنکھوں میں تو سفیدی ہے! انھوں نے کہا کہ بخدا ایسا نہیں ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی آنکھوں میں سفیدی نہ ہو، سب کی آنکھوں میں سفیدی ضرور ہوتی ہے۔

اس لئے مرتبوں کو چاہئے کہ مزاج کے آداب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں۔ اور یہ آداب بچوں کو سکھائیں تاکہ لوگوں کے ساتھ

۴۔ بدیر دینے لینے کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پاکیزہ سنت اور عادت تھی جو ہر امتی کے لئے قابل اقتدار ہے۔ خواہ مانی ہو یا عالم۔ مرید ہو یا شیخ۔ و با اللہ التوفیق۔ (رق)

میل جول میں ان آداب کے عادی ہوں اور معاشرہ میں اسلامی طریقہ کے مطابق برتاؤ کریں۔ (ترجمہ ص ۱۵۶)

۷۔ مبارکباد دینے کے آداب :-

بچے کی تربیت اور معاشرتی اصلاح کے سلسلہ میں یہ بھی لازم ہے کہ اسکو مبارکباد دینے کے آداب کا عادی بنایا جائے۔ اس لئے کہ مسلمان کو مبارکباد پیش کرنا اور اس کو خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی ہے۔ اور فرانس کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل ہے۔ بلکہ مغفرت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچانے کا راستہ ہے۔

۱۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو خوش کرنے کیلئے اس طریقہ سے ملتا ہے جو اسے پسند ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کر دیں گے۔ (معجم صغیر لامام طبرانی)

۲۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، اسباب مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ تم مسلمان بھائی کو خوش کر دو۔ (معجم کبیر)

۳۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرانس کے بعد محبوب ترین عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ (معجم کبیر اوسط)

۴۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان گھرانے کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتے۔ (طبرانی)

مبارکباد کے کلمات :-

۱۔ بچے کی پیدائش پر مبارکباد: جس شخص کے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو اس کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے یہ کہے :-

بُورِكَ لَكَ بِالْمَوْهُوبِ اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچہ کو مبارک کرے
وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہو
وَمُرِزْتَهُ بِرِزْقٍ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ اور یہ بچہ آپ کا فرمانبردار اور نیک ہو۔ اور جوانی کو پہنچے۔

اور جس کو مبارکباد پیش کی جا رہی ہے وہ اس کا جواب یوں دے۔

بَارَكَ اللَّهُ لَكَ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مبارک کرے اور اپنی
وَعَلَيْكَ وَرَزَقَكَ اللَّهُ برکتوں سے آپ کو نوازے اور آپ کو بھی اس
مِثْلَهُ جیسی نعمت عطا فرمائے۔

مندرجہ بالا عبارتیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما و حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔

۲۔ سفر سے واپس آنے والے کو مبارکباد: ایسے شخص کو ان الفاظ سے مبارکباد پیش کرنا چاہئے :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَلَّمَكَ وَجَمَعَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے آپ کو
السَّمَلَ بِكَ وَآكَرَمَكَ محفوظ رکھا اور کامیاب فرمایا اور آپ کا اکرام کیا۔

یہ کلمات بعض سلف صالحین سے مروی ہیں۔

۳۔ جہاد سے واپس آنے والے کو مبارکباد: اس سے یہ کہنا مستحب ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَصَرَكَ
وَاَهْزَاكَ وَاَكْرَمَكَ
تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہاری
مدد کی اور عزت دی اور اکرام فرمایا۔

۴۔ حج سے واپس آنے والے کو مبارکباد : حاجی کو مبارکباد دینے کے لئے یہ
کلمات کہنا بہتر ہے۔

قَبْلَ اللّٰهِ حَجَّكَ وَغَفَرَ
ذَنْبَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ -
اللہ تعالیٰ تمہارے حج کو قبول فرمائے اور
گناہ معاف فرمائے اور آپ کے خسران کا
نعم البدل عطا فرمائے۔

۵۔ نکاح و شادی پر مبارکباد : حضور صلی اللہ علیہ وسلم شادی پر کسی کو ان
کلمات سے مبارکباد پیش فرماتے تھے۔

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ
وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ -
اللہ تعالیٰ تم میں برکت دے اور تم پر برکتیں
نازل فرمائے اور تم دونوں کو بخیر و عافیت
یکجا رکھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۶۔ عید پر مبارکباد : عید کی نماز کے بعد ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان
سے یہ کہنا چاہئے۔

تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ -
اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائے
۷۔ احسان کرنے والے کا شکریہ : اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ احسان کرے
تو مستحب ہے کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے وہ یوں کہے :-

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ
وَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا -
اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت
دے اور تمہیں بڑے خیر دے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۸۔ عیادت کے آداب :-

وہ اہم ترین معاشرتی آداب جن کی طرف مرتبوں کو بہت توجہ دینی چاہئے، اور اپنے بچوں کو ان کا عادی بنانا چاہئے ان میں سے بیمار کی عیادت کے آداب بھی ہیں۔ تاکہ بچے میں شرعی ہی سے دوسروں کے درد و غم میں شریک ہونے کی عادت جاگزیں ہو جائے۔ اس لئے اسلام نے بیمار کی عیادت کا حکم دیا ہے۔ بلکہ اس کی عیادت کو مسلمان کا مسلمان پر حق قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

حق المسلم على المسلم خمس ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ
رد السلام - وعيادة المريض حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت
واتباع الجنائز واجابة کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت کا قبول
الدعوى وافشاء السلام - (بخاری، مسلم) کرنا، اور سلام کو پھیلانا۔

عیادت کے آداب درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ بیمار پر کسی میں جلدی کرنا، - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-
اِذَا مَرِضَ جب وہ (مسلمان) بیمار ہو جائے تو اس کی
فَعُدُّهُ - عیادت کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیادت مریض کی ابتداء ہی سے ہونی چاہئے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت مریض کے عین دن گزرنے کے بعد ہونا چاہئے۔ تو ان احادیث میں تطبیق اس طرح یہ ہوائے گی کہ اگر مریض خطرناک ہو تو فوراً عیادت کرنا چاہئے۔ اور اگر عام بیماری ہو تو تین دن کے بعد کرنا چاہئے۔

ب۔ عیادت کی صورت میں کم بیٹھنا چاہئے؛ کوئی شخص عیادت کے لئے جائے اور اس کے دیر تک بیٹھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو زیادہ دیر نہ بیٹھے۔ اور اگر مریض کو اس سے تسلی ہو اور اس کی باتوں سے مریض کا دل بہلتا ہو تو زیادہ دیر تک بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

ج۔ مریض کے پاس جا کر اس کیلئے دعا کرنا؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل و عیال کی عیادت کرتے تو اپنا داہنا ہاتھ پھرتے ہوئے یہ فرماتے:-

اللہم قرب الناس اذہب الباس۔ اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما (بخاری، مسلم)

اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! بیماری کو دور کر دیجئے اور شفا دیدیجئے، آپ ہی شفا بخشنے والے ہیں۔ حقیقی شفا آپ ہی کی شفا ہے۔ ایسی شفا عطا فرمائیے جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔

د۔ مریض کو دعا یا د دلانا؛ حضرت ابو عبد اللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بدن میں درد کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھو جہاں درد ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور پھر سات مرتبہ یہ پڑھو:-

اعوذ بعزة الله وقدرته میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے من شئت ما اجدد ویلے سے پناہ مانگتا ہوں اس درد و تکلیف کا احاذر۔ (مسلم)

کے شر سے جس میں میں مبتلا ہوں اور جس کا مجھے خوف ہے۔

۴۔ بیمار کے اہل و عیال سے اس کا حال پوچھنا: بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض و وفات میں آپ کے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے ابوالحسن! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کیسی گزری؟ انھوں نے فرمایا:-

أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا الحمد لله رب العالمین

(تربیۃ الاولاد ج ۱ ص ۶۵)

۵۔ بیمار کے سر ہانے بیٹھنا مستحب ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس کے سر ہانے بیٹھ کر سات مرتبہ یہ پڑھتے:-

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ میں اس عظیم اللہ سے جو عرش عظیم کا پروردگار
الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا دے۔

۶۔ شفا کی دعا دے کر مریض کو خوش کرنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ تو اسے لمبی عمر پانے کی دعا دو۔ اس لئے کہ اس سے تقدیر تر نہیں بدلتی۔ مگر مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہنا چاہئے لَا بَأْسَ طَهُرًا رَاتٍ بِرِيشَانِي كِي كُوْنِي بَاتٍ نَبِيْ اللّٰهِ جَالِمٌ تُو شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی یہ گناہوں سے طہارت کا ذریعہ ہے۔

۷۔ بیمار سے خود اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اس لئے کہ اس کا تمہارے لئے دعا کرنا ایسا ہے جیسا کہ فرشتوں کا دعا کرنا۔

۸۔ مریض اگر عورت ہو تو یَشْفِيْكَ کے کاف کو زیر پڑھے۔

ف۔ اس سنت سے عام طور پر غفلت ہے لہذا اس پر عمل کرنا چاہئے۔ نیز اس حدیث سے مریض کی دعا کی بھی کتنی فضیلت ثابت ہوئی، اس لئے اس سے ضرور دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ (ق)

ط۔ مریض جانکنی کی حالت میں ہو تو اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَقِّنُوا مَوْتًا كَرَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اپنے قریب الموت لوگوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرو۔

اور ابو داؤد میں ہے۔

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلِمَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
جس شخص کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہوگا
دخَلَ الْجَنَّةَ۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ف۔ اس سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ (ق)

۹۔ تعزیت کے آداب :-

وہ معاشرتی آداب جن کامرتیوں کو بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اہتمام کرنا چاہئے۔ ان میں سے تعزیت بھی ہے۔ اگر کسی کے عزیز کا انتقال ہو جائے یا کوئی عزیز ترین چیز گم ہو جائے تو اس پر تعزیت کرنی چاہئے۔

تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کلمات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ میت کے پسماندگان کو اس طرح سے تسلی دے جس سے ان کا غم ہلکا ہو اور مصیبت کا تحمل آسان ہو جائے۔ لہذا تعزیت کرنا مستحب ہے خواہ وہ جوئی ہی کیوں نہ ہو۔ (ترجمہ)

لہ۔ یعنی وہ کافر جو دارالاسلام میں رہتا ہو۔ (ق)

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں جو مصیبت کے موقع پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اعزاز و اکرام کی پوشاک پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اس کو بھی اس کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

اور مناسب ہے کہ گھر کے تمام افراد اور رشتہ داروں، چھوٹوں بڑوں، عورتوں مردوں سب سے کی جائے۔ یہ تعزیت خواہ دفن سے پہلے ہو یا بعد میں، مگر تین دن کے اندر اندر ہو۔ البتہ اگر تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہ موجود نہ ہو تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تعزیت کے اہم آداب درج ذیل ہیں: ۱۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے مسنون کلمات سے تعزیت کی جائے: امام نووی رحمہ اللہ لکھا ہے کہ تعزیت جن کلمات سے بھی کیے جائز ہے۔ البتہ ہمارے اصحاب نے یہ مستحب جانا ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کی تعزیت کرتے ہوئے ان الفاظ کو ادا کرے: ۱۔

اعظمَ اللہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَائِکَ اللہ تمہارا اجر بڑھائے اور صبر جمیل کی توفیق دے۔
وَعَفَرَ لِمَیِّتِکَ۔ بخشنے اور تمہارے میت کی مغفرت کرے۔

ب۔ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا انتظام کرنا: شریعت اسلامی نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔ اس لئے کہ اس حادثہ کی وجہ سے ان کے دل شکستہ ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا بنا لو۔ کیونکہ ان پر ایسی مصیبت آن پڑی ہے جو ان کو اس سے غافل کر دے گی۔

اور ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے گھر والوں کا ان لوگوں کیلئے

کھانا پکوانا کر وہ ہے جو تعزیت کے لئے آئے ہیں۔ ہاں فقہاء نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جو تعزیت کے لئے دور دراز سے آئے ہیں اور میت والوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو کہ وہ نیافت کریں۔

ج۔ تعزیت میں غم و اندوہ کا اظہار کرنا؛ اہل میت کے سامنے رنج و غم کا اظہار کرے۔ اور ایسی حدیثیں بیان کرے جو مصائب سے متعلق ہوں۔ لیکن مسکراتا، یا ہنسنا، یا فضول باتیں کرنا یا مصیبت زدہ کے سامنے ہنسلنے کی باتیں کرنا بے ادبی ہے اس لئے کہ میت پر رحم اور غم کا اظہار اور اس کے مناقب کا بیان کرنا ہی بہترین طریقہ ہے۔ چنانچہ سلف صالحین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

د۔ کسی منکر کو دیکھے تو عہدگی سے نصیحت کرے؛ جب کسی کے گھر تعزیت کے لئے جائے اور وہاں خلاف شرع امر کو دیکھے تو اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ خیر خواہی کے انداز میں جرأت مندی سے حق بات کہہ دے۔ اور حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی مطلقاً پروا نہ کرے۔

جیسا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فرماں برداری و اطاعت اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۔ پھینک اور جمائی کے آداب

۱۔ پھینکنے والے کو الحمد للہ اور سننے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے؛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو پھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے۔ تو اسے چاہئے کہ کہے یَهْدِیْکُمُ اللّٰہ

يُصَلُّوْا لَكُمْۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست کرے۔ (بخاری)
 اور ایک روایت میں ہے کہ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ کہے یعنی اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری
 مغفرت فرمائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ب۔ اگر پھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے؛ اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ
 اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم
 میں سے کسی کو پھینک آئے اور وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ سے جواب دو
 اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو پھینک کا جواب نہ دو۔

ج۔ پھینک کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا اور آواز کو پست کرنا چاہئے؛ حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پھینک آتی تھی تو آپ
 اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اس کے ذریعہ آواز کو پست کر لیا کرتے تھے
 (ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھینک جمائی لینے
 میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (ابن السنی)

د۔ تین مرتبہ پھینک آنے تک جواب دینا؛ اگر کسی شخص کو مسلسل پھینک آئے
 تو ایسی صحت میں سنت یہ ہے کہ سننے والا اسے تین مرتبہ تک جواب دے۔ اس لئے
 کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک آئی، میں وہیں موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ان کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں یرحمک اللہ فرمایا۔ انھیں دوبارہ پھینک آئی
 یا تیسری مرتبہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یرحمک اللہ۔ ان کو زکام
 ہو گیا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

بہت سے علماء نے یہ مستحب بتلایا ہے کہ تین مرتبہ چھینک آنے کے بعد اس کے لئے صحت و سلامتی کی دعا کریں اور اس کو یہ تحکات اللہ نہ کہا جائے۔ (ترجمہ مشک)
 ۴۔ غیر مسلم کی چھینک کا جواب یہ ہُدِ یُکُمُ اللہ سے دینا چاہئے : اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصداً چھینکا کرتے تھے تاکہ ان کے جواب میں آپ یَرْحَمُکُمُ اللہ کہہ دیں مگر آپ ان کے جواب میں یُہِدِ یُکُمُ اللہ وَیُصْلِحْ بَالِکُمْ فرمایا کرتے تھے۔
 ۵۔ اجنبی عورت کی چھینک کا جواب نہ دیا جائے : اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اجنبی عورت کو چھینک کے تو اس کی چھینک کا جواب دینا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بوڑھی عورت ہو تو مضائقہ نہیں۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک عابد بیٹھا تھا۔ امام احمدؒ کی اہلیہ کو چھینک آئی تو اس عابد نے یَرْحَمُکَ اللہ کہا تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاہل عابد ہے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ اس عابد کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اجنبی عورت کی چھینک کا جواب دینا مکروہ ہے۔

جمائی کے آداب :-

۱۔ جہاں تک ہو سکے جمائی کو دبایا جائے : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور الحمد للہ کے توجہ شخص بھی اسے سنے اس پر لازم ہے کہ اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہے۔ لیکن جمائی شیطان کے اثر سے آتی ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے روکے۔ اس لئے کہ جب

تم میں سے کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

ب۔ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہئے اس لئے کہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے چاہے نماز کی حالت میں آئے یا اس کے باہر۔

ج۔ جمائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اسے ہا، ہا، ہا نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ شیطانی اثر سے ہوتا ہے جس کو سن کر وہ ہنستا ہے۔

ف۔ سلف صالحین سے مروی ہے کہ جس شخص کو جمائی آرہی ہو وہ یہ تصور کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے جہاں تو جمائی رکھ لیگی۔ (ق) پھینک و جمائی کے سلسلہ میں جو قواعد و آداب اسلام نے مقرر کئے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ لہذا مرتبوں کو چاہئے کہ ان کو اپنے خاندان، اولاد، گھر والوں میں جاری کریں تاکہ وہ سب بھی اپنی معاشرتی، اجتماعی زندگی میں اسلامی آداب سے آراستہ ہو جائیں۔

(ترجمہ صفحہ ۴۷۷)

رابعاً

نگرانی اور معاشرتی تنقید

بچے کی کردار سازی کے سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو شروع ہی سے اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ معاشرہ پر نظر رکھے۔ اور موقع بوقت ضرورت کے مطابق تنقید و اصلاح کرتا رہے۔ اور ساتھیوں کی اصلاح کے لئے کوشاں رہے۔ اور جس شخص میں انحراف محسوس ہو اس کے ساتھ خیر خواہی و نصیحت کرتا رہے۔ اس سلسلہ میں اہم امور یہ ہیں۔

۱۔ رائے عامہ کی حفاظت ایک معاشرتی ذمہ داری ہے۔

اسلام نے رائے عامہ کی حفاظت کو فرض قرار دیا ہے، جو اہل المعروف اور نہی عن المنکر کی شکل میں تمام امت کو شامل ہے۔ چاہے ان میں انواع و اقسام کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ اور اس سلسلہ میں ان میں نہ کوئی امتیاز ہے نہ تفریق۔ یہ فریضہ اسلام نے حکام و علماء، عوام و خواص، مرد و عورت، جوان و بوڑھے، چھوٹے اور بڑے، ملازمین اور افسران سب پر برابر کا عائد کیا ہے۔ جس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس کی بنیادی دلیل و اساس اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ

(اے امت محمدیہ) تم لوگ ابھی جاغت ہو کہ وہ
(جماعت عام لوگوں کے نفع) ہدایت پہنچانے کیلئے
ظاہر کی گئی ہے (اسکی صورت یہ ہے کہ) تم لوگ
نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بدی باتوں سے روکتے

یہ اور خود بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

اور مسلمانوں کے اجتماعی و معاشرتی فریضہ کے سلسلہ میں یہ ارشاد باری ہے:-
 وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
 بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ
 بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
 الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
 عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبة ۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے
 (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں
 اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی
 رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے
 رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ
 رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے
 حکمت والا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ سے جب بیعت لیتے تھے تو ان سے
 تنگی و فراخی، خوشی و غمی دونوں حالتوں میں اطاعت کی بیعت لیتے تھے اور ساتھ ہی
 یہ بھی وعدہ لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے۔ اور حق بات کہنے
 اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے میں کسی ملامت کرنے والے کے ملامت کی
 قطعاً پروا نہ کریں گے۔

اہل المعروف اور نہی عن المنکر امت اسلامیہ کے تمام افراد پر واجب ہے اور
 یہ ہر مسلم فرد پر ایک اجتماعی و معاشرتی فریضہ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے انھیں اس سے روکا۔ لیکن
 وہ لوگ باز نہ آئے۔ تاہم ان کے علماء ان کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے رہے اور
 کھانے پینے میں ان کے ساتھ شامل رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل یکساں کر دیے
 اور ان پر حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت بھیجی۔ جس کی اصل

و جان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنا تھا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرو۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے اور پھر تم دعا مانگو تو اسے وہ قبول نہ کرے۔ (ترمذی)

اس لئے مریوں کو چاہئے کہ نئی نسل کے اندر قول و فعل میں جرأت و شجاعت پیدا کریں تاکہ بچہ شروع ہی سے دوسروں کے حقوق کی حفاظت اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں پرورش پائے۔ (ترجمہ ص ۴۱)

۲۔ اس سلسلہ میں ضروری اصول :-

۱۔ داعی کا قول اس کے فعل کے مطابق ہو: اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ تَقَوُّوْا
مَالَ تَفْعَلُوْنَ ۖ كَبِرَ مَقْتَالُكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ
أَنْ تَقُولُوا مَالًا تَفْعَلُوْنَ ۚ

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

(الصف ۲-۳)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالسَّبْرِ
وَتَسُوْنُ أَنْفُسَكُمْ وَاتَّمِمْ شُورَ
الْكِتَابِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۚ

کیا غصب ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ تم کتاب (یعنی تورات) کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔ تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

(البقرہ ۴۴)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک شخص کو

لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائیگا۔ تو لوگ اس سے کہیں گے اے فلانے تمہیں کیا ہو گیا؟ کیا تم ابھی باتوں کا حکم نہیں دیا کرتے تھے، اور بری باتوں سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں! میں دوسروں کو ابھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اور دوسروں کو برائیوں سے روکتا تھا، لیکن خود برائیاں کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی (یعنی معراج ہوئی) میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے منہ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کی امت کے خلیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی الدنیا، بیہقی)

سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے نفوس اور اپنی اولاد کو عمل صالح اور تقویٰ اللہ کی تربیت دینے سے پہلے دوسروں کو دعوت الی اللہ اور خیر کی تعلیم دینے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب دوسروں کو کوئی حکم دینا ہوتا تو پہلے اپنے گھر والوں کو سختی سے اس کا حکم دیتے۔

اس لئے دعاۃ اور واعظین کو اپنے اندر یہ شاندار عادت پیدا کرنا چاہئے تاکہ لوگ ان کی بات قبول کریں اور ان کے وعظ و نصیحت پر لبیک کہیں۔ (ترجمہ ص ۴۴)

ب۔ جس برائی سے روک رہا ہے وہ متفق علیہ برائی ہو، جس برائی سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو روک رہا ہے وہ ایسی ہو جس کے برا ہونے پر فقہاء و ائمہ مجتہدین متفق ہوں۔ لیکن اگر کوئی ایسا امر ہو جس میں قابل اعتماد مجتہدین کا اختلاف ہو تو وہ شریعت کی نظر میں منکر شمار نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیں!

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے تقلید کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا ہے جو قابل دید ہے۔ اور اس ضمن میں ایک مثل درج کیا ہے ”مَنْ قَلَّدَ عَالِمًا لَقِيَ اللَّهَ سَالِمًا“ یعنی جو شخص کسی عالم کی تقلید کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے صحیح و سالم رہ کر ملاقات کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ لوگ جو دوسروں پر اس لئے نیکر کرتے ہیں کہ وہ مقلد ہیں، اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خود اس زمانہ کے مجتہدین میں سے ہیں، تو یہ اپنے سخت رویہ سے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر نیوالے ہیں اور جماعت مسلمین کی عزت و فتح و کامرانی کے راستہ میں روڑے اٹکانے والے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ یوں نصیحت فرما رہے ہیں کہ ہم سب کو چاہئے کہ ان احکام و مسائل پر جن پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے ہم سب متفق ہو کر عمل کریں اور جن مسائل میں باہم اختلاف ہے ان میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں اور تکذیب و تشنیع نہ کریں۔

ف: سبحان اللہ! کیا خوب نصیحت ہے جو سب کے لئے لائی ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہت سے نزاعات کا باسانی سد باب ہو جائے۔ بلکہ اتحاد و اتفاق کی خوشگوار فضا قائم ہو جائے۔

اسی طرح دریں زمانہ ہر وہ جماعت جو دین کے کسی شعبہ کی طریق سنت کے مطابق خدمت انجام دے رہی ہے اس کی نصرت و تائید کرنی چاہئے اور اس کو معذور ہی نہیں بلکہ ماجور (مستحق اجر) سمجھنا چاہئے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ - (ق)

ج۔ برائی پر نکیر کرنے میں تدریج کا لحاظ کرنا چاہئے : پہلے مرحلہ میں بغیر تجسس کے منکر پر مطلع ہونے کی کوشش کرے۔ پھر اس برائی سے اس کے مرتکب کو مطلع کرے پھر وعظ و نصیحت کے ذریعہ اس کو منکر سے باز رکھنے کی سعی کرے۔ اگر اس کا اثر نہ ہو تو سختی سے سرزنش کرے۔ اور اگر اس کا بھی اثر نہ ہو تو ڈرانا دھمکانا چاہئے کہ اس کے ساتھ ایسا ایسا کیا جائے گا۔ اگر اس کا بھی اثر نہ ہو تو قوت بازو سے اس برائی کو ختم کرنا چاہئے مگر اس کام کے لئے پوری قوم و جماعت (بلکہ حکومت) کو تیار ہونا ضروری ہے تاکہ فتنہ و فساد نہ پھیلے۔

د۔ مصلح کو نرم مزاج و خوش اخلاق ہونا چاہئے : اس لئے کہ نرم مزاجی و خوش اخلاقی ایسی صفات ہیں جو دعوت و تبلیغ کے کام میں لگنے والوں کے لئے لازم و ضروری ہیں۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچھی بات کا حکم کرے تو اسے چاہئے کہ عمدگی سے کرے۔ (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رفیق ہیں اور رفیق (نرمی) کو پسند فرماتے ہیں۔

اور نرمی پر وہ عطا فرماتے ہیں جو اس کے سوا کسی چیز پر عطا نہیں فرماتے (مسلم) چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف بڑھے کہ اس کو سرزنش کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اسے چھوڑ دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، اس لئے کہ تم لوگوں کو نرمی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ سختی پیدا کرنے کیلئے۔

ایک واقعہ ابو جعفر منصور کے پاس گئے اور ان سے بہت سخت باتیں کیں۔ تو ابو جعفر نے کہا، جناب والا۔ ذرا نرمی کیجئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہتر

شخصیت یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بھائی کے ساتھ مجھ سے بدتر انسان یعنی فرعون کے پاس بھیجا تو حکم دیا کہ:-

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ
يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ۔ (طہ)

پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ
نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔

۴۔ تکلیف و ابتلا پر صبر کرے؛ اس لئے کہ یہ یقینی بات ہے کہ جو شخص معاشرہ پر تنقید کرے گا اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے گا وہ مختلف قسم کی تکالیف اور آزمائشوں کا نشانہ بنے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہر زمانہ میں تمام انبیاء و صحابہؓ اور راجیوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا
الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَدُ
الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ
مَسْهُورًا لِّبَاسٍ بَاسٍ وَالضَّرَاءُ
وَنَزُلُوكُمْ أُحْتَىٰ يَقُولُ الرَّسُولُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ
أَلَا لَآتٍ نَصْرُ اللَّهِ
قَرِيبٌ

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت)
جا داخل ہو گے، حالانکہ تم کو ہنوز ان (مسلمان)
لوگوں کا سا عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے
پہلے ہو گئے ہیں۔ ان پر ایسی ایسی تنگی اور
سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک خنثی
ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور ان کے ہمراہ
جو اہل ایمان تھے (بیتقرار ہو کر) بول اٹھے کہ
اللہ کی مدد کب ہوگی (جس پر انکو اس جواب کے
تسلی کی گئی) کہ یاد رکھو، بیشک اللہ کی امداد

(البقرہ ۲۱۴) (بہت) نزدیک ہونے والی ہے۔

اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وعظ کرتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ:
يُسْنَىٰ أَقْبِرَ الصَّلَاةَ وَأَمْرُ

اے بیٹے، نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی

بِالْمَعْرُوفِ وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ نصیحت کیا کرو اور برے کاموں سے منع
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ مَا إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (تھمان) صبر کیا کرو۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔
 لہذا جو لوگ اسلام کا پیغام پہنچانے کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اور روئے
 زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنا چاہتے ہیں تو مناسب ہے کہ اپنے آپ کو صبر و ثبات کا
 عادی بنائیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پیش آنے والی تکالیف کو برداشت کریں۔
 (ترجمہ ص ۴۸۹)

۳۔ سلف صالحین کے کارناموں سے عبرت حاصل کرنا: وہ عوامل و محرکات
 جو مسلمانوں میں جرأت و شجاعت کو راسخ کرنے والے ہیں، ان میں سے ایک ان تاریخی
 یادگاروں اور کارناموں کو پیش کرنا ہے جو ہمارے اکابر اور سلف صالحین نے برائی کے
 دور کرنے میں اختیار کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان کارناموں کو صحیح طور سے
 پیش کیا جائے تو یقیناً نئی نسل کے نفوس اور ان کے عزائم پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔
 اور یہ کارنامے ان کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ ان مفسدین و ملحدین کے مقابلہ
 پر ڈٹ جائیں جو اسلام کی عزت و حرمت کا خیال نہیں رکھتے اور جن کی نظر میں اخلاقِ عالیہ
 کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اس کے بعد مؤلف نے سلف صالحین کے کارناموں کے بہت سے واقعات
 نقل فرمائے ہیں جو قابلِ مطالعہ ہیں۔ مگر ہم بغرض اختصار ان کو حذف کر رہے ہیں
 جس کو توفیق ہو اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔

ان واقعات کے نقل کرنے کے بعد مصنف یوں رقمطراز ہیں :-

سلف صالحین کے اس طرح کے کارناموں کی بے شمار مثالیں ہیں، جو

سب کی سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لوگوں نے اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا فریضہ اس لئے ادا کیا تا کہ معاشرہ اس بات سے محفوظ رہے کہ کوئی اس سے کھیل کرے یا اس میں انتشار پیدا کرے۔ اور اس لئے کہ امت میں باہمی ارتباط اور بندھن مضبوطی سے قائم رہے۔ کیونکہ معاشرہ میں فرد کی مثال عمارت کی اینٹوں میں ایک اینٹ جیسی ہے۔ اس لئے مبلغین کو چاہئے کہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں جن میں ان کا فائدہ ہو۔ اور مفاسد و نقصانات کو دور کریں، اور لوگوں کے ساتھ مل کر معاشرہ کی عمارت کو خالص اسلامی عقیدے اور بہترین اخلاقی اصولوں پر قائم کرنے میں ہاتھ بٹائیں اور کسی کی ملامت کی پروا کے بغیر حق بات کہیں۔

اسلام نے اپنی نہایت شاندار توجیہات و اصلاحات کے ذریعہ ہر مسلمان کو جہاں اپنا محافظ و نگراں بنایا ہے اسی طرح اس نے دوسروں کا بھی محافظ و نگراں مقرر کیا ہے۔ تاکہ معاشرہ کی تعمیر و اصلاح کے سلسلہ میں وہ اپنی عظیم ذمہ داری اور فرض منصبی کو پورا کر سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس سلسلہ میں یہ مختصر اور جامع سورت نازل فرمائی ہے

وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَسَفِيْهُ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ
وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تفسیح عمر کے) بڑے خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد حق پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔ (کہ یہ تکمیل ہے) پس جو لوگ

(العصر ۱-۳)

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۹۶ ترجمہ ج ۱ ص ۲۹۵) البتہ نفع میں ہیں۔ (بیان القرآن)

فصل سابع

جنسی تربیت کی ذمہ داری

جنسی تربیت سے مقصد یہ ہے کہ بچہ جب ان معاملات کو سمجھنے کے قابل ہو جائے جو جنس اور انسانی خواہشات سے تعلق رکھتے ہیں تو میرے خیال میں مرتبوں کو ان امور کی طرف توجہ دینی چاہئے، جو مندرجہ ذیل ہیں :-

- ۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب
- ۲۔ دیکھنے کے احکام
- ۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا
- ۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھانا
- ۵۔ شادی اور جنسی تعلقات
- ۶۔ جو لوگ شادی کی قدرت نہیں رکھتے انھیں پاکباز رہنا چاہئے
- ۷۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنا چاہئے ؟

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب :-

ان آداب کی تفصیل ”عمومی معاشرتی آداب“ کی سرخی ۳۲ کے تحت گزر چکی ہے۔ ان کا وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

۲۔ دیکھنے کے احکام

(الف) محارم کی طرف دیکھنے کے احکام : جن عورتوں سے نکاح کرنا انسان پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوا انہیں مرد کا محارم کہا جاتا ہے اور وہ مرد جن سے عورت کو ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوا انہیں عورتوں کا محارم کہا جاتا ہے۔ تو اس لحاظ سے محارم میں یہ لوگ داخل ہیں :-

نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں سات ہیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پاک میں فرمایا ہے :-

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ
وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ
وَأَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ (النساء ۲۳)
تم پر حرام کی گئیں تمہاری امیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری چچیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔

وہ عورتیں جو رشتہ زواج کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں، وہ چار ہیں :-
والد کی بیوی۔ بیٹے کی بیوی۔ بیوی کی والدہ۔ بیوی کی بیٹی۔ یہ سب قرآن پاک سے ثابت ہے۔

دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں :-

وَأَمَّا هُنَا أَلَّتْ رِثَىٰ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ اور دم پر حرام کی گئیں تمھاری دھائی میں خنوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمھاری دھہنیں جو دودھ شریک ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (مسلم) رضاعت کی وجہ سے بھی وہ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں۔ لہذا نسب کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خال، بھتیجی، بھانجی۔ اسی طرح یہ رشتے رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسے رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی وغیرہ۔

مرد کیلئے اپنی محرم عورتوں کا سینہ سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کا حصہ اس صورت میں دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ خود اور عورت دونوں شہوات نفسانیہ سے ماہون و مخوفا ہوں۔ اس کے علاوہ جسم کا اور حصہ مثلاً پیٹ، پیٹھ اور ران۔ تو ان اعضاء کی طرف محرم کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ ۲۲۹)

یہ خدائی ضابطے ہیں۔ سو تم ان سے باہر مت نکلا۔ اور جو شخص خدائی ضابطوں سے بالکل باہر نکل جائے، سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔

(ب) جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو، اسکی طرف دیکھنے کے احکام، شریعت اسلامیہ نے شادی کرنے والے کو اپنی ہونے والی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح

لڑکی کو بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے تاکہ دونوں
 شریک حیات ایک دوسرے کو خوشدلی سے پسند کر لیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

انظر الیہا فانہ احرى ان یؤم اس کو دیکھ لو۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے تمہارے
 بینکما۔ (مسلم) رشتہ ازدواج کو دوام ملے گا۔

یعنی دیکھ لینا باہم الفت و محبت کو دوام بخشتا ہے۔

لیکن اس دیکھنے کے بھی آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔ وہ حسب

ذیل ہیں ۱۔

۱۔ اگر لڑکے کا کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا پکا ارادہ ہو، تو اس کے چہرے اور
 ہاتھوں کو دیکھ سکتا ہے۔

۲۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس لڑکی کی صورت کو اپنے ذہن میں رکھنے کیلئے کئی
 بار نظر ڈال سکتا ہے۔

۳۔ لڑکی اور لڑکا دیکھنے اور شادی ملے ہونے والی مجلس میں ایک دوسرے سے
 بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔

۴۔ ہاں لڑکی سے مصافحہ کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ شادی
 سے قبل وہ لڑکی اجنبیہ ہوتی ہے اور اجنبیہ سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

۵۔ اسی طرح لڑکی کے کسی عزیز کے بغیر تنہائی میں دونوں کا اکٹھا ہونا بھی جائز
 نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آزاد
 نامہ لڑکیوں میں آجکل جو عام رواج ہے کہ لڑکا اور لڑکی بغیر کسی قید و بند کے ملتے جلتے

رہتے ہیں جس کا جواز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی عادات و اخلاق سے واقف ہو جائیں۔ تو یہ طریقہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ اگر شادی طے نہ ہوئی تو پھر اس کا ضرر لڑکی کو خاص طور سے یہ پہنچے گا کہ لڑکی بدنام ہو جائیگی۔ اور لوگ ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے سے گریز کرنے لگیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکی بغیر شادی ہی کے بیٹھی رہ جائیگی۔ (ترجمہ صفحہ ۵۵)

(ج) بیوی کی طرف دیکھنے کے احکام :-

مرد اپنی بیوی کے جسم کے ہر حصہ کو شہوت کی نظر سے بھی دیکھ سکتا ہے اور بغیر شہوت کے بھی۔ اگرچہ افضل یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نہ انھوں نے میری (شرمگاہ) دیکھی اور نہ میں نے (آپ کی شرمگاہ کی طرف) دیکھا۔

البتہ دونوں کے لئے ایک دوسرے کے جسم کے ہر حصہ کو دیکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو، سوائے اپنی بیوی اور باندی کے۔“ (ترجمہ صفحہ ۵۵ ج ۱)

(د) اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کے احکام :-

اجنبی مرد وہ ہے جس سے عورت کیلئے نکاح کرنا جائز ہو، جیسے کہ چچا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، اور بہن کا شوہر اور خالہ کا شوہر (مگر جبکہ بہن اور خالہ سے رشتہ زوجیت ختم ہو چکا ہو۔)

اجنبی عورت وہ ہے جس سے نکاح کرنا درست ہو جیسے حجازاد بہن، پھوپھی زاد بہن، ماموں زاد بہن وغیرہ۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔
اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے حرام ہونے کی اصل دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیل ہے:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَّهُمْ اِنْ اَللّٰهُ خَبِيْرٌ
بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ
يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
(النور ۳۰-۳۱)

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ سے روایت کرتے ہیں کہ مگھاو بد فیضان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو میرے ڈر سے اسے چھوڑ دے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کے دل میں ایسا ایمان پیدا کروں گا جس کی شیرینی وہ پانے دل میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی، حاکم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے اور پھر وہ اپنی نگاہ اس سے جھک لے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتے ہیں جس کی صلاوت اسے اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔ (احمد طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو اس کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ آنکھوں کا زنا (اجنبی عورتوں کا) دیکھنا ہے۔ اور کانوں کا زنا سننا ہے۔ اور زبان کا زنا بات کرنا ہے۔ اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ اور پاؤں کا زنا چلنا ہے۔ اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں کہ سامنے سے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آنے لگے (جو نابینا تھے) یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ہمیں پردہ کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کر لو۔ تو ہم دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ تو نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھ سکتی ہو؟

یہ تمام نصوص نہایت صراحت کے ساتھ یہ وضاحت کر رہی ہیں کہ کسی انسان کا اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ اور اسی طرح عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ بشرطیکہ وہ دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں، اور دیکھنے سے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہو۔

بشارت: بد نظری سے بچنے پر کتنی زبردست بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ ان کی آنکھیں دوزخ کی آگ کو نہ دیکھیں گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو کیداری کرتی ہو۔ اور ایک وہ آنکھ جو

اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتی ہو۔ ایک وہ آنکھ جو نامحرموں اور ممنوع جگہوں سے
رُک گئی ہو۔ (طبرانی)

(۵) مرد کے مرد کی طرف دیکھنے کے احکام :-

مرد کے لئے مرد کی ناف سے گھٹنے تک کا حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ قری
رشتہ دار ہو یا دور کا، خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مرد کو مرد کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھنا
چاہئے اور عورت کو عورت کی شرمگاہ کی طرف۔ (مسلم) نیز ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ران کھولے ہوئے دیکھا تو انھیں تنبیہ فرماتے
ہوئے ارشاد فرمایا کہ اپنی ران کو ڈھانک لو اس لئے کہ ران ستر میں داخل ہے۔ (حاکم)
ایک اور روایت میں ہے کہ ران ستر ہے۔ (ترمذی) لہذا ان نصوص سے معلوم ہوا کہ
کسی مرد کو کسی کے سامنے اپنی ناف سے گھٹنے تک کا کوئی حصہ کسی صورت میں کھولنا
جائز نہیں ہے۔

(۶) عورت کے عورت کی طرف دیکھنے کے احکام :-

اسی طرح کسی عورت کو کسی عورت کی ناف سے گھٹنے تک کے جسم کا دیکھنا
جائز نہیں ہے۔ (اس کی قباحت و حضرت کے متعلق مصنف نے کلام کیا ہے جو اسکو
معلوم کرنا چاہے اصل کتاب کا مطالعہ کرے)

(۷) کافر عورت کے مسلمان عورت کی طرف دیکھنے کے احکام ، مسلمان عورت کو کسی کافر
عورت کے سامنے اپنے حسن و جمال کا اظہار یا جسم کا کوئی حصہ اس کے سامنے کھولنا

جائز نہیں ہے۔ ہاں کام کاج کے وقت جو حصہ کھل جاتا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، یہ کھول سکتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک عمومی ہے:-

وَلَا يَبْذِيْنَ ذِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اور اپنے مواقع زینت نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے اور اپنی (دین کی شریک) اَوْ نِسَائِهِنَّ۔ (النور ۳۱)
عورتوں کے سامنے۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ”اَوْ نِسَائِهِنَّ“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورت کے لئے اپنی زیب و زینت کا اظہار صلح مسلمان عورتوں کے سامنے تو جائز ہے لیکن اگر کسی مجلس میں غیر مسلم یا بدکردار مسلمان عورتیں موجود ہوں تو ایسے مواقع پر مسلمان عورت کو اپنی زیب و زینت یا جسم کا کھولنا درست نہیں۔

(ح) امر کی طرف دیکھنے کے احکام:-

دس سے پندرہ سال کے درمیان عمر کے لڑکوں کو امر دکھا جاتا ہے۔
خرید و فروخت، تعلیم و تربیت جیسی ضروریات کے لئے امر کی طرف دیکھنا جائز ہے لیکن اگر اس کی طرف دیکھنے کا مقصد اس کے حسن و جمال سے لذت اندوز ہونا ہو تو یہ حرام ہے۔

سلف صالحین نے بے ریش خوبصورت لڑکوں کی طرف دیکھنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے روکنے پر زور دیا ہے۔ چنانچہ حسن بن ذکوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالداروں کے بچوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اس لئے کہ ان کی شکلیں کنواری لڑکیوں کی سی ہوتی ہیں۔ اور یہ عورتوں سے بھی زیادہ موجب فتنہ ہوتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ حمام میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک خوبصورت

بچہ آگیا تو فرمایا۔ یہاں سے اس کو لے جاؤ، اس لئے کہ ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور بے ریش لڑکے کے ساتھ سترہ شیطان ہوتے ہیں۔ اور حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو بے ریش لڑکے کی طرف غور سے نظر کرتے ہوئے دیکھو تو اس سے بدگمانی کرلو۔ لہذا پاکباز مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ تہمت کے مواقع سے بچتا رہے۔

(ط) عورت کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کے احکام :-

مسلمان عورت راستوں میں چلتے ہوئے جائز قسم کے کھیلوں میں مشغول یا کالیا وغیرہ میں مصروف مردوں کو دیکھ سکتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل حبشہ کے لوگوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دکھلایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

رہی وہ حدیث جس میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کو نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے وہ اس لئے کہ یہ حضرات ایک ہی مجلس میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کیلئے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لئے۔ لہذا اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کا مرد کی طرف دیکھنا حرام ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اس لئے کہ مرد ہمیشہ سے چہرہ کھلا رکھتے آئے ہیں اور عورتیں نقاب و الٹی آئی ہیں۔ لہذا اگر دونوں کا حکم ایک ہی ہوتا تو مردوں کو بھی نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا۔ یا عورتوں کو گھر سے نکلنے سے بالکل منع کر دیا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں کو دو شرطوں کے ساتھ دیکھ سکتی ہے :-

- ۱- دیکھنے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- ۲- ایک ہی مجلس میں آنے والے سارے روبرو نہ بیٹھے ہوں۔ (ترجمہ ص ۵۷)

(د) چھوٹے بچے کے ستر کی طرف دیکھنے کے احکام :-

فقہاء لکھتے ہیں کہ چار سال سے کم عمر کا بچہ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اس کا جسم ستر نہیں۔ پھر چار سال سے زائد عمر کا ہو جائے تو اس کا ستر اس کے آگے پیچھے کی نظر نگاہ ہے اور اس کے اطراف ہیں۔ اور جب وہ بڑا ہو کر حد شہوت کو پہنچ جائے تو اس کا ستر بلغ کے ستر کی طرح ہوگا۔ اس لئے بچے کو بچپن ہی میں پردے کا جتنا زیادہ عادی بنایا جائے اتنا ہی اچھا ہوگا۔

(ک) پردے کے حکم سے چند حالات مستثنیٰ ہیں :-

۱۔ تو مرد کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ لیکن ضرورت و مجبوری میں چند حالات مستثنیٰ ہیں جو ذیل میں ترتیب وار ذکر کئے جاتے ہیں :-

(۱) شادی کی نیت سے دیکھنا:

اس موضوع پر اس سے قبل مفصل کلام گزر چکا ہے۔

(۲) تعلیم کی غرض سے دیکھنا:-

اجنبی عورت کے غیر آراستہ چہرے کی طرف تعلیم کی غرض سے ان شرطوں کے ساتھ دیکھنا جائز ہے:-

۱۔ دراصل فتنے سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عورت ہی سے تعلیم حاصل کرے اگر عورت معلمہ میسر نہ ہو تو مرد پردے کے پیچھے ہو کر تعلیم دے اس لئے کہ اجنبی عورت کے ساتھ کسی مرد کا اٹھنا بیٹھنا، پڑھنا پڑھانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے احتیاط لازم ہے۔ (د)

○ وہ علم جسے عورت حاصل کر رہی ہے، وہ ایسا ہو جسے شریعت نے معتبر مانا ہو اور اس میں دین و دنیا کی کامیابی مضمر ہو۔

○ وہ علم عورت کے خصوصی دائرے سے متعلق ہو۔ جیسا کہ عورت کو مثلاً زچہ بچہ کی خدمت کے اصول سکھائے جائیں۔

○ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے میں فتنہ کا ڈنہ ہو۔ (کہ احتیاطاً پردے ہی سے پڑھانے میں ہے) تعلیم دینے کے لئے عورتیں میسر نہ ہوں۔

۳۔ علاج کی غرض سے دیکھنا۔

طیب و معالج ضرورت پڑنے پر اجنبی عورت کے اس مقام کو دیکھ سکتا ہے جس کا علاج کرنا ہو۔ مگر ان شرائط کے ساتھ :-

○ طیب نیک، دیندار اور شریف ہو اور صاحب علم و فن ہو۔

○ طیب جسم کے اتنے ہی حصہ کو کھولے جتنے حصے کو کھولنا ضروری ہو۔

○ اس فن کی ماہر کوئی عورت معالج نہ ہو۔

○ علاج اس عورت کے محرم یا شوہر یا اس کی والدہ وغیرہ کی ذمہ داری اور نگرانی میں ہو۔

○ معالج کافر نہ ہو۔ مگر یہ کہ مسلمان معالج نہ ملے۔

لہذا جب یہ شرائط پائی جائیں گی تو طیب بغرض علاج عورت کے کسی بھی عضو کو دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام ایسا دین ہے جو پریشانی سے بچاتا ہے اور سہولت پیدا کرتا ہے۔ اور یہ اعلان کرتا ہے کہ :-

وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
مِنْ حَرَجٍ - (المحج ۷۸) قسم کی تنگی نہیں کی۔ اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:-

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ
 اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ احکام میں آسانی
 کرنا منظور ہے اور تمھارے ساتھ احکام دشواری
 مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں۔ (البقرہ ۱۸۵)

۴۔ شہادت یا قانونی فیصلہ کے لئے دیکھنا:-

قاضی یا گواہ کے لئے اجازت ہے کہ وہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو
 دیکھے۔ خواہ فتنہ کا ڈر بھی ہو۔ اس لئے کہ اس دیکھنے میں حق کا اثبات اور ظلم کو دور
 کرنا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک حقیقی اور زندہ مذہب ہے جو لوگوں
 کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ
 یقین رکھنے والوں کے نزدیک:-

لہذا یہ تمام آداب ایسے ہیں کہ والدین اور مربیوں کو اپنے بچوں کے لئے اس
 سلسلہ میں نمونہ پیش کرنا چاہئے اور خوب عملگی سے ان کو ان آداب کی تعلیم و تربیت
 کرنا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ
 انھیں عطا فرمائیں گے۔ واللہ التوفیق۔ (ترجمہ صفحہ ۵۲ ج ۱)

۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھالنے والی چیزوں سے دور رکھنا:-

مرتی پر اسلام نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے
 بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جنسی جذبات کو بھڑکانے اور اخلاق کو
 خراب کرنے کا ذریعہ بن سکیں۔ اور یہ کام اس وقت سے شروع کر دینا چاہئے جب

بچہ بالغ ہونے کی عمر کے قریب پہنچ جائے۔ اور یہ زمانہ نو دس سال کی عمر سے بالغ ہونے تک کا زمانہ ہے۔ اس لئے بچے کو نو ہی سال کی عمر کے بعد سے عورتوں کے پاس جانے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ اس وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ حضرت فضل قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کی طرف دیکھنے لگے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی امور میں کچھ پوچھ رہی تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کی ٹھوڑی پر ہاتھ مارا کہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا۔ (ترجمہ صفحہ ۵۲۲ ج ۱)

اس باب میں مرنی حضرات کی ذمہ داری دو باتوں میں منحصر ہے۔

۱۔ داخلی نگرانی۔ ۲۔ خارجی نگرانی

(۱) داخلی نگرانی: بچے کو خاص خاص اوقات میں گھر میں داخل نہ ہونے دینا (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) بچے کو خوبصورت عورت کے پاس جانے سے روکنا دس سال کی عمر کے بعد بہن یا بھائی کے بستر پر نہ سونے دینا گھر میں ٹیلی ویژن وغیرہ میں یا اس کے علاوہ مخرب اخلاق ڈراموں کے دیکھنے سے منع کرنا۔ بلکہ مرنے کا فریضہ ہے کہ گھر میں ٹیلی ویژن کو نہ آنے دے۔ کیونکہ اس کا وجود اخلاق و کردار کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ بچے کو ننگی تصاویر یا محرک جذبات کیسٹ دیکھنے سے باز رکھنا۔ یہ سب مرنے کی ذمہ داری ہے۔

(۲) خارجی نگرانی: سینما، تھیٹر اور ڈراموں سے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہوں، ان سے روکنا۔ اسی طرح ان بازاروں یا فتنہ سازانیوں

اور عریاں لباسوں کو دیکھنے سے بھی باز رکھنا لازمی ہے جن کو دیکھ کر یہ نوجوان لڑکے اپنا دماغی استقلال اور ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح مرقی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ غلط قسم کے ہوٹلوں کے فساد سے بچوں کو دور رکھیں۔ اس لئے کہ وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جن میں شرافت و غیرت اور حیثیت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اور ایسی عورتیں جمع ہوتی ہیں جن کے دل میں حیا و پاکدامنی اور عزت و کرامت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اور وہ لوگ اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ آزادی کے میدان میں خست و ذمات اور کمینہ پن میں کتے اور خنزیر کی طرح بن جائیں۔ اور جنس و شہوت کے جوش میں حیوانوں کی طرح بے حیا ہو جائیں۔

یہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے کہ جو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہم کو بھی لگ گئی ہے۔ چونکہ ہم نے اس مغربی تہذیب کے صرف ظاہر کو دیکھا اور باطن پر غور نہ کیا۔ اس لئے اس مرض میں ہم بھی گرفتار ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے وقت کو لغوات میں برباد اور زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ترجمہ صفحہ ۵۲ ج ۱)

بچے کے اخلاق درست کرنے کے وسائل :-

میرے خیال میں تین ایسے وسائل ہیں کہ اگر مربیوں نے ان کو اختیار کر لیا تو بچہ اخلاقی طور پر درست ہو جائے گا۔ ذہن سازی۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا۔ ربط و تعلق۔ (تربیتہ الاولاد صفحہ ۵۲ ج ۱)

۱۔ ذہن سازی؛ اگر شروع ہی سے بچے کو ذہن نشین کرادیا جائے کہ معاشرتی

فساد اور اخلاقی بے راہ روی جو اسلامی معاشرہ میں پھیلی ہوئی ہے یہ یہودی صیہونی
 شیعوی اور صلیبی واستعماری سازشوں کا ہی نتیجہ ہے۔ تو نچے کو اس کی حقیقت
 بخوبی سمجھیں آجائے گی جو اسے شہوات و لذات میں پڑنے سے روک دیگی اور بہت
 فتنوں سے رکاوٹ بن جائے گی۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سازشوں کے طویل و عریض خطوط اور
 طریقوں کو بیان کر دیں۔ تاکہ آپ کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اعدائے اسلام
 اسلامی ماحول و معاشرہ کو بگاڑنے کے لئے کس طرح منظم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔

یہودیت اور ماسونیت (فری میسن تنظیم) : ان لوگوں نے اس ”فرائڈ“ کی

آراء کو اپنا لیا ہے جو انسانی زندگی کی ہر چیز کو جنسی داعیہ اور شہوت و لذت کے
 سمندر میں غرق ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ”کارل مارکس“ یہودی کی
 آراء کو اختیار کر لیا ہے جس نے ان کے عقائد و اخلاق کو خراب کر ڈالا۔ اور مذہب
 کو لغو قرار دیا۔ اور خدا کے ہونے کے عقیدہ کی مخالفت کی۔ اور جیٹ کارل مارکس
 سے پوچھا گیا کہ خدائی عقیدے کا بدل کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس کا بدل سیر و
 سیاحت اور ڈرامہ بازی ہے۔ لوگوں کو کھیل کود میں مست کر کے خدائی عقیدے سے
 غافل کر دو۔ ان لوگوں کی کوشش صرف یہ ہے کہ عورت اور جنس کے راستہ سے
 ہر جگہ سے اخلاق کا جنازہ نکل جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کے اقوال میں سے یہ قول شہور
 ہے کہ ”ہمیں چاہئے کہ عورت کو قابو میں کر لیں اور اس کو اپنے دام میں لے لیں۔ لہذا جس روز

”فرائڈ“ جرمنی کا ایک فلسفی، جس نے اپنے فلسفے کی بنیاد جنس اور شہوت رانی پر رکھی۔

”کارل مارکس“ جرمنی کا ایک یہودی منکر جس نے کمیونزم اور اشتراکیت کی بنیاد رکھی۔

عورت اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھا دے گی اس روز ہم حرام کاری کا بیج بونے میں کامیاب ہو جائیں گے اور دین کا لشکر پارہ پارہ ہو جائے گا۔

سامراجیت و عیسائیت: ”مستعمرین کے ایک بڑے پوپ کا کہنا ہے کہ شراب کا جام اور مغنیہ (گانے والی) اور فاحشہ عورت امت محمدیہ کو تہ وبالا کرنے کا اتنا بڑا کام کر سکتے ہیں جو کام ایک ہزار توپیں نہیں کر سکتیں۔ اس لئے اس قوم کو مادہ اور شہوات کی دنیا میں غرق کر دو۔“

اور پوپ ”زویر“ نے قدس میں پادریوں کی ایک مجلس میں کہا کہ ”تم نے مسلمانوں کے ملک میں ایسے لوگ پیدا کر دیے ہیں جن کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور واقعی مسلمانوں کی نئی پود و لسی ہی بن گئی ہے جیسا استعمار نے چاہا۔ کہ انھیں مقدسات کا نہ کوئی خیال ہے نہ توجہ، راحت پسند اور مست بن گئے۔ ان کا مطلع نظر دنیا کی شہوت و لذت ہی بن کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ پڑھتے ہیں تو شہوت رانی کے لئے اور اگر مال جمع کرتے ہیں تو عیاشی کے لئے۔ اور اگر کسی بلند منصب پر بھی پہنچ جائیں گے تو شہوت و لذت کے لئے ہر چیز قربان کر دیں گے۔“

شیوعیت (کمیونزم) اور مادی مذاہب: کمیونسٹوں نے اپنی مخفی رپورٹوں میں جو باتیں کہی ہیں ان میں سے

ایک یہ ہے کہ ”ہم ایسی چیزوں کے عام کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو دین کی بنیادیں تباہ کر دیں مثلاً قصے، ڈرامے، تقاریر، اخبارات، رسالے اور ایسی کتابیں جو الحاد کو رائج کرتی ہیں اور اس کی طرف دعوت دیتی ہیں اور دین داروں کا مذاق اڑاتی ہیں

لے احمد شہد کہ روس سے جو کمیونزم کا سب سے زبردست مبلغ دار تھا ۱۹۹۲ء میں ان کا جنازہ کل چکھلے اور اسلام کے خلاف اس کا مرمیہ منصوبہ پاش پاش ہو چکا ہے اور اس کے غلط نظریہ ہی کی وجہ سے پورا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ جسکی وجہ سے کئی مسلم صوبے معرض وجود میں آ گئے ہیں جو انشاء اللہ اسلامی طاقت اور اسکی اشاعت کیلئے بہترین معین

اور وہ صرف علم کی دعوت دیتی ہیں اور اسی کو زبردست اور غالب خدا مانتی ہیں۔
 ان سازشوں اور منصوبوں اور اقوال سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ یہودیت
 اور ماسونیت (فری میسن تنظیم) اور شیوہیت (کیونزم) و صلیبیت (متشد عیسائی)
 اور نصرانیت و استعماریت سب ایک دوسرے کے معاون دوست اور مددگار نیز
 ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں۔ جو کہ سب کے سب مل کر یہ چاہتے ہیں کہ شراب، جنسی ڈراموں،
 رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور لادینی کتابوں، اخلاق سوز
 قصے، کہانیوں کے ذریعہ اسلامی معاشرے کو ختم اور تباہ کر دیا جائے۔ اس لئے
 اے تربیت کرنے والو! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد اور دیگر گوشوں میں
 دین کی صحیح سوچ و سمجھ پیدا کریں۔ تاکہ وہ دشمنوں کے دام اور مکاروں کے
 جال سے واقف ہو جائیں۔

۲۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا:-

میرا خیال ہے کہ بچے کو حرام سے روکنے اور فواحش سے باز رکھنے کے لیے یہ کامیاب
 ترین سلسلہ و ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بچے کے سامنے ان خطرات کی حقیقی صورت پیش
 کر دے گا جو فواحش کے سیلاب میں بہنے اور آزادی کے جال میں پھنسنے کا لازمی اثر
 ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولف نے عورتوں اور مردوں میں ہم جنسی کی بیماری سے جو
 خطرات وجود میں آتے ہیں ان سے آگاہ فرمایا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:-

(الف) صحت کو پہنچنے والے نقصانات :-

مرض سیلان وغیرہ :- یہ مرض زنا کی وجہ سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا رہتا ہے

جس کی وجہ سے مفاسل یعنی جوڑوں میں درد کی شکایت ہو جاتی ہے۔ جس سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے۔ نیز اس سے سوزاک، اور آتشک جیسی موزی و ہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

(ب) نفسیاتی و اخلاقی نقصانات :-

۱۔ جنسی انحراف :- یعنی مردوں کا لواطت اور عورتوں کا بھجنس پرستی کے مرض میں مبتلا ہونا۔ یہ مرض درحقیقت بہت خطرناک ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرد مرد پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کر لیتی ہیں۔ یہ ایسا مرض ہے جس میں بہت سی وہ قومیں مبتلا ہیں جو تہذیب و تمدن اور ثقافت و ترقی کی دعوے دار ہیں۔ جیسے کہ یورپ، امریکہ وغیرہ۔

۲۔ جنسی ہوس کی بیماری :- چنانچہ آپ اس مرض کے مریض کو ہر وقت اپنے شہوانی اور جنسی خیالات میں غرق پائیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ہر چیز سے کنارہ کش ہو گا۔ نسیان کا مرض اس میں برطو جائے گا۔ اس میں کسی چیز کا اہتمام باقی نہ رہے گا۔ غفلت برطو جائے گی۔ آپ کو وہ بیوقوف اور غبی معلوم ہو گا۔ یاتھلکین و مصیبت زدہ نظر آئے گا۔ اس مرض کی وجہ سے جسم نحیف و لاغر اور مافطہ کمزور۔ اور نفس میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

انسانی معاشرہ میں زہل کے بے اثرات :-

نوجوان شہوت و نفس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ معاشرہ آزاد و بے راہ ہو جاتا ہے۔ قتل و اغوار اور آبروریزی کے اقدامات عام ہو جاتے ہیں۔ دوشیزاؤں

کو بیچنے والوں اور فاحشہ عورتوں کو اجرت پر دینے والوں کی فراوانی ہو جاتی ہے۔
 اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نقصانات ہیں جو اس بے جہائی کی وجہ سے
 جنم لیتے ہیں۔ چنانچہ اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۳ء میں ”خروشیف“
 (صدر روس) نے یہ اعلان کیا کہ روس کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اور روس کے
 نوجوانوں کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ اس لئے کہ وہ آزاد و بلاخلاق ہو گئے ہیں۔ اور
 شہوت پرستی میں غرق رہتے ہیں۔

ف: چنانچہ اسی بلاخلاق و بدکرداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۱ء میں روس کی جمعیت کو پاش پاش
 فرمادیا اور اس کے بعد یوگوسلاویہ کا بھی ہی حشر ہوا۔ (ق)

انہی دنوں کینڈی (صدر امریکہ) نے بھی اس بات کی صراحت کی کہ امریکہ
 کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس لئے کہ وہاں کے نوجوان آزاد اور شہوت میں
 مستغرق ہیں۔ انہیں اپنی ذمہ داری کا قطعاً احساس نہیں ہے جو نکلے گاندھوں
 پر ڈالی گئی ہے۔

ف: ان کا اور ان جیسے دوسرے ممالک کا بھی عنقریب وہی حشر ہو گا اور
 جو روس کا ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ق)

مگر افسوس کہ مغرب و مشرق میں جو آزادی کا مرض تھا اب وہ اسلامی
 ممالک میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ اور ہم سنتے ہیں کہ زنا کے پھلے، بیجہائی کے مراکز
 جوئے اور شراب کے اڈے اور رقص و سرود کی مھلیں ادھر ادھر کثرت سے
 موجود ہیں۔ اور حکام اور ذمہ داران حکومت کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ
 ہو رہا ہے۔

اللہ انہیں ہدایت دے اور ان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین!

ج۔ معاشرتی نقصانات و خطرات :-

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ زنا وغیرہ کا ارتکاب فرد و خاندان سب کیلئے یکساں مضر ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس کا بُرا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ چنانچہ :-

ان مضر اثرات میں سے یہ ہے کہ اس خاندان کی چولیس ہل جاتی ہیں اس لئے کہ غیر شادی شدہ نوجوان جب ناجائز ذرائع سے اپنی حیوانی خواہش پوری کر لیتا ہے تو اسے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ ایک خاندان بسنے اور اولاد وجود میں لائے۔ اسی طرح زانیہ عورت بھی حمل کی خواہشمند نہیں ہوتی اور نہ وہ بچے کی ماں بننا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ اس سے اسے نفسیاتی اور جسمانی نقصان پہنچے گا۔ پس وہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرتی ہے ان خطرات میں سے بچوں پر ظلم بھی ہے۔ اس لئے کہ ایسے بچوں کی (جو زنا کی پیداوار ہوں) نہ کوئی حیثیت ہوگی اور نہ سلسلہ نسب۔ اور یہ بچوں پر بہت بڑا ظلم ہے۔ نیز ایسے بچے والدین کی شفقت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور ایسے بچوں کو محبت و شفقت کہاں میسر ہو، جو اسپتالوں میں پیدا ہوں اور نرسوں کے درمیان تربیت پائیں۔ نیز یہ بچوں پر اس لئے بھی ظلم ہے کہ جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ زنا کی پیداوار ہیں تو وہ نفسیاتی طور پر اکھمن اور احساس کمتری کا شکار ہو جائیں گے اور بہت ممکن ہے کہ اخلاقی طور پر بھی کج روی کا شکار ہو جائیں۔

زنا کے مضر اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ رشتہ داروں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ

اور بھی نضر اثرات ہیں جو اصحاب عقل اور ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔

د۔ اقتصادی نقصانات :-

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو لوگ حرام کاری کی لذت کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ امت کی اقتصادی حالت کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے کہ ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کسب مال اور معیشت کے فرائض کو ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ نیز مال و دولت کو شہوت رانی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ جو کاروبار اور تجارت کے کام میں نہیں آتی۔ اور ایسے لوگ آمدنی کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے پورا معاشرہ خیانت و چوری کا شکار ہو جاتا ہے۔

۴۔ دینی و اخروی نقصانات :-

اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ ایسا نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی منع کھچیروں سے نہ رُکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق چار بُری باتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے :-

ایسا کہ والزنا فان فيه اربع	تم زنا سے بچو، اس لئے کہ اس میں چار باتیں
نحوال يذهب بهاء الوجه	پائی جاتی ہیں۔ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے
ويقطع الرزق ويضطرب الرحمن	رزق ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو
ويسبب الخلود في النار	جاتے ہیں۔ اور یہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے
(مجم اوسط)	کا ذریعہ بنتا ہے۔

اس کا اخروی نقصان یہ بھی ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان کے دائرہ سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
 لا یزنی الزانی حین یزنی وهو زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہ جاتا۔
 مومن۔ (بخاری، مسلم)

لہذا اگر بچوں کو بچپن ہی سے ان نقصانات سے ڈرایا جائے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ پاکبازی اور پاکدامنی میں نشوونما پائیں گے اور فواحش و منکرات سے باز رہیں گے اور اپنی فطری شہوت و خواہش کو اسلامی طریقہ کے مطابق نکل جانے سے پورا کریں گے۔ (ترجمہ ص ۵۴۲ ج ۱)

(۳) ربط و تعلق:-

مرتبہ پر لازم ہے کہ بچے کا رابطہ عقیدہ سے مضبوط کرے اور اس کو عبادت سے وابستہ رکھے اور کسی مرشد و بزرگ سے متعلق رکھے اور اچھی صحبت میں لگائے اور دعوت و تبلیغ اور دعوت دینے والے حضرات کے ساتھ اس کا جوڑ رکھے اور مسجد ذکر الہی، مراقبہ اور تلاوت قرآن کریم سے اس کا رابطہ رکھے اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین، بزرگوں اور بڑوں کی تاریخ و سیرت سے اس کو مربوط رکھے۔ (ترجمہ ص ۵۴۵ ج ۱)

ف۔ سبحان اللہ! کس قدر عمدہ طریقہ اصلاح سے آگاہ فرمایا ہے جو لائحہ عمل بنانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

(ق)

۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھانا :-

ماں باپ اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اسے شرعی احکام سمجھائیں جن کا تعلق فطری جذبات اور جنسی پختگی سے ہے۔ اس تعلیم کے دینے میں رومکا اور لڑکی برابر ہیں۔ اس لئے کہ شرعاً دونوں ہی مکلف ہیں۔

(تربیۃ الاولاد ص ۵۵ ج ۱۔ ترجمہ صفحہ ۵۴)

اس کے بعد مؤلف نے بچے کے بلوغ، احتلام اور غسل وغیرہ کے بہت سے احکام و مسائل لکھے ہیں۔ مگر ہم نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کو بہشتی دنیا و بہشتی گوہر مؤلف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر پڑھادی جائے تو انشاء اللہ عمل کیلئے کافی ہو جائے گا۔ (ق)

۵۔ شادی اور جنسی تعلقات :-

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس میں بہت سی خواہشات اور آرزوئیں اور ایسے جذبات بھی پیدا کئے جو انسان کی نسل کو باقی رکھنے کیلئے ضروری ہیں۔ اور ایسے احکام و قوانین نازل فرمائے جو ان کی بقاء و استمرار کے ضامن ہیں ان حقائق کو دو چیزوں سے تعلق ہے۔ (۱) جنس کے بارے میں اسلام کی رائے (ب) اللہ تعالیٰ نے شادی کا نظام کیوں قائم کیا۔

(الف) اسلام نے شادی کا جو نظام مقرر کیا ہے یہ درحقیقت اس انسانی خواہش کی تکمیل ہے جو اس کو دوسری جنس کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ تاکہ انسان اس کے لئے صحیح راستہ کے مطابق اپنے قدم اٹھائے جسے اسلام نے مقرر کیا ہے۔ اور وہ

یقیناً شادی کا راستہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم ۲۱)

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت و ہمدردی پیدا کی

اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دین اسلام نے عبادت کیلئے فراغت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے شادی سے اعراض کو حرام قرار دیا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ مسلمان شادی پر قدرت رکھتا ہو۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے ہمیں اچھا اور آسان مذہب دین اسلام عطا فرمایا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَنْ كَانَ مُوسِرًا لَأَنْ تَنْكِحَهُ ثُمَّ يَنْكِحَهُ فَلَيْسَ مِنِّي۔

یعنی جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور پھر وہ شادی نہ کرے، وہ

(بیہقی) ہم میں سے نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس بات کی بڑی دلیلیں ہیں کہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور قیامت تک کیلئے ہمیشہ رہنے والا ایک پیغام ہے۔

نیز اسلام نے جنس کے بارے میں جو صحیح اور سچا نظریہ پیش کیا ہے اس میں

۱۔ نیز یہ بھی حدیث پاک ہے النکاح من سنتی فمن لم يعمل بسنتی فليس مني (ابن ماجہ)

یعنی نکاح میری سنت ہے۔ اور جو اس پر عمل نہ کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (ق)

یہ بھی ہے کہ جائز طریقے سے شہوت پوری کرنے اور شادی کے ذریعہ جنسی خواہش پورا کرنے کو اسلام نے ان اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے جن کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں مؤلف رحمہ اللہ نے ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے اور اس کے بعد یوں رقمطراز ہیں :-

عورت سے خواہش پوری کرنے پر جو صدقہ کا ثواب ملتا ہے تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسان ہر وقت شہوت رانی ہی میں لگا رہے، اور اپنے فرائض منصبی اور جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی نصرت اور اعلا کلمۃ اللہ جیسے اہم کاموں سے غافل ہو جائے اس لئے کہ اسلام نے ہمیں ایک ایسا متوازن طاقتور آدمی تیار کر کے دیا ہے جو دنیوی زندگی میں ہر حقدار کو اس کا حق دے گا اور ایک حق پر دوسرے کو غالب نہ کرے گا۔ نہ ایک فریضے کو دوسرے فریضے پر۔ اس لئے اگر کسی موقع پر اسلام جہاد و دعوت الی اللہ متعلق کسی امر کا اس کی دنیوی ضرورت یا بیوی بچوں یا ماں باپ کی حاجت سے تصادم و ٹکراؤ ہو تو مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ جہاد اور دعوت الی اللہ کو جملہ تقاضوں پر مقدم رکھے۔ اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کو قائم رکھنا اور اسلامی حکومت کی اساس کو مضبوط کرنا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کرنا سب سے بڑی غرض و غایت ہے۔ بلکہ مسلمان کی نظر میں یہ تمام مقاصد اور اغراض سے بالا و برتر ہے۔

چنانچہ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں جب رستم کے مقابل کھڑے ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدا کی عبادت کی طرف لے آئیں اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت اور دیگر مذاہب و ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف نکالیں۔ (تربیۃ الاولاد ص ۵۶۳ ج ۱)

محترم مرتبی صاحبان! ہمارے سلف صالحین نے اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصلحت کو ہر ذاتی مصلحت اور شخصی منفعت پر ترجیح دی۔ چنانچہ مثال کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے!

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ جیسے مومن صحابی جن کی شادی حضرت جمیلہ بنت ابی عامر سے جمعہ کی شب کو ہوئی۔ صبح ہی کو منادی نے اعلان کیا کہ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جیسے ہی یہ آواز سنی اپنی تلوار گردن میں لٹکائی زورہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ اُحد کے لئے میدان کارزار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو یہ نہایت بہادری سے لڑے پھر مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ لڑتے ہوئے مشرکوں کی صفوں میں ابوسفیان کو تلاش کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے ان کو پایا اور فوراً ہی ان پر حملہ آور ہوئے۔ ابوسفیان گر گئے۔ حضرت حنظلہ نے انھیں اپنی تلوار سے ذبح کرنا چاہا۔ اتنے میں ابوسفیان نے قریش کو مدد کے لئے پکارا تو انکی آواز چند نوجوانوں نے سن لی، اور وہ حضرت حنظلہ پر لوٹ پڑے اور ان پر ایسے شدید وار کئے کہ وہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم غیب سے مطلع فرمایا تو آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو آسمان وزمین کے درمیان حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو چاندی کے برتن میں غسل دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ صحابہ رض جلدی سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو دیکھنے کیلئے دوڑ پڑے۔ تو کیا دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ چنانچہ ان کی بیوی سے اصل بات معلوم کی گئی تو انھوں نے بتلایا کہ انھوں نے جب جنگ کے لئے اعلان سنا تو اس وقت جنابت کی حالت میں تھے۔ جلدی میں غسل نہ کر سکے تھے اور جہاد کے لئے بلا غسل کئے ہی نکل کھڑے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ اعزاز بخشا کہ فرشتوں کے ذریعہ انھیں غسل دلوا یا۔
 بلاشبہ امت اسلامیہ اور جو انان اسلام جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت
 اور جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ کی محبت میں دنیا کی ہر سستی و مہنگی چیز قربان
 کر دیتے ہیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو زمین میں حکومت دیتا ہے اور ان کے خوف
 کو امن سے اور ان کے ضعف کو قوت سے بدل دیتا ہے۔ پس اگر لوگ ایسا نہ کریں گے
 تو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور گرفت کا انتظار کرنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو
 کبھی بھی ہدایت نصیب نہیں فرماتے جو ان کی اطاعت نہ کریں اور اس کے بتائے
 ہوئے طریقہ پر عمل نہ کریں۔

عورتوں کا کردار :-

ہمیں دعوت و تبلیغ اور جہاد میں عورت کے کردار سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہئے
 اس لئے کہ اگر ضرورت پڑ جائے اور موقع درپیش آجائے تو اسلام نے عورت کو
 بھی جہاد میں جانے کا مکلف بنایا ہے۔

پچھلے دور میں مسلمان عورتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار
 لے کر کھڑی ہوئیں اور انھوں نے زخمیوں کا علاج کیا اور بیماروں کی دیکھ بھال کی
 اور مقتولین کو ٹھکانوں پر پہنچایا اور ساتھ ہی کھانا بھی پکایا۔

اس کے دلائل ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں :-

(۱) حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شریک ہو کر تھے اور بیماروں اور مقتولین
 کو مدینہ منورہ پہنچایا کرتے تھے۔ اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں

ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہی ہوں۔
میں ان کے سامان کی حفاظت کرتی تھی اور ان کے لئے کھانا پکاتی تھی اور زخمیوں کا
علاج کرتی تھی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔ (مسلم)

(۲) ابن ہشام سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا
نے جب ایک یہودی کو قلعہ میں گھومتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کمر کسی اور لکڑی اٹھائی
اور قلعہ میں داخل ہو گئیں اور اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو شمار میں نہیں آسکتیں۔
ہاں تبلیغ اور دعوت اور اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے منع کرنے کے سلسلہ
میں عورت کی ذمہ داری اور فریضہ، تو یہ مردوں ہی کے مثل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتے ہیں:-

وَالْمُؤْمِنَاتُ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبة ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں
ایک دوسرے کے دینی رفیق ہیں۔ نیک
باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے
منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے
ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے
رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور
اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ
قادر مطلق ہے حکمت والا ہے۔

ب: ہاں یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے شادی کو کیوں مشروع کیا؟ تو اس میں بہت سی
حکمتیں اور بیشمار فائدے ہیں۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) شادی کا ایک فائدہ نسب کی حفاظت ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:-
 وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِّنْ الطَّيِّبَاتِ۔ (النحل ۷۲)
 اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے
 لئے بیویاں بنائیں اور پھر ان بیویوں سے
 تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم
 کو اچھی اچھی چیزیں کھانے پینے کو دیں۔

(۲) شادی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معاشرہ اخلاقی بے راہ روی سے بچ جاتا
 ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-
 اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کی قدرت رکھتا ہو،
 چاہے وہ شادی کرے۔ اس لئے کہ اس سے نگاہ جھکی رہتی ہے اور شر مگاہ محفوظ
 رہتی ہے۔

(۳) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ میاں بیوی مل کر خاندان کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:-
 مرد اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس
 ہوگی۔ اور عورت اپنے گھر کی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں
 سوال ہوگا۔

(۴) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معاشرہ بہت سی بیماریوں سے اور آفات سے
 محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۵) شادی کئی فوائد میں سے روحانی اور نفسیاتی سکون بھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔
 وَمِنْ اٰيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ
 مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا کہ تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں

لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (روم ۲۱) میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔

۶۔ شادی کے فوائد میں سے ایک اسلام کیلئے نیک و صالح ذریت پیدا کرنا بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ نکاح کرو اور نسل پیدا کرو تم تعداد میں بڑھ جاؤ گے۔ اس لئے کہ میں روز قیامت تمہارے ذریعہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ لہذا بچہ جب شادی کے فوائد کو سمجھ لے گا تو وہ کلی طور پر شادی کی طرف رجوع کرے گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ (تہذیب الاولاد ص ۶۷ ج ۱)

شادی کے بعد کے مراحل:-

۱۔ دولہا کو اپنا ہاتھ دلہن کے سر پر رکھ کر اللہ جل شانہ کا نام لینا چاہئے اور دلہن کے لئے برکت کی دعا کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت سے شادی کرے تو اسے چاہئے کہ اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اللہ جل شانہ کا نام لے اور برکت کی دعا کرے اور کہے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا
وَأَخَيْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهٖ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهٖ۔
اے اللہ! میں اس کی بھلائی اور اسکی فطری
عادتوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں
اس کی برائی اور اس کی فطری عادتوں کی
برائی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری، ابوداؤد)

۲۔ دولہا اور دلہن کو چاہئے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کی دعا کریں۔

۳۔ دولہا کو چاہئے کہ دلہن کے ساتھ نرمی سے بات کرے اور اسے کھانے پینے کی

کوئی چیز پیش کرے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو دو دھکا ایک پیالہ ساتھ لائے۔ خود تناول فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا تو انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور شرما گئیں۔

بلاشبہ یہ بیوی کو مانوس کرنے اور اس سے وحشت دور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور باہمی مودت و محبت کے بندھن کو مضبوط کرنے کا سبب بھی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ مشہور ہے کہ ہر آنے والے کے ساتھ ایک قسم کی دہشت بھی ساتھ آتی ہے اور ہر اجنبی پر وحشت طاری ہوتی ہے۔ (تربیت الاولاد ص ۵۷ ج ۱)

۴۔ مباشرت و ہمبستری کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ دو لہادہن دونوں بالکل برہنہ نہ ہوں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
ان الله تعالى حيى ستير محب حقیقتہ اللہ تعالیٰ باحیا اور ستر والے ہیں الحیاء والستر۔ (احمد، ترمذی) اور حیا اور پردہ کو پسند کرتے ہیں۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم برہنہ ہونے سے بچو۔ اس لئے کہ تمھارے ساتھ وہ (فرشتے) ہیں جو تم سے سوائے قضا و حاجت اور ہمبستری کے اوقات کے جدا نہیں ہوتے۔ لہذا ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔

۵۔ ہمبستری کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ابتدا پھیر چھاڑ اور بوس و کنار سے ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر مثل جانور کے نہ پڑ جائے۔ بلکہ دونوں کے درمیان پہلے کوئی قاصد ہونا چاہئے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قاصد کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: بات چیت اور بوسہ۔ (مسند فردوس للذیلی)

اسی حدیث کی بناء پر امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں لکھتے

ہیں کہ جب شوہر اپنی خواہش پوری کر چکے تو اسے چلہے کہ اپنی بیوی کو بھی اس بات کا موقع دے کہ وہ بھی اپنی خواہش پوری کر لے۔ اس لئے کہ بسا اوقات عورت کو دیر سے انزال ہوتا ہے۔ اس لئے اس موقع پر اس سے علیحدگی اختیار کر لینا اس کی ایذا کا سبب بنتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو منافرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۶۔ ہمبستری کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ دعا مانگے:-

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ رَجِّبْنَا الشَّيْطٰنَ بِسْمِ اللّٰهِ۔ اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچالے
وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔ اور شیطان کو اس اولاد سے دور فرما دے جو
(بخاری) تو ہمیں عطا فرمائے۔

تو اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اولاد لکھی ہوگی تو شیطان اس کو کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

۷۔ بیوی سے جس طرح چاہے ہمبستری کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ کام فرج (یعنی اگلے راستہ) کے ذریعہ سے ہو۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-
يَسَادُّكُمْ حَوْثٌ لَّكُمْ فَاَتُوا حَرْثَكُمْ تَمَّهَارِيْ بِيْرِيَا تَمَّهَلْ لَّيْ بَمَنْزَلِ كَهِيْتِ
اَتَى شَعْتُمْ۔ (البقرہ ۲۲۳) کے ہیں۔ سو اپنے کھیت میں جس طرف ہو کر
چاہو آؤ۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی بیویوں سے ہمبستری اس راہ سے جہاں سے ولادت ہوتی ہے جس کیفیت سے چاہے کر سکتا ہے خواہ سامنے کی طرف سے ہو یا پیچھے کی طرف سے، یا پہلو کے بل لیٹ کر۔

۸۔ اگر ایک مرتبہ ہمبستری کے بعد دوبارہ خواہش ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے وضو کر لے اس لئے کہ دونوں صحبتوں کے درمیان وضو کر لینے سے نشاط میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے، اور دوبارہ پھر وہی کام کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وضو کر لے اس لئے کہ وضو کرنے سے دوبارہ صحبت میں زیادہ نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں بہترین کے درمیان غسل کر لیا جائے تو یہ اور زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

(ابوداؤد)

۹۔ میاں بیوی دونوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ غسل کرنے میں جلدی کریں اور اگر سونے سے پہلے سستی کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں تو مستحب یہ ہے کہ کم از کم وضو کر کے سوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی معمول ثابت ہوتا ہے۔ (مسلم)

۱۰۔ میاں بیوی ایک غسل خانے میں ایک ساتھ بھی غسل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان رکھا رہتا تھا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس برتن میں ٹکرایا کرتے تھے۔ آپ مجھ سے سبقت لے جایا کرتے تھے حتیٰ کہ میں یہ کہا کرتی، میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے، میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے۔ (ترجمہ صفحہ ۵۶ ج ۱)

میاں بیوی کو مندرجہ ذیل باتوں سے احتراز ضروری ہے؟

(۱) میاں بیوی کے لئے یہ قطعاً حرام ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے خلوت و تنہائی کی باتیں زبان یا اشارے سے بیان کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں درجہ کے اعتبار سے سب سے بدتر وہ شخص ہوگا

جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، پھر اس کے راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔

(مسلم، ابوداؤد)

۲۔ مرد کے لئے عورت کے پچھلے راستے سے صحبت کرنا حرام ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیں گے جو اپنی بیوی کے پچھلے راستے سے صحبت کرے۔ (نسائی، ابن حبان)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص عورتوں کے پچھلے راستے میں صحبت کرتا ہے وہ ملعون ہے۔ (ابوداؤد)

اس میں شک نہیں کہ پچھلے راستے میں صحبت کرنا جسم و صحت کیلئے مضر ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق و شرافت کے بھی خلاف ہے۔

۳۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ تَوْحِيضَ كَ زَمَانٍ مِّنْ تَمَّ عَوْرَتُهُنَّ سَ جَدَا
(البقرہ ۲۲۲) را کہو۔

حالت نفاس میں عورتوں سے ہمبستری کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔ یعنی نفاس کو حیض پر قیاس کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں کا سبب و علت (یعنی ازلی) ایک ہی ہے۔ اور یہ حرمت اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔

ہاں شوہر ان حالات میں اپنی بیوی کی ناف و گھٹنوں کے درمیانی حصے سے لباس کے اوپر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن لباس کے نیچے سے فائدہ اٹھانا درست نہیں تاکہ وہ شرعاً حرام اور مضر صحت شے کامر تکب نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے جانوروں کو چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے اسے اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ وہ جانور چرسہ چراگاہ میں

گھس نہ جائیں۔

لہذا مسلمان کو چاہئے کہ اپنے دین و صحت کے بارے میں محتاط رہے اور اپنے معاملات و تصرفات اور کردار میں اُس پہلو کو اختیار کرے جو زیادہ احتیاط و تقویٰ کا ہو۔
۶۔ جو لوگ شادی کی قدرت نہیں رکھتے انھیں پاک بازار ہنا چاہئے۔

مال دنیوی خوش نختی و کامیابی کی بنیاد اور زندگی کی اصل ہے۔ اگر مال موجود ہو تو اس سے ہر عقدہ حل ہو جاتا ہے اور ہر رکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ۵

ان الدراهم في المواطن كلها تكسو الرجال مهابة وجمالا
(یقیناً دراهم (مال و دولت) ہر جگہ لوگوں کو عرب و بدبہ اور حسن و جمال بخشنے ہیں)
فهي اللسان لمن اراد فصاحة وهي السلاح لمن اراد قتالا
(جو شخص فصاحت ظاہر کرنا چاہے اس کے لئے زبان ہی مال ہے اور جو لڑنا چاہے اس کے لئے ہتھیار بھی ہی ہے۔

لہذا جو نوجوان شادی کرنا چاہے اور اس کے پاس مال موجود نہ ہو، اور اس کے ساتھ اسٹھنے بیٹھنے والے اس کی مدد نہ کریں تو اس وقت اس کے لئے صرف یہ راستہ متعین ہے کہ قرآن کریم کی اس دعوت پر لبیک کہے۔

وَلَيْسْتَ غَفِيفُ الدِّينِ لَا يَجِدُونَ
نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ۔
اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں، ان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

۵ (النور ۳۳)

حفت و پاکدامنی کی یہ قرآنی دعوت ایک نہایت عمدہ نفسیاتی تربیت ہے

جو نوجوانوں کے نفوس میں قوت ارادی کو مضبوط اور ان کے قلوب میں عزم کو راسخ کرتی ہے اور ان کو فرشتہ نما انسان بنادیتی ہے اور ان کو سکون و اطمینان بخشی ہے پس ایسے نوجوان کو چاہئے کہ عفت و پاکدامنی اختیار کئے رہے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے غنی کر دے اور اس پر کمائی و روزی کے دروازے کھول دے اور اسے نکاح کرنے پر قادر فرمادے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ ہمیشہ متقی و نیک لوگوں کی سرپرستی فرماتے ہیں اور ان کے لئے ہر غم سے چھٹکارے کا راستہ اور ہر تکلیف سے نجات کی سبیل پیدا کر دیتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
وَيُؤْتِرْهُ مِنْ حَيْثُ لَا
يَحْتَسِبُ۔

دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا

ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

(الطلاق ۲، ۳)

ایک اعتراض اور اس کا جواب :-

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ پاکبازی و بلند نفسی اپنے نفس کو مارنے اور دہانے میں داخل ہے۔ حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ علمائے نفس و تربیت کی تحقیق کے مطابق نفس کو مارنا اور دبانا یہ ہے کہ انسان جنسی فعل کو برا سمجھے اور جنسی وظائف ادا کرنے والوں کو گناہگار قرار دے۔ چاہے وہ شادی کے ذریعہ اور حلال طریقے ہی سے کیوں نہ ہو۔ جس کا نام رہبانیت ہے۔

مگر محترم حضرات! آپ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ اسلام شادی نہ کرنے کی شدید

نذمت کرتا ہے۔ اور خواہشات کو پورا کر لے کیلئے اسلام نے شادی کو مشروع و منون قرار دیا ہے۔ تو پھر نفس کو دبانا اور مارنا کہاں ہوا۔

لہذا اگر نوجوان آدمی میں جنسی خواہش بیدار ہو، تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ اسے استغفار پڑھنا چاہئے۔ بلکہ اسلام نے صراحتہ یہ بتلایا ہے کہ یہ خواہش پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس میں نہ کوئی برائی کی بات ہے نہ اعتراض کی۔

لیکن اسلام نے کسی فرد کے لئے یہ جائز نہیں قرار دیا ہے کہ وہ اس فطری آواز پر جیسے بھی ممکن ہو لبیک کہے۔ بلکہ اسلام نے اس کے لئے کچھ شرعی حدود مقرر کئے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے اس کا پورا کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باہر نکل کر ان کا پورا کرنا حرام و ناجائز قرار پاتا ہے۔

اس لئے جو لوگ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام نفس کو مارنے اور رہبانیت کا دین ہے۔ ان کی زبان بند ہو جانا چاہئے۔ جیسا کہ آپ نے بحث خود مشاہدہ کر لیا ہے کہ اسلام کج روشن وابدی قوانین و اصولوں میں اس دعویٰ کی کوئی اصل نہیں۔

۷۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنا چاہئے ؟

بہت سے مرتبی حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا مرتبی کیلئے جائز ہے کہ بچے سے صاف صاف وہ تمام مسائل بیان کر دے جو اسے بلغ ہونے سے پہلے اور بلغ ہونے کے وقت پیش آتے ہیں ؟

تو شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتبی اپنے بیٹے بیٹی کو ایسے امور بتلا سکتا ہے جن کا تعلق جنس اور شہوت سے ہو۔ بلکہ بعض دفعہ ان کا بتلانا واجب ہو جاتا ہے

جیکہ کوئی شرعی حکم اس پر مرتب ہوتا ہو۔

چنانچہ بہت سی آیتوں میں جنسی اتصال و ملاپ کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ زنا وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نیز بعض آیتیں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بتلا رہی ہیں کہ انسان کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کس سے کرنا چاہئے اور کس سے نہیں۔ اور یہ کہ رمضان میں ہمبستری کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور حالت حیض میں عورتوں سے دوری اختیار کرنا چاہئے۔ تو یہ سب چیزیں جنس اور خواہش نفس ہی سے متعلق ہیں۔ پس اگر بچہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اس کا استاد و مربی ان حقائق کو اس کے سامنے بیان نہ کرے تو وہ ان آیات کو کیسے سمجھے گا؟ اس کے علاوہ یہ قرآن کریم کی دعوتِ تدبیر کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝
یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر
اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اسکی
آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت
حاصل کریں۔ (ص ۲۹)

بلکہ قرآن کریم ایسے لوگوں پر نیکر کرتا ہے جو قرآن کریم پڑھ کر ان آیتوں پر
غور نہیں کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ (محمد ۲۳)
تو کیا یہ لوگ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے
یادلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

اس سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے جیسے قرآن کریم اور دیگر علوم و معارف پر مشتمل
ہے، اسی طرح ضرورت کے مطابق جنسی مسائل پر بھی مشتمل ہے لہذا ان مسائل کو

بھی سمجھنا ضروری ہے۔

لیکن میں آپ کو دو اہم چیزیں یاد دلانا چاہتا ہوں۔

- ۱۔ عمر کے ہر حصے سے متعلق احکام کی تعلیم اسی کی مناسبت سے دیجئے۔ لہذا یہ قطعاً نامعقول بات ہے کہ آپ دس سال کی عمر کے بچے کو جنسی ملاپ کے اہول بتلائیں۔
- ۲۔ لڑکی کو یہ جنسی مسائل سکھانے کا کام ماں کو انجام دینا چاہئے۔ لیکن اگر کسی لڑکی کی ماں موجود نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور عورت یہ کام انجام دیدے تو بہتر ہے۔

(تربیتہ الاولاد ص ۲۶ ج ۱)

حضرات! یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ جذبات کے اس بے قابو سیلاب اور بے راہ روی کے اس تباہ کن منجمد ہار سے پورے عالم کو آج دین اسلام کا نظریہ جنس ہی بچا سکتا ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اپنے دین کو سمجھ لیں اور اپنے دین کے سائے میں امن و سکون سے رہیں، تاکہ دوسری قوموں میں اپنی اہلی جگہ پیدا کر سکیں۔ اور اپنی گم شدہ کرامت و عزت دوبارہ حاصل کر لیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔ اخیر میں مؤلف رحمہ اللہ مرتبوں کو خطاب کرتے ہوئے یوں فرما رہے ہیں۔

فابذلوا جہدکم واجمعوا	اس لئے براہ کرم اے مرقی صاحبان! اپنی
امرکم و سیروا علی بركة اللہ	گوششیں صرف کیجئے اور پوری توجہ کیجئے
فعین اللہ ترعاکم والاحیال	اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قدم اٹھائیے،
المقبلة تبارک لکم جہودکم	اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کر رہا ہے اور آئندہ
واعمالکم واللہ عزوجل	آنے والی نسلیں آپ کی جدوجہد و کارناموں
یشیکم خیرا ویدخر لکم	کی برکت سے مستفید ہوں گی اور اللہ تعالیٰ

جل شائے آپ کو جزائے خیر دیں گے اور قیامت کے روز اجر و ثواب کو آپ کیلئے ذخیرہ بنائیں گے ارشاد باری ہے، اور آپ کہہ دیجئے کہ چاہو عمل کئے جاؤ۔ سو ابھی دیکھ لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل ایمان۔ اور ضرور تم کو ایسی ذرا کچھ پاس لوٹایا جاتا ہے جو تمام گھلی اور چھپی چیزوں کا جلنے والا ہے، سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔

فِي الْقِيَامَةِ اجْرًا۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَقُلْ اَعْمَلُوا فَيَسِيرَ إِلَيْكُمْ
عَمَلُكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ
وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالَمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
(التوبة ۱۰۵)

وآخر دعوانا ان الحمد
لله رب العلمین۔

(تربیت الاولاد ص ۶ ج ۱۔ ترجمہ ص ۵۹ ج ۱)

الحمد للہ کہ تربیت الاولاد جلد اول کی تلخیص کا کام تمام ہوا۔ اس کے بعد جلد ثانی کی تلخیص کا کام شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام کو پہنچائے۔
آمین!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم ثالث

قسم ثالث تین فصلوں پر مشتمل ہے :-

- بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل
- بچے کی تربیت کے بنیادی اصول و قواعد
- تربیت سے متعلق ضروری و لازمی تجاوزات

فصل اوّل

بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

میرے خیال میں بچے کی تربیت کے مفید و مؤثر وسائل پانچ امور میں دائر ہیں۔

(۱) اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت۔

(۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت

(۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت

(۴) دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت

(۵) سزا دینے کے ذریعہ تربیت

۱۔ اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت :-

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی اور معاشرتی شخصیت سازی میں بحیثیت

پیشوا و مقتدا اسوۂ حسنہ نہایت مؤثر و قوی وسیلہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے مقتدا کی پیروی کرتا ہے اور شعوری و غیر شعوری طور پر اس کی نقل آتا رہتا ہے۔ چنانچہ اگر مربی سچا، امانت دار، بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ امانت، شرافت، بہادری اور پاکدامنی پر نشوونما پائے گا۔ اور اگر مربی جھوٹا، خائن، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ، خیانت، بزدلی اور خساست میں بڑھے اور پلے گا۔ اسی لئے عربی شاعر نے اس معلم کے متعلق کیا خوب اشعار کہے ہیں جس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو۔

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرُكَ هَذَا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمِ
 (اے دوسروں کو تعلیم دینے والے معلم! یہ تعلیم خود تمہارے اپنے لئے کیوں نہیں ہے؟)
 تَصِفُ الدَّاءَ الَّذِي السَّقَامُ فِيهِ كَيْمَا يَصِحُّ بِهِ وَأَنْتَ سَقِيمٌ
 (تم بیماروں و لاغروں کیلئے تودوا و نسخہ تجویز کرتے ہو تاکہ وہ شفا یاب ہو جائیں، لیکن تم خود بیمار ہو۔)

إِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَإِنَّهَا عَنُ حَيْثَا فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمٌ
 (پہلے خود اپنے نفس سے ابتدا کر کے اسے گمراہی سے روکو۔ اگر تمہارا نفس اس سے رک گیا تو پھر تم واقعی حکیم ہو گے)

فَهُنَاكَ يَقْبَلُ مَا وَعْظَتْ وَتَقْدَرُ بِالْعِلْمِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيمُ
 (پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم کی پیروی کی جائے گی اور تمہارا تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہو گا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدا و پیشوا ہیں :-

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ ترین اخلاقی و عقلی کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا۔ تاکہ ہمیشہ ہمیش مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ و اسوہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

تم لوگوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ موجود تھا۔

نیز ارشاد فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِلًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔

اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے ہیں، اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ

(الاحزاب ۴۵-۴۶) ایک روشن چراغ ہیں۔

اللہ جل شانہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں اسلامی نظام و طریقے کی کامل و مکمل تصویر رکھ دی ہے تاکہ آئندہ آنے والی قوموں کیلئے آپ اپنے کمال اخلاق اور عظمت کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ ثابت ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و فخر کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا :-

أَدْبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي ۖ مِرَّةً رَجُلٌ مِثْرِي تَرْبِيَتُ فِرَاقِي ۖ لَسْتُ بِهَيْرِهِ تَرْبِيَتِي ۖ

۱۔ اس حدیث کی سندیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ ۲۔ نا حبیب اللہ مختار

چنانچہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے گناہوں و معاصی میں سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں فرمایا بلکہ آپ طہارت و پاکدامنی میں مشہور و معروف تھے۔ رہا آپ کا صادق و امین ہونا تو اس زمانہ کے لوگ آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ رہا آپ کا ذکی و سمجھا رہنا تو اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ نے اپنی حسن تدبیر اور کمال حکمت کے ذریعہ اپنی قوم کیلئے حجرِ اسود لگانے کے وقت ایک مناسب تدبیر پیش فرما کر قوم کو ایک ایسی تباہ کن جنگ سے بچالیا جس کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ کو نیند اس وقت تک اچھی معلوم نہ ہوئی اور زندگی میں مزہ نہ آیا اور نہ آپ کو سکون نصیب ہوا جب تک آپ نے امت کو دعوتِ اسلام پر لبیک کہتے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے نہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسًا عَلَيَّ (اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ اَثَارِهِمْ اِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا (ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر الْحَدِيثِ اسْفًا (الکہف ۶) ایمان نہ لائے، تو غم سے اپنی جان دیدیں گے۔ رہا عبادت میں آپ کا اُسوہ ہونا، تو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر دم آجاتا۔ اور جب آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا، پھر کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری، مسلم)

رہا اخلاقِ فاضلہ کے سلسلہ میں آپ کا مقتدا ہونا، تو اس سلسلہ میں میرے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ سے کرم، زہد، تواضع، حلم، قوت و شجاعت،

اور حسن سیاست وغیرہ سے بطور نمونہ کے ایک ایک مثال پیش کروں۔
چنانچہ آپ کے کرم وجود کا یہ حال تھا کہ آپ لوگوں کو اس طرح دیتے تھے، کہ
جیسے فقر و فاقہ کا ذرا اندیشہ نہ ہو۔ اور آپ تیز رفتار ہوا سے زیادہ سخی تھے اور سب سے
زیادہ سخی رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی
بھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے ”نہیں“ فرمایا ہو (یعنی آپ
سے جو چیز مانگی جاتی عطا فرمادیتے تھے)۔

رہا آپ کا زہد و ورع، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چٹائی پر آرام فرما
رہے تھے اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض
کیا اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ہم آپ کے لئے ایک گدا بنوالیں جس پر آپ لیٹا
کریں، جس کی وجہ سے آپ چٹائی کی سختی سے محفوظ رہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا
دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے
سلے میں بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر وہاں سے چل دے۔

اور آپ ہی کی وہ ذات پاک ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی، کہ
اے اللہ! آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رزق بقدر ضرورت مقرر کر دیجئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبے مدینہ منورہ
تشریف لائے اس وقت سے وفات تک آپ نے مسلسل تین دن بھی پیٹ بھر کر
گہوں کی روٹی تناول نہ فرمائی۔ (ابن جریر)

ہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اور نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر دنیا کی فراوانی چاہتے تو تمام چیزیں ہنسی خوشی ذلیل و رسوا ہو کر آپ کے قدموں میں ہوتیں۔ مگر آپ کے فقر و فاقہ کے اختیار کرنے میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۸)

رہا آپ کا تواضع، تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے میں خود پہل کرتے تھے۔ اور جس سے آپ بات کرتے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ اور جب آپ مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ کھینچتا آپ اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تھے۔ اور اپنا سامان خود اٹھایا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں اس کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوں۔ اور مزدوروں اور کارگروں والا کام بھی آپ خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ آپ آزاد لوگوں کی دعوت بھی قبول فرماتے اور غلام اور باندیوں کی بھی۔ اور اگر کوئی عذر پیش کرتا تو آپ اسے قبول فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگایا کرتے، جو تے خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ اور گھر کے کام کاج کر لیا کرتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود باندھا کرتے تھے۔ اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے ضرورت مندوں، کمزوروں اور فقراء کی حاجت روائی کرتے تھے۔ اور زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کے اس درجہ پر کہیں نہ ہوتے جبکہ اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا یہ پیغام نازل فرمایا ہے۔

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْإِنْسَانِ ۚ
اور ان لوگوں کے ساتھ (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر

(الشراء ۲۱۵) آپ کی راہ چلیں۔

علم و بردباری میں آپ کا مقتدا و پیشوا ہونا یہ ہے کہ جب رہائی لوگ آپ کے

ساتھ سختی اور بدسلوکی سے پیش آتے تو آپ نرمی سے پیش آئے۔ اور جب فتح و کامرانی آپ کے قدم چومتی تو اس وقت آپ دشمنوں کی خود سری اور تکبر کے بدلے میں حسم و بردباری اختیار فرماتے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ موٹی کناری والی نجڑانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی چادر پر کڑ کر زور سے آپ کو کھینچ لیا۔ میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کاندھے مبارک پر چادر کے کنارے کا نشان بن گیا تھا۔ یہ حرکت کرنے کے بعد اس بدو نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا جواں ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دے دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور اس کو عطیہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۷۱)

کامیابی اور فتح مکہ میں آپ کی بردباری ملاحظہ فرمائیے۔ کہ آپ نے شدید ترین دشمنوں کے ساتھ غصہ و درگزر کا معاملہ فرمایا۔ اور کیوں نہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے یہ آیت نازل فرمائی ہے:-

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝
عادت کر در گزر کی، اور حکم کر
نیک کام کرنے کا، اور کنسارہ کر
جاہلوں سے۔
(الاحزاب ۱۹۹)

رہا جسمانی طاقت میں آپ کا مقتدا ہونا، تو اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلوانوں کے سردار رکانہ کو تین مرتبہ پکھاڑ دیا تھا اور تیسری مرتبہ پکھڑنے کے بعد رکانہ نے آپ سے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں

جنگ حنین کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے پر کھڑے ہو گئے۔ لوگ اس وقت ادھر ادھر بھاگ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں
اس روز آپ سے زیادہ ثابت قدم اور دشمنوں میں گھسنے والا اور کوئی شخص نہ تھا۔

اور حسن تدبیر اور سیاست میں آپ کا مقتدا ہونا تو اس باب میں آپ تمام لوگوں کے لئے ضرب المثل تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن تدبیر اور حسن سیاست اور تمام امور کو ان کی جگہ پر رکھنے کا خاص ملکہ دیا گیا تھا۔
چنانچہ تاریخ کے صفحات نے جن بے پناہ مثالوں کو اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے ان میں سے ایک نمونہ یہ ہے کہ:-

غزوہ حنین کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش اور دیگر عرب قبیلوں کو انعامات دیئے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو اس سلسلہ میں انصار میں کھسر پھسر ہونے لگی، حتیٰ کہ بعض نے کہا: بخدا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا: اے انصار! کی جماعت! یہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے جو تمہارے نفوس میں پیدا ہو رہی ہے؟ بتلاؤ، کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ کیا تم فقیر نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں غنی بنایا۔ کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی۔ یہ سن کر انصار نے کہا کہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بیشمار فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا

اے انصار کی جماعت! تم لوگ بتلاؤ کیوں نہیں ہو؟ انھوں نے عرض کیا، ہم کیا بتلائیں، اللہ اور اس کے رسول کا ہمارے اوپر فضل و احسان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بخدا اگر تم لوگ چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور سچ کہتے اور اس بات میں تمھاری تصدیق بھی کی جاتی کہ تم مجھ سے یہ کہتے، آپ جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت اور لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، لوگوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی نصرت کی۔ لوگوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، آپ غریب تھے ہم نے آپ سے غمخواری کی۔ اے انصار کی جماعت! کیا تم دنیا کے اس تھوڑے سے مال و دولت کی وجہ سے ناراض ہو جو میں نے بعض قوموں کو اس لئے دیا تاکہ ان کی تالیفِ قلب ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں، اور مجھے تمھارے اسلام پر اعتماد و بھروسہ تھا۔ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ اور لوگ تو اونٹ، دُنبے اور بھیڑ لے کر جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں کا ایک فرد ہوتا۔ اور اگر دوسرے تمام لوگ کسی گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں، تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور ان کی اولاد پر، اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی رحم فرما۔ یہ سن کر وہ حضرات اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اور اپنے حصہ پر راضی اور خوش ہیں۔

یہ اخلاص سے پُر وہ سچے کلمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے نکلے، آپ کی زبان نے ان کی ترجمانی کی۔ اور یہ کلمات انصار کے

دلوں میں گھر کر گئے۔ جنہوں نے ان کے نفوس کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کر دیا اور فتنہ کو اس کی موت مار دیا۔ اور انصار کے نفوس کو حق کے پہچانے اور حکمت کے سمجھنے کے لئے بیدار کر دیا۔ یہ کلمات ہمیں بتا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی نصرت اور تالیف قلب کے لئے کس طرح لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو توحید کے سایہ تلے اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے عظیم وحدت حاصل ہو جائے۔

رہا اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کے سلسلہ میں آپ کا مقتدا ہونا تو یہ بات آپ کی صفات میں سے نہایت نمایاں صفت تھی اور آپ کی عادات میں سے یہ فطری عادت تھی اور اس موضوع پر دلیل پیش کرنے کو ہمارے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہم آپ کا وہ عظیم موقف پیش کر دیں جو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ اس وقت اختیار کیا تھا جبکہ آپ کو یہ گمان ہوا تھا کہ شاید آپ کے چچا آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے، اور آپ کے تعاون سے کنارہ کش ہو جائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

”اے میرے چچا! بخدا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں اس لئے رکھ دیں کہ میں اس دین کی دعوت کو چھوڑ دوں، تو میں اسے اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غلبہ عطا نہ کر دے یا پھر میں اس کے لئے اپنی جان قربان نہ کر دوں۔“ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

جب آپ کے چچا نے آپ کے اس عزم صادق کو دیکھا اور یہ بخوبی سمجھ لیا کہ آپ اس دین کی دعوت میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی شخص یا انسان کی پروا کئے بغیر اس دعوت کے راستہ پر گامزن رہیں گے تو انہوں نے آپ کو آواز دی، اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے میرے بھتیجے جاؤ جو چاہو کہو۔ اب میں تمہیں کبھی بھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق و صفات کا جو حصہ ہم نے پیش کیا درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بڑائی کے ذخیرہ میں سے ایک معمولی سا ٹکڑا ہے۔ ورنہ کوئی شخص اس عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو کیا شمار کر سکتا ہے جبکہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا وصف یہ بیان فرما رہے ہیں کہ

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝
اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ

(القلہ ۴) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم اخلاق سے مالا مال فرمایا تھا تو یہ فطری بات ہے کہ لوگوں کے قلوب آپ کی طرف کھینچیں اور لوگ آپ کی اقتدا کریں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ سے اس قدر محبت اور اس قدر فدائیت تھی کہ چہرہ انور کو دیکھے بغیر چین نہیں مٹا تھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی جانوں پر فوقیت دی۔ جیسا کہ بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کی بدولت ایک ایسا عمدہ معاشرہ حقیقت کی شکل میں لانا آسان ہو گیا جو ایک زمانہ سے منکرین کا خواب اور فلاسفہ کی تمنا و آرزو تھی۔ اس لئے مسلمان ہر زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو عجلات و اخلاق، شجاعت و ثابت قدمی، عزم و اقدام، محبت و ایثار، جہاد و شوق شہادت میں بہترین نمونہ سمجھتے رہے ہیں اور تعلیم و تربیت میں ان کے طریقہ پر چلتے رہے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا:-

اصحابی کا انجوم فیا تھا اقتدیتم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں
اقتدیتم (بیہقی، دلی) سے جسکی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

چنانچہ بہت سے ممالک میں اسلام، مسلمان تاجروں اور اسلام کے سچے داعیوں
کے ذریعہ پہنچا۔ جنہوں نے اپنی سیرت و کردار کے ذریعہ اسلام کی سچی تصویر پیش کی۔
اس لئے لوگ اسلام میں فتح و فوج داخل ہونے لگے۔ لہذا آج کا مسلم معاشرہ
مرد ہوں یا عورت، جوان ہوں یا بوڑھے، چھوٹے ہوں یا بڑے، غریب ہوں یا امیر
سب کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور دوسروں کے لئے اسلامی صفات کا
شاندار نمونہ پیش کریں۔ تاکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے تمام عالم میں ہدایت کے چاند
اور اصلاح کے سورج اور حق کے داعی اور اسلام کے پیغام کو پھیلانے اور نشر کرنے
کا سبب بنے رہیں۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۱)

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تنبیہ کے
چند نمونے پیش کئے ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے حذف کرتے ہیں۔ (ق)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ محبت و رحمت کی چند مثالیں

۱۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے
پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگئے آپ سجدہ کی حالت میں تھے وہ آپ کی گردن پر
سوار ہو گئے۔ آپ نے سجدہ طویل فرمادیا۔ حتیٰ کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ شاید کوئی
بات پیش آگئی ہے۔ چنانچہ جب آپ نماز پوری کر چکے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے
اللہ کے رسول! آپ نے سجدہ اتنا طویل فرمادیا کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید کوئی
بات پیش آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا، میرا بٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا اس لئے میں نے
سجدہ طویل فرمادیا۔ (ترمذی)

عہ یہ حدیث اگر حسنہ اضعیف ہے مگر اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ (مترجم)

یہ پسند نہ کیا کہ جلدی کھڑا ہو جاؤں اور وہ اپنا دل خوش نہ کر سکے۔ (نسائی، حاکم)
 ۲۔ کتاب الاصابۃ میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات
 حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے اور آپ اپنے ہاتھوں
 اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور وہ دونوں، دونوں طرف سے آپ سے لپٹ
 جاتے اور آپ ان دونوں کو اٹھائے اٹھائے چلتے، اور یہ فرماتے بہترین اونٹ
 کھارا اونٹ ہے اور بہترین سوار تم دونوں سوار ہو۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نماز شروع کر دیتا ہوں اور
 میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے، لیکن میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر
 اس نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس بچے کے رونے کا اس کی ماں
 پر کیا اثر ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چند بچوں کے پاس سے
 گزرے تو انھیں سلام کیا اور فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے
 تھے۔ (بخاری، مسلم)

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے۔ آپ جب اسے اپنے ہاتھ میں لیتے تو یہ دعا
 فرماتے:-

اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں	اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ
میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے ہمارے	ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا
شہر میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے ہمارے	فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ
صلع میں برکت دیدیجئے اور ہمارے لئے	لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ

لَنَافِعُ مُدَّتَنَا۔ (مسلم) ہمارے مُد میں برکت دیدیجئے۔
 پھر وہاں پر موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو اپنے پاس بلا کر وہ پھل اس کو
 دے دیا کرتے تھے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۷۷)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کردار اس بات پر دلالت نہیں کرتے
 کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے بچوں کے ساتھ نرمی و مہربانی کا نمونہ
 پیش کیا کرتے تھے تاکہ مسلمان قوم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور آپ
 کے طریقہ کے مطابق عمل کرے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۷۷)

(۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت :-

شریعت اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ بچہ ادرؤے فطرت خالص توحید
 اور دین قیم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے :-
 كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ۖ هَرَجَیْہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے
 فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِہٖ أَوْ یُنَصِّرَانِہٖ مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی
 أَوْ یمجِّسَانِہٖ (بخاری) یا مجوسی بنادیتے ہیں

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچے کو ابتدائے عمر ہی سے تعلیم و تادیب کے
 ذریعہ توحید خالص اور مکارم اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار
 آداب کا عادی بنانا چاہئے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بچے کو نیک و صالح ماں باپ میسر آجائیں اور وہ
 اس کو ایمان و اسلام کی بنیادی باتیں سکھلا دیں تو بچہ ایمان و اسلام کے
 صانع اور مُد، غلہ وغیرہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔

عقیدہ پر نشوونما پائے گا۔

انہی بنیادی امور کی بناء پر سلف صالحین اپنے بچوں کیلئے اچھے مررتی منتخب کیا کرتے تھے اور ان کو اچھی باتیں سکھانے اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے اور بہترین صفات کا حامل بنانے کیلئے اچھی فضا مہیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنی امیہ کے جیل میں قیدی لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ قید کے دنوں میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انھوں نے کہا، اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم ہو گئے۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ابن سینا کی یہ وصیت ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچوں کا ہونا ضروری ہے جو اچھے آداب و اخلاق کے مالک ہوں۔ جن کی عادات پسندیدہ و محمود ہوں۔ اس لئے کہ بچہ بچے کو دیکھ کر ہی ادب سیکھتا ہے اور اسی سے مانوس ہوتا ہے۔ (تربیت الاولاد ج ۲ ص ۶۶)

ہر حال بچے کو ادب سکھانا اور بچپن ہی سے اس کی دیکھ بھال کرنا ایسی تدبیر ہے جن کے بہترین نتائج اور شاندار ثمرات حاصل ہوتے ہیں جب کہ بڑی عمر میں ادب سکھانا اور تربیت کرنا اور کمال تک پہنچانا بہت مشکل اور کٹھن کام ہوتا ہے۔ اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے یہ کہا ہے۔

قَدْ يَنْفَعُ الْاَدَبُ الْاَوْلَادَ فِي صَغُرٍ

وَلَيْسَ يَنْفَعُهُمْ مِنْ بَعْدِهَا اَدَبٌ

د تحقیق بچوں کو بچپن میں ادب سکھانا فائدہ بخش ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں۔

إِنَّ الْغُصُونِ إِذَا عَدَّ لَهَا أَعْتَدَ لَتْ

وَلَا تَلِينُ مَوْلَىٰ ذُنُوبٍ الْخَشَبِ

(اگر تم ہری ٹہنیوں کو سیدھی کرنا چاہو گے تو وہ سیدھی ہو جائیں گی۔ لیکن اگر خشک لکڑی کو نرم کرنا چاہو گے تو (سیدھی ہونا تو درکنار) وہ نرم (بھی) نہیں ہوگی۔)

(ترجمہ ج ۲ ص ۵۷)

(۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا :-

وہ اہم وسائل جو بچے کی ایمانی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ و نصیحت کے ذریعہ کی جائے۔ اس لئے کہ بچے کو اشیاء کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے اور مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے اور اسلام کی بنیادی مہات سے آشنا کرانے میں وعظ و نصیحت کو بڑا دخل ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسی وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنایا اور اس کے ذریعہ نفوس سے مخاطب کیا اور بیشمار آیات میں اسے دہرایا اور مختلف مقامات پر اپنی نصائح سے رہنمائی فرمائی ہے۔

اسی لئے مولفؒ نے وعظ و نصیحت سے متعلق بہت سی آیات نقل فرمائی ہیں جو نہایت مفید و موثر ہیں۔ بغرض اختصار ہم ان کو نقل نہیں کر رہے ہیں۔ (ق)

وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا، کس کے لئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول

اور مسلمانوں کے ائمہ و حکام اور عوام کے لئے۔ (مسلم)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نیز حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے کسی بھلائی و خیر کی طرف رہنمائی کی تو اس کو بھی ویسا ہی اجر ملے گا جیسا اجر اس نیکی کرنے والے کو ملے گا۔ (بخاری، مسلم)

(تربیت الاولاد ج ۱ ص ۲۷۷ ترجمہ ج ۲ ص ۷۷)

و عطا نصیحت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ :-

(الف) قصہ کے انداز کو اختیار کرنا :-

مؤلف رحمہ اللہ نے اس کی مثال میں ابرص اور گنچے اور نابینا شخص کا قصہ نقل فرمایا ہے جو مشہور و معروف ہے۔ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ نیز حضرت ہاجرہ و حضرت اسمعیل علیہما السلام کا واقعہ ثبت فرمایا ہے۔ یہ بھی مشہور واقعہ ہے۔

اس لئے مرقی کا کام یہ ہے کہ وہ قصہ بیان کر کے وقت سامعین کے جذبات اور ان پر اس واقعہ کے اثرات مرتب ہونے پر نظر رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور جب ان کا ذہن کھل جائے تو ان کے دل میں عبرت کے چشے اور نصیحت کی نہریں جاری کروے۔

(ب) سوال و جواب کے انداز کو اختیار کرنا :-

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے سوالات پیش کرے تاکہ ان کی توجہ کو بڑھائے اور ان کی سمجھ کو جلا بخشنے اور نصائح کو ذہن نشین کر سکے۔

اس موضوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بتلاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہی مثال ہے پانچ وقت کی نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے غلطیوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ (مسلم)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اداساز و سامان۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال لیا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ لہذا ان لوگوں کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا پھر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حقداروں کا حق ابھی باقی ہوگا۔ پھر ان حقداروں کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ف۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر مفلس کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فلاس سے پناہ میں رکھے۔ آمین! (ق)

(ج) وعظ و نصیحت کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر شروع کرنا۔

یہ اس لئے تاکہ سننے والے کو اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے جس کے لئے قسم کھائی جا رہی ہے تاکہ وہ اس نصیحت پر عمل کرے یا اس سے اجتناب کرے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت میں یہ طریقہ مذکور ہے۔

(د) وعظ کو خوش طبعی کے ساتھ ملا دینا:-

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ذہن کو حرکت دی جائے اور سستی دور کی جائے اور نفس کو شوق دلایا جائے۔

(لا) وعظ و نصیحت میں توسط کا لحاظ رکھنا:-

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز وعظ و نصیحت کو طویل نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ وہ تو چند مختصر سے جملے ہوا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

نیز مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرماتے تو وہ وعظ نہ اتنا مختصر ہوتا کہ اصل بات اور مقصد سمجھ میں نہ آسکے اور نہ اتنا طویل ہوتا کہ تنگ دل و آزرہ خاطر کر دے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت میں ہمارا خیال رکھا کرتے تھے کہ ہم تنگ دل نہ ہو جائیں۔

(و) وعظ کی قوت تاثیر کے ذریعہ حاضرین پر چھا جانا:-

حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا (زبردست) وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرزنے لگے۔ تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص کا وعظ و نصیحت ہے جو زہمت کرنے والا اور الوداع کہنے والا ہو۔ لہذا آپ ہمیں (اور بھی) نصیحت فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور میری سنت

اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی کرو اور اس کو مضبوطی سے
تھام لو۔ اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی)

واعظ و داعی قوت تاثیر سے اس وقت تک متصف نہیں ہو سکتا جب تک
کہ اس میں خلوص نیت نہ ہو۔ نیز اس میں جب تک وقت قلب، خشوع نفس، صفائی
باطن اور روح کی پاکیزگی نہ ہو۔ اس لئے ان صفات کے پیدا کرنے کی سعی کرنا چاہئے
تا کہ واعظ کی باتوں کا سامعین کے دلوں پر اثر ہو۔

ف : واعظین کو اس امر کا ضرور لحاظ کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ واعظ جو صحت
دوسروں کو کر رہا ہے اس پر خود بھی عامل ہو۔ (ق)

حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے عرض کیا۔ اے میرے ابا جان! کیا
وجہ ہے کہ آپ جب لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو لوگوں کو رلا ڈالتے ہیں اور
جب آپ کے علاوہ کوئی اور شخص ان سے مخاطب ہوتا ہے تو یہ بات نہیں ہوتی۔ تو
انہوں نے فرمایا۔ میرے بیٹے! بات یہ ہے کہ وہ عورت جو مصیبت زدہ ہونے کی وجہ
سے نوحہ کر رہی ہو (رورہی ہو) وہ کرایہ پر رونے والی عورت کی طرح ہسرگز
نہیں ہو سکتی۔

ف : اسی لئے مشہور مقولہ ہے: این الشکلی والمستلحرة۔ یعنی جس عورت
کا راکامر گیا ہو اور جو عورت رونے کے لئے کرایہ پر لائی گئی ہو، ان دونوں میں
کیا نسبت ہے۔ یعنی ان دونوں کے رونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ (ق)
(ن) ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ اپنی نصیحت و موعظات
کی وضاحت کے لئے ایسی مثالیں پیش فرمایا کرتے تھے جسے لوگ خود اپنی آنکھوں سے

مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ چیز خوب راسخ ہو جائے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے نارنگی کے مانند ہے جس کا مزہ بھی شیریں اور خوشبو بھی عمدہ۔ اور جو قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال چھوہارے جیسی ہے کہ اس کا مزہ تو شیریں ہے مگر خوشبو اس میں مطلقاً نہیں۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن شریف پڑھتا ہے مانند ریحانہ کے ہے کہ خوشبو اگرچہ اس میں ہے مگر مزہ نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا مانند حنظلہ (اندرائسن) کے ہے۔ جس کا مزہ بھی تلخ اور اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ (تلاوت القرآن، مؤلف مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور بے ساتھی کی مثال عطار اور لوہار کے پاس بیٹھنے والے کی ہے کہ عطر فروش یا تو تمھیں عطر دیکھا یا تم خود اس سے خرید لو گے یا کم از کم تم خوشبو ہی پا جاؤ گے اور لوہار تو تمھارا کپڑا اجلائیگا، یا کم از کم تم اس کی بدبو پاؤ گے۔ (بخاری و مسلم)

(ح) ہاتھ کے اشارے سے وعظ و نصیحت کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اہم بات کی تاکید فرمانا چاہتے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اس اہم کام کی جانب اشارہ فرمایا کرتے تھے جس کا اہتمام اور جس پر عمل کرنا لوگوں کے لئے ضروری تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل فرمادیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشت شہادت اور اس کے برابر والی انگلی کی جانب اشارہ فرمایا۔ (بخاری)

(ط) لکیروں اور خطوط کے ذریعہ وضاحت اور نصیحت کرنا:-
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہم باتوں کی وضاحت خطوط و لکیریں کھینچ کر فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع دائرہ بنایا اور پھر اس سے باہر نکلنے والی ایک لکیر کھینچی اور پھر بہت سی چھوٹی چھوٹی لکیریں اس طرف سے کھینچیں جو درمیان میں تھیں اور ان کا رخ اس جانب تھا جو درمیان میں تھی۔ اور ارشاد فرمایا یہ انسان ہے اور یہ (مربع دائرہ) اس کا وقت مقرر ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور یہ لکیر جو اس (دائرہ) سے باہر نکل رہی ہے یہ انسان کی امیدیں و آرزوئیں ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی لکیریں وہ حادثات و آفات ہیں جو اچانک پیش آتے ہیں۔ پس اگر انسان ایک آفت سے بچ جائے تو دوسری کا شکار ہو جائے۔ اور اگر اس سے بچ جائے تو تیسری کا۔ اور اگر ان سب سے بچ جائے تو بڑھاپا اس کو بکڑا لیتا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر دو لکیریں اس لکیر کے داہنی طرف کھینچیں اور دو بائیں

طرف، اور یہ فرمایا کہ یہ (داہنے بائیں) شیطان کے راستے ہیں۔ پھر اپنا دست مبارک درمیان کی (سیدھی) لکیر پر رکھ کر مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:-

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ رَاسٌ لِّكُمْ

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم (سیدھا) ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں کی نہ چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی سبیل سے جدا کر دیں گی۔ اس کا

وَصُكُّمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الانعام ۱۵۲) تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید کی کہ تم اس راہ کے خلاف نہ کرو، احتیاط رکھو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لکیریں کھینچی تھیں ان کا نمونہ اوپر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لکیریں کھینچ کر ان کے سامنے یہ واضح فرمایا کہ اسلام کا طریقہ وہ صراط مستقیم ہے جو عزت و جنت تک پہنچانے والا ہے اور ان کے علاوہ جو افکار و خیالات اور اصول و انتظامات ہیں وہ سب کے سب شیطان کے راستے ہیں جو ہلاکت و تباہی اور جہنم تک پہنچانے والے ہیں۔

(ی) عمل کے ذریعہ نصیحت کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعلیم و تربیت اور معاشرہ کی تعمیر کے لئے زندہ نمونے پیش فرمایا کرتے تھے۔ جن کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے حتیٰ کہ پورا وضو کے دکھلا دیا۔ پھر فرمایا جو شخص اس پر زیادتی کرے گا یا اس میں کمی کرے گا تو اس نے ظلم کیا۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایک مجمع کے سامنے وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا، جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان دونوں کے درمیان اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آیا تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

(ک) موقع و محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وعظ و نصیحت کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی (ایک علاقہ کا نام ہے) کی جانب سے بازار میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ کے ارد گرد تھے۔ ایک مردار بھیڑ کے پنجے کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا۔ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ یہ مردار اسے ایک درہم میں مل جائے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی نہیں لینا چاہتے۔ یا یہ کہا کہ ہم اس کو لیکر کیا کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں (مفت ہی) مل جائے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ بخدا اگر یہ زندہ بھی ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس کے لئے عیب تھا اور جب وہ مردار ہو گیا تو پھر تو اور زیادہ عیب دار ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ بخدا جتنا یہ مردار تمھاری نظروں میں حقیر ہے، دنیا اللہ کے یہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ (مسلم)

(ل) اہم چیز کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کرنا:-

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض سوال کو اس سے اہم سوال کی جانب بھیر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمھیں محبت ہے۔ (بخاری، مسلم)

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سوال سے (جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے) ایک اور جانب متوجہ فرادیا جس کی زیادہ ضرورت تھی، یعنی روز قیامت کے لئے اعمال صالحہ کی تیاری

(م) جس حرام چیز سے روکنا ہی اسے سامنے پیش کر کے وعظ و نصیحت کرنا:-

ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں وہ حرام چیز لے لیتے تھے جس سے روکنا مقصود ہوتا تھا۔ تاکہ اس کے حرام ہونے پر صریح رہنمائی ہو جائے۔ جس کی مثال یہ ہے:-

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونایا۔ اور پھر ان دونوں کو بلند کر کے فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ (ابوداؤد)

یہ وہ اہم اسلوب و انداز ہیں جو معلمِ اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹوں اور بڑوں کی تعلیم اور خواص کی رہنمائی اور عوام کی ہدایت کے لئے اختیار فرمایا کرتے تھے۔

لہذا مرقی حضرات کو چاہئے کہ وعظ و ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان طریقوں اور اسالیب کو اختیار کریں۔ کیونکہ یہ بہترین طریقے اور عمدہ ترین اسلوب ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تھے بلکہ آپ کے رب سے آپ کی تربیت فرمائی جیسا کہ مروی ہے: *أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَدْبِيْبِي* (یعنی میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور کیا ہی عمدہ تربیت فرمائی) لہذا یہی طریقے قیامت تک کے لئے ہدایت و اصلاح کا ذریعہ و سرچشمہ ہیں۔ (ترجمہ منہاج ج ۲)

۴۔ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت۔

دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے اور اس کے عقیدہ و اخلاق کے منہ نے اور اس کی جسمانی تربیت اور حصولِ علم کے بارے میں برابر نگرانی رکھی جائے۔

اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں کے ذریعہ والدین اور مربیوں کو اس بات پر ابھار لیا کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں کسر نہ چھوڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا
الْأَنفُسُ وَالْأَهْلِيَّةُ وَالْوَالِدَاتُ وَالْوَدَّاعَةُ
الْوَالِدَاتُ وَالْوَدَّاعَةُ وَالْوَدَّاعَةُ

النَّاسُ وَالْجِبَاةُ (التحکم ۶) ایندھن آدمی اور پتھر میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل و عیال کی تربیت کرو اور انھیں تعلیم دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے اللہ نے تمھیں روکا ہے اور تم انھیں ان باتوں کا حکم دو جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ تو یہ اس طرح ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ اور رکاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ۱۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ ۖ وَارْزُقْهُمْ مِمَّا رَزَقْنَاكَ ۚ إِنَّكَ عَلَيْهِمْ حَافِظٌ (طہ ۱۳۲) رہنے اور خود بھی اس کے پابند رہنے۔

وہ احادیث جو بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں آئی ہیں۔ بشارتیں۔ جن میں سے بعض باجماع کی جا چکی ہیں۔ اس لئے اب اس موقع پر صرف ایک حدیث کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں :-

ابو سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ میں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، لہذا ہم سے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ اپنے اہل و عیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو ہم نے اس کی اطلاع دی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم اور دھول تھے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ اور انھیں تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم دو۔ اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے

اور تم میں جو بڑا ہودہ امامت کرے۔ (تربیتہ الاولاد ج ۲ ص ۴۹ ترجمہ ج ۲ ص ۱۰۳)

بچوں کی تربیت اور نگرانی کے مختلف پہلو

○ بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال :-

وہ یہ ہے کہ توحید کے بنیادی اصول کو بچے کے اندر راسخ کرنے کے سلسلہ میں مرنی اپنی اہم ذمہ داری کو پوری کرے تاکہ بچہ الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات و افکار سے بچ سکے۔ نیز مرنی کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچہ کون سی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرتا ہے۔ پس اگر ایسی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے جن میں زلیغ و ضلال، الحاد و مسیحیت وغیرہ کی دسیسہ کاریاں پنہاں ہیں، تو پھر اپنے بچے کو اس سے دور رکھے اور اس کے ضرر سے اس کو آگاہ کر دے۔

نیز مرنی کو چاہئے کہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اور کن جماعتوں اور پارٹیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اگر ان میں بددینی اور زلیغ و الحاد کا ماحول ہے تو بچے کو ان سے دور رکھنے کی نہایت سمجھداری کے ساتھ سعی کرنا چاہئے۔

○ بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی :-

وہ یہ ہے کہ مرنی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے۔ یعنی اگر وہ دیکھے کہ بچہ وعدہ خلافی کرتا ہے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے۔ تو اس کو چاہئے کہ بچہ جیسے ہی جھوٹ بولے اسی وقت اس کی اصلاح کرے۔ اسی طرح مرنی کو

امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ پس اگر بچہ معمولی چوری بھی کرے تو مربی کی ذمہ داری ہے کہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے اور اس مرض کا علاج کرے۔

نیز مرتبی کو چاہئے کہ بچہ اگر گالی بکتا ہے اور زبان سے برے کلمات نکالتا ہے تو حکمت و دانائی سے اس کی اس عادت کا علاج کرے۔ اس کے سامنے بااخلاق بچوں کے اوصاف بیان کرے تاکہ وہ اچھے اخلاق و صفات کی طرف مائل ہو۔

○ بچے کے جسمانی پہلو کی دیکھ بھال :-

وہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور سونے جاگنے میں حفظانِ صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ کھانے کے سلسلہ میں مرتی کو چاہئے کہ وہ بچے کو بدامضمی سے بچائے اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے روکے اور کھانا، مضم ہونے سے پہلے نہ کھانے دے۔ اور اسے دو یا تین سانس میں پانی پینے کی تعلیم دے اور برتن میں سانس لینے سے روکے۔ اور کھڑے ہو کر اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے روکے۔ سونے کے سلسلہ میں بچے کو داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔ غرض مرتی کو ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی چاہئے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی ہیں۔ مثلاً مخدرات (سُن کرنے والی) اور منشیات (نشہ لانے والی چیزوں) کا استعمال، سگریٹ نوشی، مشیت زنی، زنا و لواطت وغیرہ۔ نیز مرتی کو چاہئے کہ بچے میں جب کسی بیماری کا اثر یا علامت ظاہر ہو تو علاج کے لئے کسی ماہر طبیب کی طرف رجوع کرے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :-

يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوُفًا إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

لر یضع داء الا وضع له شفاء نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کیلئے
(د احمد) دوا و شفا بھی نازل فرمائی ہے۔

پس اگر اسلامی طریقہ پر بچے کا علاج ہوگا تو بچہ بہت سے امراض سے بچ
جائے گا اور وہ پیش آنے والے بہت سے خطرات و امراض سے چھٹکا رہ
حاصل کر لے گا۔

○ بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال :-

اس سے مراد یہ ہے کہ مرنے والے بچے میں شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے۔ ہذا اگر
وہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی، تنہائی کا اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہئے کہ
وہ بچے میں جرات پیدا کرے اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اسے تلقین کرے
اور اس میں سمجھ بوجھ اور فکری و معاشرتی بھنگی کو بڑھائے۔ اسی طرح بچے میں ڈر
اور خوف کی عادت پر نظر رکھے۔ اگر یہ محسوس ہو کہ بچے میں بزدلی، خوف اور عادت
کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے، تو مربی کو
چاہئے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے اور شجاعت کا پہلو اباج کرے تاکہ دنیوی
زندگی کی مشکلات و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سایہ، تاریکی یا جن،
بھوت، چڑیل اور خوفناک مخلوق سے نہ ڈرائے۔ تاکہ بچہ ڈر اور خوف کا
عادی نہ بن جائے۔

اسی طرح مرنے پر لازم ہے کہ بچے میں احساس کہتری کی بیماری پر نظر رکھے۔ اگر بچے
میں اس کا اثر معلوم ہو تو سبب معلوم کر کے اس کا علاج کرے۔

بچے میں غصہ کی عادت پر بھی نظر رکھے۔ اگر بچہ کو معمولی معمولی سی بات پر ناراض ہوتا دیکھے تو اس کا سبب معلوم کر کے اس کا ازالہ کرے اور اس عادت کے ختم کرنے کی سعی کرے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۱۶)

○ بچے کی معاشرتی زندگی کی نگرانی :-

اس سے مراد یہ ہے کہ مرنی بچے میں یہ بات بھی بغور دیکھے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر محسوس ہو کہ بچہ اپنے والد، والدہ، بہن، بھائیوں، رشتہ داروں یا اساتذہ یا بڑوں کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی و تقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرتے تاکہ وہ سمجھ کر عمل کرنے لگ جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان باتوں پر مکمل نظر رکھی جائے تو بچہ ایک ایسا ہوشیار، سمجھدار، باادب، بااخلاق شخص بن جائے گا جو دنیوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو بلا کسی کمی و کوتاہی کے ادا کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح مرنی کو چاہئے کہ بچے کے قلب میں ایمان و تقویٰ اور مراقبہ کے اصول جاگزیں کرے اور دل میں ایثار و محبت اور الفت و ہمدردی اور پاک باطنی کے جذبات و احساسات پیدا کرے۔ تاکہ بچہ جب جوان ہو تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے۔ اور مخلوق کے بھی۔

○ روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال :-

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنی بچے میں اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اسکی باتیں سن

رہا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید پر مطلع ہے۔

نیز مرنے کو خشوع و خضوع اور تقوی اللہ کے پہلو کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو سمجھنے کے لئے بچے کی چشم بصیرت کھول دے جو چھوٹے بڑے، جاندار غیر جاندار، اُگنے والے درختوں، مہکدار پھولوں اور عجیب و غریب قسم کے کرداروں اور بوں مخلوق میں محیط ہے۔

نیز ابتدائے شعور سے نماز میں خشوع و خضوع اور قرآن پاک کی تلاوت سے متاثر ہونے کا عادی بنایا جائے۔

نیز مرنے کو نماز روزے کی پابندی پر شروع ہی سے نگاہ رکھنی چاہئے۔ نیز اگر دوست ہو تو چاہئے کہ حج کے لئے بھی ساتھ لے جائے تاکہ حج کے مناسک سیکھ لے۔ اسی طرح مرنے کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بن لے۔

اسی طرح مرنے کو چاہئے کہ دعاؤں کی پابندی کے پہلو پر نظر رکھے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرادی جائیں جو صبح و شام سونے جاگنے، کھانے پینے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوتی ہیں۔ اسی طرح سفر کی دعائیں، استخارہ کی دعا، بارش کی دعا، چاند دیکھنے کی دعا، بے خوابی کی دعا، جسم و بیماری کی دعائیں جو منقول ہیں یاد کرائیں۔

بلاشبہ اگر مرنے والے کو یہ دعائیں سکھا دے گا اور وقت پر پڑھنے کی ترغیب دیگا تو بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھے گا اور اس کے قلب میں اللہ کا تقویٰ جاگزیں ہوگا اور مراقبہ و محاسبہ کی عادت بڑھے گی۔ ایسی صورت میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال و افعال صحیح ہو جائیں گے۔ پھر وہ پختہ

پاکیزگی اور صفائی میں روئے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند سمجھا جائے گا۔

(۵) عقوبت اور سزا کے ذریعہ تربیت :-

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض کیلئے مقرر کئے گئے ہیں تاکہ انسان کی بنیادی ضروریات کی حفاظت ہو سکے جن سے کوئی بھی انسان نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ ان احکام کو ائمہ مجتہدین اور اصول فقہ کے علماء نے پانچ امور میں محصور کیا ہے اور ان کا نام ”ضروریات خمسہ“ یا ”کلیات خمسہ“ رکھا ہے۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) دین کی حفاظت (۲) نفس کی حفاظت (۳) عزت و آبرو کی حفاظت (۴) عقل کی حفاظت (۵) مال کی حفاظت۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اسلامی نظام میں جو بھی احکام اور قوانین ہیں ان سب کا مقصد انہی کلیات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال اور رعایت ہے۔

ان کلیات کی حفاظت کے لئے شریعت نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں جو ہر اس شخص پر جاری ہوں گی جو ان کی خلاف ورزی کرے گا، ان احکامات کو توڑے گا اور ان کی حدود کو پھلانگے گا۔ شریعت میں یہ سزائیں حدود و تعزیرات کے نام سے معروف ہیں۔

حدود کی تعریف : حدود وہ سزائیں ہیں جنہیں شریعت نے اللہ کے حق کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ تو گویا حدود اللہ کے حقوق کی حفاظت کے لئے لاگو ہوتی ہیں۔ اور یہ حدود درج ذیل ہیں :-

۱۔ مرتد ہونے کی سزا:-

اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور دین کے ترک اور الحاد پر باقی رہنے پر اصرار کرے اور توبہ کرنے پر راضی نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کو نہ غسل دیا جائیگا نہ کفن، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائیگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ
فَاقْتُلُوْهُ۔ (احمد)

جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے اسے قتل کر دو۔

۲۔ کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا:-

اگر کوئی شخص کسی شخص کو عدا (جان بوجھ کر) قتل کرے تو اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ
الْحَدِّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدِ
بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى
اے ایمان والو! تم پر (قانون) قصاص
فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین (بقتل عمد) کے
بارے میں۔ آزاد آدمی آزاد آدمی کے
عوض میں اور غلام، غلام کے عوض میں
اور عورت عورت کے عوض میں

(البقرة ۱۷۸)

۳۔ چوری کی سزا:-

چوری کی سزا گٹے سے چور کا ہاتھ کاٹنا ہے جب کہ اس کے شرائط مجتمع ہوں اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ
فَاقْطِعُوْا اَيْدِيَهُمَا
اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری
کرے سوان دونوں کے (داہنے) ہاتھ گٹے

جَزَاءً يَرْجَا كَسَبَانِكَا لَا يَمُنُ
 اللَّهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
 (المائدہ ۳۸)

دپر سے) کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض
 میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ
 بڑے قوت والے بڑے حکمت والے ہیں۔

۴۔ حدِ قذف :-

کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانے کی سزا اٹھی کوڑے اور ایسے شخص کی
 گواہی قبول نہ کر لے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ
 ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
 فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً
 وَلَا تَقْبَلُوا لَهُنَّ شَهَادَةً أَبَدًا
 وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور ۴)

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن
 عورتوں کو اور پھر (اپنے دعوے پر) چار گواہ
 نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درجے لگاؤ
 اور ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہ
 لوگ فاسق ہیں۔

۵۔ حدِ زنا :-

اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ اور اگر شادی شدہ
 ہو تو اس کی سزا مرنے تک سنگسار کرنا ہے۔ سو کوڑے لگانے کی دلیل اللہ تعالیٰ
 کا یہ ارشاد ہے :-

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي
 فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً
 جَلْدَةً - (النور ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد
 سو اُن میں سے ہر ایک کے سوا
 درجے مارو۔

رباز تجم تو وہ اس لئے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ اور غامدی
 عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم فرمایا کیونکہ وہ دونوں شادی شدہ تھے۔

۶۔ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا:-

اس کی سزا قتل یا سولی پر چڑھانا ہے۔ یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا۔ یا ملک بدر کرنا ہے۔

جہور فقہاء جن میں امام شافعی و احمد رحمہما اللہ بھی داخل ہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انھیں قتل کیا جائے گا، لیکن سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا۔ اور اگر مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اگر دہشت گردی کی ہو اور مال نہ لوٹا ہو، تو انکو ملک بدر کر دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں اصل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:-

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ
فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا
أَوْ يَصَلَّبُوا
أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ
وَأرجُلُهُمْ
مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْأَرْضِ
ذَلِكَ لَهُمْ جُزْئٌ فِي
الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں۔ یا زمین پر سے نکال دیے جائیں۔ یہ ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے، اور ان کو آخرت

میں اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر فساد یوں یعنی رہنماؤں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو، مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو، تو اس کی سزا قتل ہے اور اگر مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو، تو اس کی سزا سولی دیا جانا ہے۔ اور اگر صرف مال لیا ہو، قتل نہ کیا ہو تو وہ اسلئے اور بایاں پاؤں کاٹ لئے جائیں۔ اور اگر نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو، بلکہ قصد کرنے کے بعد ہی گرفتار کئے گئے تو آزادی ختم کر کے جیل بھیج دیا جائے۔ (معارف القرآن ص ۱۳۱ ج ۳) ق ۴

عَظِيمُهُ (المائدہ ۲۲) میں عذاب عظیم ہوگا۔

۷۔ شراب نوشی کی سزا :-

شراب نوشی کی سزا چالیس سے اسی کوڑے تک ہے۔ اس لئے کہ مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے شراب نوشی کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چالیس کوڑے شمار کئے تھے۔ اسی کوڑے لگانے کی سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز ہے انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماعاً نے مشورہ دیا کہ اس کی سزا اسی کوڑے مقرر کی جائے۔ پس اگر امام سمجھے کہ چالیس کوڑے سے شراب نوشی سے باز نہ آئے گا تو اسی کوڑے تک مار سکتا ہے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۲۵)

تعزیرات کی تعریف :-

تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو متعین طور پر مقرر نہیں ہیں۔ اور یہ تعزیرات ہر ایسی معصیت پر نافذ ہوتی ہیں جس پر کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ ہو۔ لیکن تعزیرات میں یہ خیال رکھا جائے گا کہ وہ مقررہ حدود میں سے کسی حد کے برابر نہ ہونے پائیں، بلکہ اس سے کم درجہ کی ہی رہیں۔

کوئی بھی دوا آدمی اس میں شک نہ کریں گے کہ اسلام نے حدود و تعزیرات پر مبنی یہ سزائیں اس لئے مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں کو امن و امان اور چین و سکون کی زندگی حاصل ہو۔ اور کوئی ظالم کسی پر زیادتی نہ کرے۔ اور کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم نہ کرے۔ اور کوئی مالدار کسی غریب پر بے جا حکم نہ چلائے۔ بلکہ سب کے سب حق کے میدان اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی سفید کو سیاہ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

ہاں تعزیرات میں لوگوں کی عمر، حیثیت، منزلت و ثقافت کے اعتبار سے

فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں معمولی سی نصیحت کافی ہو جاتی ہے اور بعض کو ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے۔ اور بعض کو بغیر ڈنڈے کے کام نہیں چلتا۔ اور بعض اس وقت تک قابو میں نہیں آتے جب تک انہیں جیل میں نہ ڈالا جائے واقعی کسی نے سچ کہا ہے ۵

الْعَبْدُ يُقْرَعُ بِالْعَصَا وَالْحُرُّ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ

(غلام کو ڈنڈے سے سزا دی جاتی ہے اور آزاد شریف آدمی کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے) لیکن وہ سزائیں جو مرثیٰ حضرات گھریا مدرسہ میں دیتے ہیں وہ کمیت، کیفیت اور طریقہ کے اعتبار سے عام لوگوں کو دی جانے والی دوسری سزاؤں سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کو سمجھ کر سزا دینی چاہئے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۳۷)

دین اسلام میں بچوں کو سزا دینے کے طریقے

- ۱۔ اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ نرمی اختیار کرو اور سختی و فحش گوئی سے بچو۔ اور آخری روایت کرتے ہیں کہ کھلاؤ لیکن سختی نہ کرو۔
- ۲۔ خطا کار بچے کو سزا دینے میں اسکی طبیعت کی رعایت کی جائے۔ بچے زکاوت و سمجھداری میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا بعض بچوں کو اصلاح و تنبیہ کے لئے ان کی طرف ترچھی و تیز نگاہوں سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا بچہ سزا میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور کبھی مارتی کو اصلاح و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد ڈنڈے کے

استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض مرقی کو سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہئے اور ایسی سزا دینا چاہئے جو اسکی ذکاوت اور مزاج کے موافق ہو۔ (ترجمہ ضل)

۳۔ سزا دینے میں تدریج سے کام لینا چاہئے۔

یعنی مرقی پہلے معمولی سزا دے۔ اور سخت سزا بالکل آخری مرحلہ میں اختیار کرنا چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اصلاح کرنے اور سزا دینے کے چند مراتب و مراحل ہیں جنہیں مرقی کو مار پیٹ سے پہلے اختیار کرنا چاہئے، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

بچوں کو سزا دینے کے شرائط:-

۱۔ مرقی کو مار پیٹ کی طرف اس وقت تک متوجہ نہیں ہونا چاہئے جب تک وہ تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام وسائل بروئے کار نہ لے آئے۔

۲۔ مرقی کو چاہئے کہ سخت غصہ کی حالت میں بچے کو ہرگز نہ مارے جس سے بچے کو جسمانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ نیز مرقی کو چاہئے کہ بچے کو ایسی جگہ پر نہ مارے جہاں مارنے سے ایذا و نقصان کا خوف ہو۔ جیسے چہرہ، سر، سینہ اور پیٹ وغیرہ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”چہرے پر مت مارو“ (ابوداؤد)

۴۔ سزا کے ابتدائی مراحل میں زیادہ سخت اور تکلیف دہ مار نہ ہونا چاہئے، بلکہ ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھ پائوں وغیرہ پر مارنا چاہئے۔ اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین قمچیوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہئے۔

۵۔ جب تک بچہ دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے نہیں مارنا چاہئے۔ اس حدیث کی بنا پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ ”اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ

سات سال کے ہو جائیں اور نماز (نپڑھنے پر) ان کو مار دے جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔“

۶۔ غلطی کا صدور بچے سے پہلی مرتبہ ہوا ہو تو اسے اس جرم سے توبہ کا موقع دینا چاہئے اور اس حرکت پر اس کا عند قبول کرنا چاہئے۔

۷۔ مرتبی بچے کو خود مارے۔ یہ ذمہ داری اس کے کسی بھائی یا ساتھی کے سپرد نہ کرے۔ تاکہ باہم لڑائی بھگڑانہ ہو اور حدودِ حد کی آگ نہ بھڑکے۔

۸۔ بچہ جب بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور مرتبی یہ محسوس کرے کہ تنبیہ و زجر کیلئے دس چھڑیاں مارنا کافی نہیں، تو وہ اس پر اضافہ بھی کر سکتا ہے اور تکلیف دہ مار بھی لگا سکتا ہے اور بار بار بھی مار سکتا ہے یہاں تک کہ وہ محسوس کرے کہ بچہ صحیح راستہ پر آگیا ہے اور اب بالکل سیدھے راستہ پر ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

پس اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہوں کہ آپ کے بچوں کی اصلاح ہو اور وہ آپ کے معاشرہ کے لئے خیر ثابت ہوں تو ان مذکورہ وسائل کو اختیار کریں اور ان بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں۔

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَاَسْبِرَی اللّٰہُ
اَمَلْکُمْ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اور آپ فرمادیجئے کہ عمل کے جاؤ پھر آگے
دیکھ لیگا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا

(التوبہ ۱۰۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(تہذیب الاولاد ج ۲ ص ۷۷ - ترجمہ ج ۲ ص ۱۴۱)

فصل ثانی

تربیت کے بنیادی اصول و قواعد

بچے کی شخصیت سازی اور ذہنی زندگی میں صحیح انسان بنانے کے سلسلہ میں جو قواعد مربیوں کو کام میں لانا چاہئے، ان کو بیان کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان بنیادی صفات کو مختصر اذکر کر دیں جن کا خود مربی میں پایا جانا ضروری ہے تاکہ بچوں پر تربیت کا پورا اثر پڑے۔

مربی کی بنیادی صفات

۱۔ اخلاص۔

مربی کے اندر اولین وصف اخلاص کا ہونا چاہئے۔ یعنی ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست رکھے اور تربیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ اس لئے کہ قول و عمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اخلاص کے کوئی بھی عمل قبول نہیں فرماتے۔

۲۔ تقویٰ۔

مربی میں سب سے ممتاز وصف تقویٰ کا ہونا چاہئے۔ تقویٰ کی تعریف علماء ربانین نے یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ہرگز نہ دیکھے جہاں رہنے سے

تمہیں روکا ہے، اور جہاں موجود رہنے کا حکم دیا ہے وہاں سے ہرگز غائب نہ پائے۔ اور بعض حضرات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ، اچھے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا اور ظاہری و باطنی طور سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کبھی کانٹوں والے راستے سے گزرے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں! انھوں نے پوچھا، آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟ فرمایا (بچ کر نکلنے کی) خوب گوش و محنت کی! انھوں نے فرمایا، یہی تقویٰ ہے۔

اسی لئے تقویٰ کے اختیار کرنے پر قرآن پاک کی بہت سی آیات میں ابھارا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر مرتبی متقی و پرہیزگار نہ ہو اور معاملات و کردار میں اسلام کے طور طریقوں کا پابند نہ ہو، تو لازمی طور پر پتہ آزادی اور بے راہ روی کے دلدل میں پھنس جائے گا اور گمراہی و ضلالت کی وادی میں بھٹک جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے خود اس شخص کو برائیوں میں ملوث اور شہوات کے دریا میں غرق دیکھا ہے جو اس کی تربیت کا ذمہ دار تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۳۔ علم۔

مرتبی کے اندر ان اصول تربیت کا علم بھی ضروری ہے جنہیں شریعت اسلامیہ نے پیش کئے ہیں۔ تاکہ وہ ان مضبوط بنیادوں پر تربیت کر سکے۔

پس اگر مرتبی خود ہی جاہل ہو اور بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد سے نا آشنا ہو، تو بچہ نفسیاتی طور سے الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لئے کہ جس حوض میں خود پانی نہ ہو، دوسروں کو کیا سیراب کرے گا۔ اور جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسرے کو کیسے

روشن و منور کر سکتا ہے۔ اسی لئے دین اسلام نے علم پر بہت اُبھارا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر ۹)
آپ فرمادیجئے کہ علم والے اور جہل والے
کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

لور

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ (طہ ۱۱۴)
یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا
سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ
جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ
(مسلم)
آسان فرمادیتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:-

مَنْ حَذَرَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ
فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ (ترمذی)
جو شخص طلب علم کے لئے (گھر سے) نکلے گا تو اس کا یہ نکلنا اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
حاصل کرنا فرض ہے۔ (ابن ماجہ)
ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو یا عورت) علم (دین)

ان قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کے بعد مرقی حضرات کو چاہئے کہ
علم نافع حاصل کریں اور اسلام کے تربیتی اصول کو سیکھیں اور ان سے آراستہ ہوں
تا کہ اسلامی معاشرہ پیدا کر سکیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۵)

۴۔ حلم و بردباری :-

وہ بنیادی صفات جن کا مرتبی میں پایا جانا ضروری ہے ان میں سے حلم و بردباری بھی ہے۔ اس صفت کی وجہ سے بچہ اپنے مرتبی کی طرف مائل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مرتبی کے ارشادات پر لبیک کہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے حلم و بردباری کے اختیاء کرنے پر ابھارا ہے اور بہت سی آیات و احادیث میں اس کی طرف ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ تربیت کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حلم ان عظیم ترین نفسیاتی و اخلاقی فضائل میں سے ہے جو انسان کو ادب اور کمال کی چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔ آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ وَالْكَاطِبِينَ الْغُظَّ وَالْعَافِينَ اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے
عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو
کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔ (آل عمران ۱۳۴)

۲۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک
وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے
ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔ (اعراف ۱۹۹)

۳۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے
یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے (شوری ۴۳)
۴۔ إِذْ نَعَزُّ بِالْقِدْهِ أَحْسَنُ فَإِذَا آپ (مع ابتلاع) نیک برتاؤ سے بدی
الْبَدِئِ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ پھر یکایک آپ میں
كَانَتْهُ وَلَمْ يَحْمَيْهِ اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا
ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے (حکم السجدۃ ۳۴)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے فرمایا :-
 ان فیک خصلتین یجہما اللہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ
 المحلو والاناۃ۔ (مسلم) پسند فرماتے ہیں ایک بردباری دوسرے وقار
 اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرنے کی پہچان کی تربیت کے لئے ہمیشہ حلم و نرمی ہی اختیار
 کرے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بچوں کی اصلاح میں اپنے اوپر قابو رکھے یعنی جو
 مناسب حال ہو وہ طریقہ اختیار کرے۔

۵۔ مسئولیت یعنی ذمہ داری کا احساس :-

مرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے تاکہ وہ مکمل
 طور پر پہچان کی دیکھ بھال اور نگرانی رکھے۔ پس اگر مرنے نے اس ذمہ داری کے احساس میں
 ذرا بھی غفلت برتی تو بچہ لامحالہ بدکردار بچوں میں شامل ہو جائے گا اور پھر مرنے کو اپنی
 کوتاہی پر ندامت ہوگی۔ لیکن اس وقت ندامت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس وقت
 مرنے کو اپنی اس حرکت پر رونا آئے گا لیکن اس وقت رونا بے سود ہوگا۔
 اَتَّبِعْکَیْ مَعْلٰی بُسْنٰی وَاَنْتَ قَتَلْتَهَا وَقَدْ ذَهَبَتْ لَبْنٰی فَمَا اَنْتَ صَانِعٌ
 (کیا تم لبنی پر روتے ہو؟ حالانکہ تم ہی نے اسے قتل کیا ہے۔ لبنی تو چلی گئی بتلاؤ
 تم اب کیا کرو گے؟)

محترم مرنے صاحبان! مسئولیت کے پورا کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے
 سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا۟ اَنْفُسَكُمْ
 وَ اٰهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (التحریم)
 اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد
 کو آگ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

إِنَّ اللَّهَ سَائِلٌ كُلِّ رَاجٍ حَسًّا اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے
اسْتَوْعَاةً حِفْظًا أَمْضِيَةً حَتَّى يُسَلِّ بارے میں پوچھے گا کہ اس نے انکی حفاظت
الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ - کی یا ضلک کر دیا؟ حتیٰ کہ انسان سے اپنے

(صمیم ابن حبان) گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

مسئولیت کے احساس کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتبی صباغ
کے سامنے مختصر اہی وہ سازشیں اور منصوبے بیان کروں جو مسلمان افراد اور مسلم معاشرہ
اور مسلم خاندانوں کو خراب کرنے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے معاملہ میں پوری
بصیرت پر ہوں اور اپنے بچوں اور خاندان کی اصلاح کے لئے خوب جدوجہد کریں۔

اہل باطل اور شیطان کے ایجنٹوں نے ہر زمانہ میں باطل کو بڑھانے، نیز حق
اور اہل حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا پورا زور
صرف کیا ہے۔ ان بد نحتوں نے ہر زمانہ میں خدائی تعلیمات اور اس کے ماننے والوں
کے خلاف سازشیں کی ہیں اور انھیں حق سے ہٹانے اور حق کو مٹانے کے دیرپے رہے
ہیں۔ کاش مسلمان اس کو سمجھیں۔! لیکن کیا چمکاڑوں کی بھیڑ اور ان کی یلغار سے
آفتاب کی حرارت اور تمازت میں کوئی خلل آسکتا ہے؟ حق ہر حال حق ہے۔ باطل
کی ریشہ دوانیوں اور بہتان طرازیوں سے اسکی حقانیت متاثر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ
خدا کا فرمان ہے یُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا اللَّهَ يَعْنِي كُفَارًا چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے
منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو جتنا
بڑا لگے۔ ان سازشوں کے کچھ نمونے آپ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو اس قسم کی
سازشوں سے خبردار رکھیں اور خود بھی ان کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔

(الف) شیوعی سازشیں :-

ایک خطرناک سَری دستاویز جس کو ”کلمۃ الحق“ نامی رسالہ نے محرم ۱۳۸۶ھ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء کے پرچے میں ”اسلام کے خلاف خطرناک سازش“ کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اس دستاویز کو کمیونسٹوں نے ماسکو میں تیار کیا تھا جس میں اپنا منصوبہ درج کیا۔ جس کے تحت اس میں لکھا ہے کہ : اسلام کی بیخ کنی کے لئے اسلام ہی کو ہتھیار بنایا جائے۔ جس کے لئے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ :-

- ۱۔ اسلام سے صلح کی جائے تاکہ اس پر غلبہ حاصل ہو سکے۔
- ۲۔ مذہب و دین کے رہنماؤں اور دیندار حکام کی شہرت کو داغدار کرنا اور ان پر استعمار و صیہونیت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانا۔
- ۳۔ اشتراکیت کی تعلیم کو تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تمام تعلیمی شعبوں میں عام کر دینا اور اسلام سے مزاحمت کرنا اور اس کا گھیراؤ کرنا، تاکہ وہ ایسی قوت نہ بن سکے جو اشتراکیت کے لئے خطرہ ثابت ہو۔
- ۴۔ دینی جماعتیں خواہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں، ان کو ملک میں قائم ہونے سے روکنا
- ۵۔ اسلامی معاشرہ سے ایسے طریقے سے نفرت دلانا جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں۔
- ۶۔ ملحد مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا اور دین اور مذہب ہی سربراہی کی مخالفت اور اس پر حملہ کرنے کی انھیں صراحتہ اجازت دینا۔
- ۷۔ اشتراکی رابطہ کو قائم کرنا اسلئے کہ اسلامی رابطہ علمی اشتراکیت کے لئے

سب سے بڑا خطرہ ہے۔

- ۸۔ عوام کو اشتراکی نعروں میں مشغول رکھنا اور انکو سوچنے تک کی فرصت نہ دینا۔
- ۹۔ دینی و روحانی اقدار کو یہ کہہ کرتے دبا کرنا کہ ان میں فلاں فلاں عیوب و نقائص ہیں۔
- ۱۰۔ صبح و شام، رات دن انقلاب کا نعرہ لگانا اور یہ اعلان کرنا کہ انقلاب ہی عوام کو ان کے رجعت پسند حکام سے پہلا اور آخری نجات دہندہ ہے۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۱۵)

اس دستاویز میں مزید دفعات بھی ہیں۔ مگر ہم نے بغرض اختصار ان سب کو نقل نہیں کیا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان دہریوں کے منصوبے پاش پاش اور ان کے عزائم مگرڑی کے جالے کے مثل پارہ پارہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اور ان جیسے سارے دشمنان اسلام کو نیست و نابود فرمادے اور نظام اسلام کو سارے عالم میں غالب و راجح فرمادے۔ آمین! محمد قمر الزمان و زوی الحجۃ علیہ السلام

آخر میں مصنف نے کیا ہی بر محل آیت نقل فرمائی ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
بِأَنفُسِهِمْ وَيَأْتِي اللَّهُ أَنْ يَتِمَّ نُورُهُ
ذَلِكُمْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبہ ۳۲)

چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی پوری کر کے رہے گا چاہے کافر برا مانیں۔

(ب) صلیبی سازشیں :-

پہلی صلیبی جنگیں جو دو صدیوں تک جاری رہیں ان میں اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کے بعد عیسائیوں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا اور نہایت عیاری سے یہ منصوبہ تیار کیا :-

اولاً : خلافت اسلامیہ جو دولت عثمانیہ کی شکل میں موجود تھی، اس کو

ختم کرنا۔ اور سب سے بڑے خائن کمال آتارک سے یہ شرط لگائی کہ وہ سرزمین ترک سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مندرجہ ذیل شروط نافذ نہیں ہو جائیں۔
 ۱۔ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ اور خلیفہ کو ترکی سے ملک بدر کرنا۔

ب۔ ترکی اپنا تعلق اسلام سے توڑے۔

ج۔ ترکی اپنے لئے اس دستور کے بجائے جو اسلام سے لیا گیا ہے ایک دوسرا دستور تیار کرے۔ جو کے بجائے اتوار کو چھٹی کرنا بھی ان کی شروط میں داخل تھا اور یہ سب شرطیں مکمل ہو گیا۔

خائن آتارک نے ان شروط کو نافذ کیا اور انگریز اور اس کے حلیفوں نے ترکی کی آزادی و استقلال کو قبول کر لیا۔ اور خلافت اسلامیہ کے خاتمے اور حکومت کو لادینی مملکت بنانے کی کوششوں کو سراہا۔

ثانیاً: قرآن کریم کو ختم و نیست و نابود کرنا۔ اس لئے کہ عیسائیت یہ سمجھتی ہے کہ قرآن ہی مسلمانوں کی قوت و ثقافت کی طرف لوٹنے کا اساسی مرکز ہے۔

ثالثاً: مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کر دینا۔

رابعاً: مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا کہ مسلمان کمزور، ذلیل اور بے سہارا ہو جائیں۔

خامساً: مسلمان عورتوں کو بگاڑنا۔ جس کا طریقہ یہ ہو کہ عورتوں کی آزادی کے نام پر جو

جماعتیں کام کریں ان کی خوب تائید کی جائے اور عورت کو مرد کے مساوی قرار

دیا جائے۔ اسلامی نظام میں کئی بیویوں کے رکھنے اور طلاق دینے کی اجازت

کی مخالفت کی جائے۔ اور ان سب کا مقصد شبہات کا پیدا کرنا اور یہ بتلانا ہو کہ

اسلامی شریعت اس دور کیلئے لائق عمل نہیں، اور زندگی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت

نہیں رکھتی اور اس میں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے جائیں۔ (حوالہ ترجمہ ص ۱۶۴)

(ج) یہودیت کے منصوبے اور سازشیں :

یہود پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ حیلہ و مکر کے مختلف طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق روئے زمین پر تسلط حاصل کریں اور تمام عالم پر اپنی حکومت کا بھنڈا گاڑ دیں۔ اور انھوں نے اپنے منصوبوں کو کامیاب کرنے کے لئے اپنے سامنے دو بنیادی ہدف (نشانے) رکھے ہیں۔

پہلا ہدف : قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانا اور ان کے درمیان جنگیں کھڑی کرنا اور ان قوموں میں فتنوں کو ہوا دینا۔

دوسرا ہدف : قوموں کے عقائد خراب کرنا اور ان کے اخلاق اور نظام اور دینی ذوق کو خراب کرنا اور انھیں اللہ کے راستہ سے دور کرنا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۶۶)

اس کے بعد ان یہودیوں کے مکائد اور مکر و فریب کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس کو اختصار کے مد نظر ہم نقل نہیں کر رہے ہیں۔ البتہ اخیر کی چند سطور کو نقل کرتے ہیں جن سے آپ کو ان کے ناپاک عزائم و منصوبوں کا اندازہ ہو جائے گا۔

پروردگار کو میں یہ بھی لکھا ہے کہ : ہمیں چاہئے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کا جنازہ نکالنے کے لئے کام کریں تاکہ ہمارے تسلط کی راہ ہموار ہو۔ فراموش ہمارا آدمی ہے وہ جنسی تعلقات کو دن دہارے پیش کرتا رہے گا تاکہ جوانوں کی نگاہ میں کوئی چیز بھی مقدس باقی نہ رہے اور ان کا سب سے بڑا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بن جائے۔ جب یہ ہوگا تو اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہوگا۔

بلغراد کی ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۲ء کی قرارداد میں ان کا یہ قول تحریر ہے کہ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم ماسونی لوگ دین کے دشمن ہیں اور ہمیں دین کے

آثار و علامات کے خاتمے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے۔

ماسونی مشرق اعظم ۱۹۱۳ء کی قرارداد میں لکھا ہے کہ عنقریب انسانیت ہی کو مقصد بنا لیا جائے گا۔ خدا کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اور انٹرنیشنل ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۱۹ء کی قرارداد میں یہ لکھا ہے کہ ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ دینداروں پر فتح حاصل کر لیں ان کی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کر لیں بلکہ ہمارا بنیادی اور اصلی مقصد ان لوگوں کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

ماسونی مجلہ اکاسیا ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے کہ: دین کے خلاف جہاد و مقابلہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا جب دین کو حکومت سے جدا کر دیا جائے۔ ماسونیت دین کی جگہ لے لے اور اس کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں۔

محترم مرتبی صاحبان! کیا آپ نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ان خبیث و عیاراتہ منصوبوں سے یہودیت و ماسونیت کیا چاہتی ہے؟ بلا شک و شبہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی عزت و دوبارہ قائم ہو اور فرات سے نیل تک ان کی عظیم حکومت کی تاسیس ہو۔ پھر تمام عالم پر قبضہ کیا جاسکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کے جو وسائل ہیں ان میں روئے زمین سے تمام آسمانی دیوئوں اور اخلاقی و معاشرتی و اقتصادی مذاہب کا خاتمہ اور صرف اور صرف یہودیت کے جھنڈے کی سر بلندی ہے۔ اور فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام انہی مکارانہ سازشوں کا کرشمہ ہے جن سے ماسونی محفلوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لئے کام لیا۔

محترم مرتبی صاحبان! جب آپ نے یہ سب کچھ جان لیا تو پھر آپ کو اپنی کوشش و جدوجہد کو دو گنا کر دینا چاہئے۔ اور اپنی اولاد کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور فکر و نفسیاتی تعمیر کے لئے اپنے عزم کو تیز کر دینا چاہئے۔ تاکہ یہودی سازشیں ان کے

عقائد کو جھنجھوڑ سکیں اور ان کے اخلاق کو تباہ نہ کر سکیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۱۵۳)

(د) استعماری منصوبے اور سازشیں :-

استعماری سازشوں سے میری مراد وہ منصوبے ہیں جن کا اسلام سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے باز رکھنے اور اسلامی معاشرے کو آزادی و شہوت پرستی میں غرق کرنے میں عیسائیت اور اشتراک سے بہت گہرا ربط و تعلق ہے۔ ان کا مقصد اصلی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں پھنسا کر اسلامی عقیدے سے علوی و قہری دست کر دیا جائے اور انھیں ایک ایسا حیوان بنا دیا جائے جس کا دنیاوی زندگی کافی میں سوائے خواہشات نفس کے پورا کرنے و ذلالت و رذالت کے کچھ نہیں دھنسنے کے اور کوئی کام نہ ہو۔ نہ اسے عظمت و عزت تک پہنچنے کی خواہش ہو اور نہ دنیا میں کوئی عظیم کام انجام دینے کی تمنا ہو۔

ان مستعمرین کا ایک بڑا آدمی لکھتا ہے کہ شراب کا جام اور مخمّر (گلے والی بوتل) امت محمدیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ہزار توپوں سے زیادہ اثر رکھتے ہیں اس لئے امت کو مادیت و شہوت پرستی میں غرق کر دو۔

غرض یہود و نصاریٰ و مستشرقین سب کے سب اسلامی مقدسات اور اسلامی مبادیات اور بنیادی اصولوں کو ختم کرنے اور ان کے وجود کو دنیا سے مٹانے والے وسائل کو ملے یہ قول اگرچہ دشمن کا ہے پھر بھی ہم کو غور کرنا چاہیے کہ یہ حقیقت تو نہیں ہے۔ اور سو فیصد نہیں دس فیصد ہی ہے تو بھی افسوس کی بات ہے کہ جس امت کی بنیاد اخلاص اور نفس کے تزکیہ پر ہو اس قسم کے افعال سرزد ہوں جو جلع ہوئی اور نفس پرستی پر دلالت کریں اور دشمن اس کو دیکھ کر اس قسم کا بیان میں نہ ڈوبنے کی بلکہ اعلیٰ اللہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور ہوائے فساد کی اتلا سے کال کچن کو اختیار کرنے کی توفیق دے اور اپنی رضا سے مشرف فرمائے۔ آمین۔ رب العالمین!۔ (دقران)

علی جامع پہنانے میں ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر واللہ مہم نوریہ و لکھ
کبرۃ الکفرۃ۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۷۱)

مرقی حضرات! جب آپ نے یہ منصوبے اور سازشیں جان لیں تو آپ لوگوں
پر فرض ہے کہ آپ خوب جدوجہد کریں اور پختہ عزم و ارادہ کے ساتھ کھڑے ہوں تاکہ
اس اسلامی فریضہ کو ادا کر سکیں جو بچوں کی تربیت اور خاندان کی اصلاح کے سلسلہ میں
آپ پر لازم ہے۔

لہذا حساب و کتاب اور سوال و جواب سے قبل اس حق کو ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ
کی رضا و خوشنودی نصیب ہو سکے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۷۱)

بچے کی تربیت کے بنیادی اصول دو ہیں:-

۱۔ ربط و تعلق کے اصول

۲۔ متنبہ کرنے کے اصول

ربط و تعلق کے اصول پانچ ہیں:-

(۱) اعتقادی رابطہ:-

مرقی پر لازم ہے کہ وہ بچے کے دل میں یہ چیزیں سمودے: اللہ جل شانہ پر ایمان،
فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، فرشتوں کے سوال، آخرت کے احوال، دوبارہ زندہ
کئے جانے اور حساب و کتاب، جنت و دوزخ وغیرہ غیبی امور پر ایمان۔ پس اگر بچے میں

ایمان کا اتنا احساس ہو جائے گا تو پھر یہ اسے معاشرتی برائیوں اور نفسانی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گا۔ اور وہ روحانی اور اخلاقی طور پر مکمل ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جائے گا جن کی طرف انجلی سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۲) روحانی ارتباط :-

روحانی ارتباط سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف، پاکیزہ اور روشن ہو جائے اور اس کے دل سے ایمان اور اخلاص کے چشمے پھوٹ نکلیں۔ اور اس کا نفس پاکیزگی و روحانیت کی فضا میں بلندی کی معراج کو پہنچ جائے۔ اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی رابطوں سے مربوط رکھنے کے لئے ایک خاص نظام مقرر کیا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی و نور اور اخلاص و صفائی کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکیں۔

(الف) بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا :-

یعنی بچوں کو نماز کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی بھی تاکید کی جائے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ اور باپ اگر صاحب حیثیت ہو تو بچے کو حج سے بھی واقف کرائے اور صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ سے بھی آگاہ کرائے۔

مرتبہ محترم! آپ کو چاہئے کہ بچے کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادتوں ہی میں مہصور نہیں ہے بلکہ عبادت ہر اس نیک کلم کو شامل ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نظام کو اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھا دیں۔ تاکہ بچہ حلال کو

اختیار کرے اور حرام سے بچے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-
 اَعْمَلُوا بِطَاعَةِ اللَّهِ وَاتَّقُوا مَعَاصِيَ اللَّهِ کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی نافرمانی
 اللہ و مَرُوءًا اَوْلَادَكُمْ بِامْتِنَالِ الْاَوَامِرِ سے بچو۔ اور اپنے بچوں کو اوامر کے امتثال
 وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِي فَذَلِكَ وَقَايَةُ لَهُمْ اور نواہی سے اجتناب کا حکم کرو۔ یہ ان کے
 وَلكُمْ مِنَ النَّارِ۔ (ابن جریر و ابن المنذر) اور تمھارے لئے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا کی بہترین تفسیر ہے
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر اور کون تفسیر کر سکتا ہے۔ (ق)
 (ب) بچے کا قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
 اپنے بچوں کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ۔ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، ان کے
 اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔ اس لئے کہ حاملین قرآن اس روز انبیاء و مقرب
 بندوں کے ساتھ عرش کے سائے میں ہوں گے جس روز اس سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔
 امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث
 اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینا چاہئے۔
 (ج) بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط رکھنا :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی کو مسجد میں زیادہ آتے جاتے
 دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ اٰمَنَ اِنَّ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں
 بِاَللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

الصَّلَاةَ۔ (التوبہ ۱۸) لاویں اور نماز کی پابندی کریں۔

مرتی حضرات! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ستونوں میں سے ہے جس پر تمام گزشتہ زمانوں میں مرد مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کا دار و مدار رہا۔ اس لئے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی و ایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی و معاشرتی تعمیر مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ و نصیحت اور وہ کلمہ حق سننا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کے نفس و روح پر ہوتا ہے اور جس کے اثر سے اس کے احساسات و شعور میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ مسجد کے بغیر عالم مسلمان مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے حالات و مصائب اور حاجات نہیں جان سکتا۔ اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لئے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی و شفقت کے ساتھ پیش آئے اور کوئی مسلمان مصیبت و پریشانی کے وقت مسجد کے علاوہ کوئی اطمینان و سکون کی جگہ نہیں پاتا۔

لہذا مرتی حضرات کو چاہئے کہ اللہ کے گھروں سے اپنے بچوں کا رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ مسجدوں میں ان کی اصلاح کی تربیت اور عقول کی صفائی اور نفوس کی تہذیب و ستھرائی نصیب ہو۔ تاکہ وہ اسلامی معاشرہ کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتھار اور وحدت کو ثابت کر سکیں۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۱۸۲)

(۵) بچے کا اللہ کے ذکر کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (البقرہ ۱۵۹) سو تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ اللَّهَ اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال

مَثَلُ الْخَمَزَةِ وَالْمَثَلِ (بخاری ۱۵۹۰) چھانسی کی مانند اور مرنے والے کی مانند۔

اس کے علاوہ ذکر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ مؤلف نے ذکر کے انواع و اقسام کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ وبالله التوفیق۔

۴: نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا۔

اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ ۖ
نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (بخاری ص ۹۱)

اور کچھ رات قرآن کے ساتھ جاگتے رہئے
یہ آپ کیلئے زیادتی ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا
پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کر دے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

« وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَى شَيْءٍ
تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذَرَاءً أَوْ مَنْ
تَقَرَّبَ إِلَى ذَرَاءٍ تَقَرَّبْتُ
إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا أَقْبَلَ
إِلَى شَيْءٍ أَقْبَلْتُ
إِلَيْهِ أَهْرُؤً »

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور جو شخص مجھ سے
ایک بالشت قریب آتا ہے میں ایک
ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو ایک
ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں دونوں ہاتھوں
کے درمیان کے فاصلہ کے برابر اس کے
قریب آتا ہوں اور جب وہ میری طرف
چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف
دوڑ کر آتا ہوں۔

(بخاری و مسلم)

اور اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ
يُصَلِّيَ لِلَّهِ تَعَالَى فِي رَكْعَةٍ نَفْلٍ ثُمَّ

کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں جو اللہ کیلئے
ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعت نفل پڑھے

عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ
الْفَرِيضَةِ إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔
مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے
جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔
صحیح مسلم

نفل سے مراد فرض کے علاوہ عبادت ہے جس کے لئے بہت سی مناسبات
و مواقع ہیں۔ اور اگر میں اپنے مرتبی بھائی کو نفل نماز اور نفل روزے کی اہم اقسام
یاد دلا دوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تاکہ وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور اپنی
اولاد اور اہل و عیال کو بھی اس کا عادی بنائے۔

الف) نفل نمازیں :-

۱۔ نفل نماز قبل عصر و قبل عشاء :-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس بندے پر جو عصر سے قبل چار رکعتیں پڑھے۔ (ترمذی)
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے
(مرآۃ المفاتیح ص ۵۸)

۲۔ وتر کے بعد دو رکعت :-

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وتر کے بعد دو رکعتیں اور پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی)

۳۔ نماز اشراق :-

نماز اشراق کی حدیث میں فضیلت وارد ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب
فجر کی نماز پڑھ چکے تو اپنی زبان کی جگہ بیٹھے بیٹھے تلاوت قرآن یا درود شریف یا تسبیحات
پڑھتا رہے۔ جب سورج نکل آئے اور کچھ اونچا ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت

نفل اشراق کی نیت سے پڑھ لے۔ تو از روئے حدیث ایک سجد یا ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر کوئی کسی عذر سے اپنی جگہ پر اشراق کے وقت تک نہیں بیٹھ سکتا تو اسے چاہئے کہ ذکر و تلاوت قرآن وغیرہ میں مشغول رہے جب سورج کسی قدر بلند ہو جائے تو اشراق کی نماز پڑھ لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ چاشت کی نماز۔

اس لئے کہ امام مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے وہ دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے۔

اور امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور جتنی چاہتے رکعات کی تعداد بڑھالیا کرتے تھے۔

اور امام مسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تو ان تین روایات سے یہ معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔ اور درمیانہ درجہ چار رکعات اور افضل آٹھ رکعتیں ہیں۔ اس لئے آدمی جتنی رکعت چاہے پڑھ لے۔ اس نماز کا وقت سورج نکلنے کے آدھ گھنٹہ بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور ظہر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔ نماز اوابین۔

یہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔ اس لئے کہ ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مغرب کے بعد آدائین کی چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان کے دوران کوئی بری بات نہ کی تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوتی ہیں۔
 ف: اس سے نماز آدائین کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ (ق)

۶۔ تحیۃ المسجد :-

اس لئے کہ امام مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نہ پڑھ لے۔

۷۔ وضو کے بعد کی دو رکعتیں :-

اس لئے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا، مجھے وہ عمل بتاؤ جو اسلام قبول کرنے کے بعد تمھیں سب سے زیادہ امید دلانے والا ہو؟ اس لئے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے جو توں کی آواز سنی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس سے مجھے سب سے زیادہ توقع وابستہ ہو سوائے اس کے کہ دن و رات میں جب بھی میں نے وضو کیا تو اس کے بعد اللہ نے مجھے جتنی توفیق دی اتنی نماز ضرور پڑھ لی۔

۸۔ تہجد :-

اس لئے کہ ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل

نماز تہجد کی نماز ہے۔

اور مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رات کو ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جسے کوئی مسلمان آدمی ایسی حالت میں نہیں پاتا کہ وہ دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی خیر کو مانگتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرمادیتے ہیں۔ اور یہ معاملہ ہر رات کو ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رات کے قیام کو لازم پکڑو اس لئے کہ یہ نیک اور صالح لوگوں کی عادت ہے۔ اور یہ سب تمہارے رب سے قریب کرنے کا ذریعہ ہے اور برائیوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

تہجد کی کم از کم تعداد دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ ہاں نوافل کی کوئی حد نہیں جتنی بڑی رات میں پڑھ سکتا ہے۔ نوافل میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔

۹۔ تراویح :-

جس کی بیسٹ رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ رمضان کی ہر رات کو پڑھی جاتی ہیں۔ تراویح عشاء کی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس لئے کہ بیہقی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ وہ حضرات (صحابہؓ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور سو سو آیتیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں طویل قیام کی وجہ سے عصا (چھڑی) پر ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔

۱۰۔ نماز استخارہ :-

دور کعتیں پڑھ کر وہ دعا پڑھی جاتی ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور بخاری نے نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ
وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ
فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ
وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ
عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ
إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ
خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي
وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدِرْهُ لِي
وَيَسِّرْهُ لِي تُسَبِّحْ بِكَ لِي قَبْلَ
وَلَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا
الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي
وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي
فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي
عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ
حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَا ضِنِّي بِهِ

اے اللہ! میں آپ سے مشورہ کرتا ہوں آپ
کے علم محیط کے ذریعہ سے اور میں آپ کی قدرت
عظیمہ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے
آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں اس لئے کہ
آپ قادر ہیں اور میں کسی چیز پر قادر نہیں ہوں
آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا اور آپ غیب جاننے
والے ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ یہ جانتے ہیں
کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور
انجام کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لئے
مقدر فرما دیجئے اور اس کو میرے لئے آسان
فرما دیجئے پھر اس میں میرے لئے برکت دیجئے
اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے
میرے دین و دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے
برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دیں اور مجھے
اس سے پھیر دیں اور جہاں بھی خیر ہو اس کو
میرے لئے مقدر فرما دیں۔ پھر مجھے اس سے
راضی کر دیں۔

دعا میں جب خط کشیدہ الفاظ ہذا اَلَا مُرَّ پر پہنچے تو (دل میں)
اس ضرورت کا خیال کر لے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد جس طرف
طبیعت کا انشراح ہو وہ کر لے۔ خواہ اس کام کے کرنے کی طرف طبیعت راغب ہو
یا اس کے چھوڑنے کی طرف۔

۱۱۔ نماز حاجت :-

دو رکعتیں پڑھے پھر اس کے بعد مندرجہ ذیل مسنون و ماثور دعا پڑھے۔ پھر اپنے مقصد
کے پورا ہونے کی دعا مانگے :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ
الْكَرِيمُ - سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ
مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ
مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ
بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ آثِمٍ
لَا تَدْعُنِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ
وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً
هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا أَقْضَيْتَهَا
بِكَرَمِ الرَّاحِمِينَ -

نہیں ہے کوئی معبود سوائے حلیم و کریم اللہ
کے، پاک ہے اللہ جو کہ رب ہے عرش
عظیم کا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے
ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔ میں آپ کے
سوال کرتا ہوں ایسے اعمال کا جو آپ کی
رحمت کے موجب ہوں اور آپ کی مغفرت لازم کرنے
والے، اور ہر نیکی میں سے کچھ حصہ، اور ہر گناہ سے
سلامتی و حفاظت کا۔ آپ میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیں
مگر یہ کہ اس کو معاف فرمادیں، اور نہ کسی پریشانی کو
مگر یہ کہ اسے دور فرمادیں، اور نہ کوئی ایسی جنت
جس میں آپ کی رضا ہو مگر یہ کہ آپ اسے

﴿جامع ترمذی﴾

پوری فرمادیں اے ارحم الراحمین !
صلوۃ التسبیح : چار رکعت کی نیت باندھے اور ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے :-

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ پہلی رکعت میں شمار،
 الحمد اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے ۵ مرتبہ، پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے
 بعد ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ۱۰ مرتبہ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے
 بعد ۱۰-۱۰ مرتبہ، اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر ۱۰ مرتبہ، پھر دوسرے سجدے کے بعد
 بیٹھ کر ۱۰ مرتبہ پڑھے پھر بغیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے کھڑا ہو جائے۔ اور ہر رکعت میں اسی طرح
 پڑھے۔ البتہ دوسری اور چوتھی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر پہلے یہ
 تسبیح ۱۰ مرتبہ پڑھے اس کے بعد التَّحِيَّات پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت پوری کیے
 حدیث میں اس نماز کی بہت فضیلت آئی ہے۔
 ۱۳۔ نماز کسوف :-

سورج گرہن کے وقت دو رکعت مسجد میں جماعت سے مسنون ہے۔ ہر امام اپنی
 مسجد میں بغیر اذان و اقامت پڑھ سکتا ہے۔ نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتیں پڑھنا
 رکوع و سجود طویل کرنا مسنون ہے۔ قرأت آہستہ کرے۔ نماز کے بعد امام کو دعائیں
 مصروف ہونا چاہئے۔ سب مقتدی آمین، آمین کہتے رہیں۔ جب تک گرہن ختم نہ
 ہو جائے دعائیں مشغول رہنا چاہئے۔
 ۱۴۔ نماز خسوف :-

چاند گرہن میں دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ مگر اس میں جماعت سے ادا
 کرنا مسنون نہیں۔ بلکہ تنہا تنہا اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بہتر ہے۔ اسی طرح جب
 کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے۔ مگر جماعت نہ کی جائے
 بلکہ ہر شخص اپنے اپنے گھر میں پڑھے۔
 چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف

جلدی فرماتے تھے۔

۱۵۔ نماز استسقاء :-

جب پانی کی سخت ضرورت ہو، تو تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں بوڑھوں کے پاپیادہ خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں اور توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں۔ اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت نماز بلا اذان و اقامت کے جماعت سے پڑھیں۔ امام جہر سے قرات کرے۔ پھر مثل عیدین کے خطبہ دے۔ پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے، اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے بارش کی دعا کرے۔ تین روز تک اگر ایسا ہی کریں اور تینوں دن روزہ رکھیں تو اچھا ہے۔

ف، ان نمازوں کا بھی اپنے بچوں کو عادی بنانا چاہئے۔ ورنہ تو بہت سے طالبان علم و خواہں ان نمازوں سے اپنے کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (قرآن زمان)

(ب) نفل روزے

۱۔ عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا روزہ :-

اس لئے کہ مسلم حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲۔ عاشورا (دس محرم) اور نو محرم کا روزہ :-

اس لئے کہ مسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

عاشوراء کے دن کا روزہ، اللہ سے مجھے امید ہے کہ اس سے ایک سال قبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ یہ بھی درست ہے کہ عاشورہ کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ رکھ لیا جائے۔ جیسا کہ آئندہ مسند احمد کی روایت میں آ رہا ہے۔ اور اس ایک اور روزے کے ملانے کی حکمت یہ ہے کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، تاکہ امت اسلامیہ اپنی عبادت میں دوسروں سے ممتاز رہے۔ امام احمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو اور اس سے ایک روز پہلے کا روزہ رکھو یا اس کے بعد کے دن کا روزہ رکھو۔

۳۔ شوال کے چھ روزے :-

اس لئے کہ مسلم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے بدکھے پھر اس کے بعد چھ روزے ماہ شوال کے رکھے، تو یہ ایسا ہے کہ گویا پورے سال بھر کے روزے رکھے۔

۴۔ ایام بیض کے تین روزے :-

اس لئے کہ ترمذی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

ع ایام بیض چاند کے ہر مہینہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ انکو بیض اس لئے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں آسمان چاند کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کرو۔

۵۔ دو شنبہ اور جمعرات کا روزہ :-

اس لئے کہ ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو دنوں کے روزے رکھتے تھے۔ اور آپ سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: دو شنبہ و جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کئے جائیں، کہ میں روزہ دار ہوں۔

۶۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔

اس لئے کہ بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ افضل ترین روزہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بعض دن اور مہینے ہیں جن میں روزہ رکھنا احادیث سے ثابت ہے۔
مسئلہ: جو شخص نفل روزہ رکھے اس کیلئے کسی عذر کی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ مگر اسکی قضا رکھنا واجب ہے۔

یہ وہ اہم نوافل ہیں جن کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے اور یہ ان عظیم نیک کاموں میں سے ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں اور اس کے نفس میں تقویٰ کا احساس اور یقین کی طمانینت اور ایمان کی حلاوت راسخ کرتے ہیں۔

(۱) بچے کا مراقبہ کے ذریعہ اللہ جل شانہ سے ربط پیدا کرنا:-

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
(الحديد ۴)

کہیں بھی ہو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ
السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةُ تَمْحُهَا
وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ
(ترمذی)

اپنے اخلاق سے پیش آؤ۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان فرد کی تربیت کا اس بنیاد پر اہتمام کیا ہے کہ اس میں ظاہر و باطن اللہ کے مراقبہ کی کیفیت پیدا ہو۔ اور وہ ہر حرکت و سکون میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سفر و اقامت دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس کرے۔

(۳) فکری ربط و ارتباط:-

فکری ربط کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا چاہئے:-

- ۱- اسلام کا ابدی اور ہر جگہ اور ہر زمانہ کیلئے صلاحیت رکھنے والا ہونا۔
- ۲- پہلے زمانہ کے والدین عزت کی چوٹی پر اس لئے پہنچے کہ انھوں نے دین اسلام اور قرآن کریم کے نظام کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا۔
- ۳- ان سازشوں کو بے نقاب کرنا جو دشمنان اسلام اسلام کے خلاف کرتے رہتے ہیں

جن کا مقصود صرف یہ ہے کہ اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جائے اور مسلمان خاندانوں میں آزادی و بے راہ روی کو عام کر دیا جائے۔

۴۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ مسلمان بغیر اسلامی نظام کو اپنائے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کے ذریعہ عزت دی ہے۔

۵۔ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ ہماری یہ پسماندگی اس لئے ہے کہ ہم اسلام سے دور ہو گئے ہیں اور اسلامی نظام کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے۔

۶۔ یہ یاد دلانا کہ دشمن خواہ کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں مگر خوش انجامی مسلمانوں ہی کے لئے ہوگی۔

۷۔ اس مہلک نظریے سے ڈراتے رہنا کہ اب ہم لوگ عاجز و بے بس ہو چکے ہیں اس لئے اب جدوجہد اور جہاد سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ عیسائی عرصہ دراز تک بہت سے مسلم ممالک اور مسجد اقصیٰ پر قابض رہے تو اس وقت کون یہ گمان کرتا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ فیصلہ کن جنگ میں یہ مسلم ممالک آزاد ہو جائیں گے اور مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو پھر سے قوت و عزت حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح تاتاریوں کے قتل و غارتگری کے بعد کس کو یہ امید تھی کہ مسلمانوں کو دوبارہ عزت و سیادت حاصل ہوگی جس پر آنے والی قومیں فخر کریں گی۔

میرے بھائی! اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کر دی تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط ہو جائے گا اور اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا وہ کسی نظام کو دستور و نظام نہ سمجھیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو امام

و مقتدی نہیں بنائیں گے۔ اور کبھی لحدانہ پروپیگنڈوں اور غلط عقائد سے متاثر نہ ہوں گے۔
 مرتبان کرام! اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ بچوں کے لئے اسلامی و دینی
 کتب خانہ کا انتظام کریں اور آپ جب بھی کوئی کتاب خریدنا چاہیں تو مخلص علماء اور اسلامی
 تعلیمات سے تعلق رکھنے والے سچے مبلغین سے مشورہ کر لیا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے
 گھر میں کوئی ایسی کتاب آجائے جس کا نام تو اسلامی ہو مگر اس کا مصنف کوئی مستشرق ہو
 جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اسی طرح ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھیں جہاں کا امام خطیب
 مخلص و متقی ہو اور اسلامی احکام سے بخوبی واقف ہو۔ اسی طرح تقاریر کے سننے کیلئے
 مناسب مقامات کا انتخاب کریں جہاں دین اسلام کے متعلق باتیں ہوتی ہوں اور منکرات
 سے حفاظت ہو۔

اگر آپ بچے کی تربیت ان اصول کے مطابق کریں گے تو بچے کے اندر ایمان کی ایسی
 پختگی آجائے گی جو اس بچے کے اندر گمراہ تصورات سے مقابلہ کرنے کی اہلیت پیدا کر دیگی۔
 ف: مگر افسوس کہ ان امور میں والدین اور مربی حضرات سے بیحد کوتاہی ہو رہی ہے
 جسکی وجہ سے بچے علم دین سے دور ہو کر جا رہے ہیں اور شر و فساد عام ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ اب
 نہ بچوں کو اہل حق علماء کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہے اور نہ انکی صحبت میں بیٹھنے کا ایذا و انتہ
 (ق)

(۴) معاشرتی ارتباط :-

بچے کے معاشرہ سے ارتباط سے مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب
 کسی قدر باشعور ہو جائے تو اس کا تعلق و رابطہ ایسے صاف ستھرے معاشرہ سے پیدا کرے

۱۔ عیسائیوں کا ایک گروہ مستشرق کہلاتا ہے جو علوم اسلامیہ حاصل کر کے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں اور
 مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہ ڈالتے ہیں۔ (مرتب)

جس سے بچہ اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کی طہارت اور ایمان میں مضبوطی اور عقل کے لئے علم نافع اور کردار کے لئے اخلاق فاضلہ اور جسم کے لئے قوت و صحت اور فکر کے لئے اسلامی سو بھرو بھ اور جہاد کے لئے دعوت صادق اور روح کے لئے ربانی نور اور دین کے لئے ایمانی جذبہ و حرارت حاصل کر سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا صالح معاشرہ ہے جس سے بچہ عمدہ صفات حاصل کر سکے؟ تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر تین قسم کے رابطے و تعلق پیدا کر دیئے جائیں تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ ۱۔ بچے کا پیر و مرشد سے ربط ۲۔ بچے کا اچھی صحبت سے ربط ۳۔ بچے کا دعوت و تبلیغ اور داعیوں سے ربط۔

۱۔ بچے کا پیر و مرشد سے ربط و تعلق :-

اگر بچے کا تعلق کسی ایسے نیک، صالح، مخلص پیر و مرشد سے قائم کر دیا جائے جو اسلام کی حقیقت سے باخبر اور اس کے لئے حمیت و غیرت رکھنے والا اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا اور اس کے حدود و احکام کو نافذ کرنے والا اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا اور منہیات سے روکنے والا ہو۔ اور حق بات کہنے میں اسے کسی کی ملامت کی بدوائے نہ ہو، تو ایسا بچہ ایمانی و اخلاقی اعتبار سے کامل اور علمی لحاظ سے بختہ ثابت ہوگا۔

مرشدین کا ملین کی علامات و ارشادات :-

عارف باللہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الفتح الربانی ص ۲۹ پر لکھتے ہیں۔ ”ہر وہ چیز جس کی شریعت شہادت نہ دیتی ہو وہ زندقہ ہے۔ تم اللہ جل شانہ کی طرف کتاب و سنت کے بازو سے اڑا کر پہنچو۔ اللہ کے دربار میں ایسی حالت میں داخل ہو کہ تمہارا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہو۔“

نیز وہ فرماتے ہیں: ”عبادات کا چھوڑنا زندگی اور گمراہی ہے اور ممنوع چیزوں کا ازکاب کرنا گناہ و معصیت ہے۔ فرائض کسی بھی حالت و صورت میں ساقط نہیں ہوتے۔ طریقت کے اصول:-

حضرت سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہمارے طریقہ کے سات اصول ہیں اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا۔ سنت نبویہ کی اقتدا و پیروی کرنا۔ حلال کھانا۔ ایذا و رسانی سے بچنا۔ گناہوں سے دور رہنا۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہنا اور حقوق کا ادا کرنا۔

ف: سبحان اللہ، طریقت کے کیا خوب شرعی اصول ہیں جو یقیناً لائحہ عمل بنائے جانے کے لائق ہیں۔ (ق)

امام ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کشف اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کے ساتھ متعارض ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنے کشف کو چھوڑ دو۔ اور اپنے نفس سے کہہ دو کہ اللہ نے میری حفاظت و عصمت کتاب و سنت میں رکھی ہے نہ کہ کشف و الہام میں۔

(کتاب التصوف الاسلامی والاہام الشعرائی، مؤلفہ عبدالہاکی مسعود ص ۵۷)

اور امام ابوسعید خزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”ہر وہ باطن جس کا ظاہر اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ چنانچہ ہم علماء ربانین میں سے ایسے علماء کو بھی پاتے ہیں جو ہمیں ان باطنی دولت کے دعویداروں کے خطرات پر مطلع و آگاہ کرتے ہیں جو اپنے اوپر سے فرائض و واجبات کو ختم کر دیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو معطل کر دیتے ہیں اور تفسیر آن و احادیث کے نصوص کی غلط تاویل کرتے ہیں اور اپنے کردار و افعال میں اسلام کے طریقے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ ہم تو ان علماء ربانین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے

شعبہ بازوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی روکتے ہیں اور انکی گمراہ کن باتوں اور انحراف سے اظہار برادرت کرتے ہیں اور ان کی باطل آراء و افکار کی تشہیر کرتے ہیں۔

حضرت ابو یزید بطنامی رحمہ اللہ اپنے بعض ساتھیوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ذرا ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کو دیکھ لیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے چنانچہ ہم وہاں گئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید وہیں سے واپس ہو گئے اور ان صاحب کو سلام تک نہ کیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ صاحب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے آداب میں سے ایک ادب کے بارے میں بھی امین ثابت نہیں ہوئے تو پھر یہ اپنے (ولایت کے) دعوے میں کس طرح امین ثابت ہوں گے۔

اور ابو یزیدؒ ہی فرماتے ہیں۔ اگر تم یہ دیکھو کہ کسی شخص کو بہت سی کرامتیں دے دی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ہوا میں اُڑنے بھی لگے، تب بھی اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑو۔ جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ احکامات و منہیات میں کیسا ہے اور حدودِ الہیہ کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟ اور شریعت پر کتنا عامل ہے۔

اور امام ربانی حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشید و مؤید ہے۔ مخلوق کے لئے تمام راستے بند ہیں، سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔

اور امام شعرانیؒ اپنی کتاب ”الواقیت و الجواہر“ میں لکھتے ہیں، جس شخص نے ایک لمحہ کے لئے بھی شریعت کی میزان کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ ہلاک ہو گیا۔ رہا کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے ان علماء ربانہین کا آواز اٹھانا اور باطل کے سانچے

سہ سکندری بننا، تو اس سلسلہ میں بڑے بڑے محقق مصنفین نے ان ربانی مرشدوں کے جہاد اور دعوت و تبلیغ میں ان کے اثرات اور اصلاح و تربیت کے لئے ان کے ارشادات کے سلسلہ میں جو کچھ حوالہ قرطاس کیا ہے اسے بھی سن لیجئے۔

عظیم شیخ ابو زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بقول استاد فودہ کہ ہمارے اخیر ادوار میں تصوف بہت سی خصوصیات کا حامل تھا جس کے نہایت واضح اثرات تھے۔ چنانچہ مغربی جنوبی اور وسطی افریقہ کے مسلمانوں کا مضبوط ایمان درحقیقت تصوف ہی کا ثمرہ و نتیجہ تھا۔

اور امام سنوسی کبیر نے جب مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہی تو انھوں نے سب سے پہلے تصوف ہی کا راستہ اختیار کیا تھا اور ان کا نظام بھی فی نفسہ بڑا عجیب و غریب نظام تھا۔ اس لئے کہ انھوں نے پہلے تو لوگوں کو مرید بنایا پھر انہی میں سے کام کے آدمی تیار کئے اور اس غرض کے لئے مختلف خانقاہیں بنائیں۔ سب سے پہلی خانقاہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑ میں بنائی۔ پھر اپنی خانقاہ کے ساتھ لیبیا کے صحرائیں منتقل ہو گئے۔ یہ خانقاہیں صحرا کے درمیان ریگستانی میدان تھے۔ اور ان کے مریدین کی محنت و جدوجہد سے وہاں پانی نکلا۔ چنانچہ وہاں باغات و پھلدار درخت اگ گئے انھوں نے ان کی رہنمائی کی اور انھیں امور جنگ و تیر اندازی سکھائی۔ حتیٰ کہ انھوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اٹلی والوں کی نیند حرام کر دی۔ یہ وہ وقت تھا جب دولت عثمانی بھی اہل لیبیا کی امداد سے عاجز ہو چکی تھی۔ مگر ان خانقاہوں سے سنوسی مدافعت جاری رہی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حکومت اٹلی کا بوریا بستر گول کر دیا۔ اور سنوسیت از سر نو زندہ کی جانے لگی۔ لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح زندہ رہے جس طرح اس کی ابتداء ایک قوی ترین فعال صوفیت کے طریقے سے ہوئی تھی۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۹)

مبلغ کبیر حضرت مولانا سید شیخ ابوالحسن ندوی اپنی کتاب ”رجال الفکر والدعوة الاسلامیة“ میں عالم ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ، ان کی مجلس میں تقریباً ستر ہزار افراد حاضر ہوتے تھے اور ان کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و عیسائی مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ گنہگار قسم کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انھوں نے بیعت اور توبہ کا دروازہ کھول رکھا تھا چنانچہ اس میں داخل ہونے والوں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ ان لوگوں کے حالات سدھرے اور دینی حالات بہتر ہو گئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ان کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے رہے اور ان کو ترقی کے منازل طے کراتے رہے۔

اور یہ روحانی شاگرد توبہ، بیعت اور تجدید ایمان کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور مسئولیت کا احساس کرنے لگتے۔ اور پھر جن میں شیخ خود استقامت اور تربیت و اصلاح کی اہلیت دیکھتے تھے انھیں بیعت کی اجازت بھی دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے یہ خلفاء اللہ کی دعوت اور مخلوق خدا کو خدا سے ملانے اور تربیت نفوس اور شرک و بدعت اور جاہلیت و نفاق سے جنگ کرنے کے لئے اطراف عالم میں پھیل گئے۔ جس کی وجہ سے دینی دعوت پھیلی اور عالم اسلام کے اطراف میں ایمانی مراکز اور تصوف کے مدارس اور جہاد کے مراکز اور اخوت و برادرانہ محبت کی محاسن قائم ہوئیں۔

لہذا بعد میں ان کے خلفاء اور شاگرد انہی کے طریقے پر چلے لہذا ان حضرات کا جہاد کا دلولہ پیدا کرنے اور شہوات و نفسانیت کی سرکشی کو کٹر و ل کرنے میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو وہ مادیت جو حکومت اور تمدن کے زیر اثر رواں رواں تھی وہ اس امت کو ہضم کر جاتی اور اس امت کے افراد کے دلوں سے زندگی اور

محبت کی چنگاری بکھرتی۔ اسی طرح ان حضرات کا ان دور دراز کے علاقوں میں اسلام پھیلانے میں بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر نہ پہنچ سکے یا ان علاقوں کو اسلامی حکومت کے زیر اثر لانے پر قادر نہ ہو سکے۔ اور ان کی وجہ سے سیاہ افریقہ اور انڈونیشیا اور محیط ہندی کے جزیروں اور چین و ہند میں اسلام پھیل گیا۔

اور ہمارے استاذ مکرم شیخ محمد رفیع الطبرخ رحمہ اللہ اپنی کتاب ثقافت الاسلامیہ میں لکھتے ہیں کہ: "امت اسلامیہ میں صوفیہ کے عظیم اعمال اور شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ بادشاہوں اور حکام نے جب جہاد کا ارادہ کیا تو ان صوفیہ کی اکثریت اپنے مریدین کو جہاد میں نکلنے پر ابھارتی رہی۔ اور چونکہ مریدین اپنے پیروں کے انتہائی فرمانبردار ہوتے ہیں اس لئے وہ مجاہدوں کی صفوں میں شریک ہونے میں سبقت لے جاتے تھے۔ اور بسا اوقات یہ صوفیائے کرام خود بھی لشکر کے ساتھ نکلتے اور لڑتے اور اپنے مریدین کو ابھارتے تھے جو فتح و نصرت کا سبب بنتا تھا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۱۱)

ہم نے جو کچھ اوپر ذکر کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرات جن کا تذکرہ ابھی گزرا، وہ علمدار ربانین، صوفیائے باصفا اور مخلص اصحاب طریقت ہیں جنہوں نے پچھلے زمانوں اور صدیوں میں دعوت الی اللہ کی زمام سنبھالی اور اسلام کا پیغام برحق لوگوں تک پہنچایا اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبادت اور جہاد کو جمع کیا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہم آہنگی پیدا کی اور دونوں ہی کا حق ادا کیا اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے ظالموں کے سامنے آواز حق بلند کی اور دھوکہ باز مستعمرین کے سامنے بڑی بہادری سے ڈٹے رہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اسلام کے ساتھ حق کو وابستہ کیا نہ کہ اپنی فانی ذات کے ساتھ۔ انہوں نے ہی شریعت کے احکام کو بالادستی عطا کی خواہ وہ ان کے حق میں ہوں یا ان کے خلاف۔ یہ حضرات اگر کوئی غلطی کر بیٹھتے تو اس پر تنقید کو قبول کر لیا کرتے تھے۔

اور اگر ان سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو نصیحت پر کان دھرتے۔ اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بھی انسان و بشر ہیں، ان سے غلطی بھی ہوتی ہے اور صحیح و درست کام بھی، اس لئے کہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے امام مالک رحمہ اللہ پر کہ وہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے خود تردید نہ کی ہو اور جس پر رد نہ کیا گیا ہو، سوائے اس قبر مبارک والی ہستی کے یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی جانب اشارہ کیا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۱۱)

وہ تاریخی وابدی مواقع جو علمائے حقانین اور مخلص ارباب شریعت نے پیش کئے ہیں عالم عصر اور مرشد شیخ سعید نورسی ترکی جن کا لقب بدیع الزماں ہے، ان کا بھی یہی موقف تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: انھوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے بعض طلبہ، شاگرد و مرید ان کی تعظیم و تقدیس میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں اور حق کو ان کی فانی ذات سے وابستہ سمجھتے ہیں تو انھوں نے ان کی رہنمائی و ہدایت کی غرض سے یہ نصیحت و وصیت کی۔ فرمایا: یاد رکھو اس بات سے بچنا کہ تم اس حق کو جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اسے میری ذات سے وابستہ سمجھو، بلکہ تمہیں سبقت لے جانا چاہئے اور اسے اس کے مقدس سرچشمہ کتاب اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مربوط رکھنا چاہئے اور تم کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میری حیثیت اس دلال سے زیادہ نہیں جو اللہ جل جلالہ کے ساز و سامان کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔ اور تم لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ میں معصوم نہیں ہوں، مجھ سے کبھی گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے اور انحراف بھی ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے یہ ڈر ہے کہ اس حق کا ظاہر بد نما ہو جائے۔

ف: یہ تمھے اہل حق کہ اپنے حال پر اطمینان نہ تھا۔ اس لئے اپنے مریدین کو خلاف شرع امر

میں اپنی اطاعت سے منع فرماتے تھے۔ اس لئے کہ حدیث پاک ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ اور مخلوق میں معلم و مرشد سبھی داخل ہیں۔ (ق)

سلف صالحین اور علمائے ربانین کے یادگار مواقف میں سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے سلسلہ میں وہ موقف بھی ہے جو انھوں نے اس وقت اختیار کیا تھا جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت فضیل حرم مکہ میں عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر بیٹھے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ پر سلامتی کو ترجیح دی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے انھیں اشعار کا ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس کے صرف درج ذیل اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْنَا لَوَجَدْتَ أَنَّكَ بِالْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
(اے حرمین میں عبادت کرنے والے! اگر آپ ہمیں دیکھ لیتے تو یہ سمجھ لیتے کہ آپ عبادت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔)

مَنْ كَانَ يَتَعَبُ حَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ فَخَيُّوْنَا يَوْمَ الْكُرْهِةِ تَتَعَبُ
(جو شخص اپنے گھوڑوں کو فضول تھکاتا ہے اسے جان لینا چاہئے کہ ہمارے گھوڑے تو جنگ کے دن تھکتے ہیں۔)

أَوْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّاهُ بِدُمُوعِهِ فَخَوِّرْنَا بِدُمَائِنَا تَتَخَفُّبُ
(یا وہ جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا ہے۔ تو ہمارے سینے ہمارے خون سے رنگ جساتے ہیں۔)

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيرُنَا رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ
(عبیر کی خوشبو آپ لوگوں کیلئے ہے۔ اور ہماری خوشبو گھروں کی گرد و غبار اور پاکیزہ مٹی ہے۔)

حضرت فضیلؓ کو جب یہ اشعار پہنچے تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ میرے بھائی
 - یہ بالکل سچ کہا اور میرے ساتھ خیر خواہی کی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حضرت فضیلؓ کو جب یہ اشعار لکھے تھے
 تو وہ اس وقت شام میں جہاد کے لئے تیاری میں مصروف تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو
 اور ان پر رحم کرے۔

ہذا اے مربی محترم! آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے بچے کے لئے کسی ایسے عالم
 و مرشد ربانی کو تلاش کریں جس میں یہ تمام صفات مجتمع ہوں اور اس کی شخصیت میں یہ تمام
 مفہوم کامل طور سے موجود ہوں۔

لہذا آپ ایسا ہرگز نہ کیجئے گا کہ اپنے بچے کا تعلق ان لوگوں سے قائم کریں جو پیری
 مریدی کے دعویٰ دار اور حقیقی تصوف سے باطلہ ہیں جو منافقین کی جماعت سے تعلق رکھتے
 ہیں، جو آجکل بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جو مرشد اپنے آپ کو معصوم سمجھے اور معصوم
 و محفوظ ہونے کا دعویٰ کرے وہ جاہل اور بددین ہے۔ اور جو مرشد اپنے مریدین سے خواہاں
 ہو کہ اس کے گناہوں کے ارتکاب کو مان لیں اور اس پر نکیر نہ کریں، تو وہ جاہل و بددین
 ہے۔ اور وہ مرشد جو اپنے مریدین کو امید و لالچ میں مبتلا کرتا ہے اور قرآن کریم کی تاثیر
 و ہدایت سے دور رکھتا ہے اور سنت نبویہ سے بے بہرہ رکھتا ہے وہ جاہل و بیوقوف ہے۔
 اور جو مرشد ایسے علم کو چھپاتا ہے جس سے اللہ کے معاملہ میں نفع پہنچائے یا کسی
 ایسے معاملہ میں سکوت اختیار کرتا ہے اور حقیقت بات نہیں کہتا جس کا دین سے ہونا بدیہی
 طور پر معلوم ہو تو ایسا مرشد جاہل و بے وقوف ہے۔

اور ایسا مرشد جو اسلام کو صرف چند رسوم و عادات کی اصلاح تک
 محدود رکھتا ہے اور اسلام کے دوسرے وہ بنیادی احکام جو نظام حکومت اور دنیاوی

زندگی سے متعلق ہیں انھیں معطل چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھی جاہل و بیوقوف ہے۔
اور وہ مرشد جو حاکموں کی تعریف کی تسبیحیں پڑھتا رہتا ہو اور ان کے دسترخوان
پر آتا جاتا ہو، وہ بھی جاہل و بیوقوف ہے۔

پس جب بچے کا تعلق مخلص و متقی مقتدا سے ہوگا تو بلاشبہ ایسی صورت میں
بچہ تقویٰ اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت حاصل کرے گا۔ محراب میں
عبادت الہی اور میدان کارزار میں دشمنوں کی سرکوبی کرے گا اور احباب و داری کے
ساتھ آگے بڑھے گا۔ اس لئے کہ

عَلَى قَدَرِ أَهْلِ الْعَزْمِ تَأْتِي الْعَزَائِمُ وَمَتَاتِي عَلَى قَدَرِ الْكِرَامِ الْمُسْكَرِمُ
(انسانوں کی قوت و عزم کے مطابق ہی ان سے بلند امور کا صدور ہوتا ہے اور شرفاء کی
قدر و منزلت کے اعتبار سے ان کے انعامات ہوتے ہیں۔)

وَتَعْظُمُ فِي هَيْئِ الصَّغِيرِ صَغَارُهَا وَتَصْغُرُ فِي عَيْنِ الْعَظِيمِ الْعَظَائِمُ
(اور چھوٹوں کی نظریں معمولی چیز بھی بڑی بن جاتی ہے اور بڑوں کی نظریں بڑی چیزیں
بھی معمولی بن جاتی ہیں۔) — (ترجمہ ج ۲ ص ۲۱۵)

۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا۔

بچے کی ایمانی و اخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے
نیک صلح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے تاکہ بچہ ان سے وہ شاندار روحانیت،
نافع علم اور عمدہ اخلاق حاصل کر سکے جس سے اسکی شخصیت اجاگر ہو
لہذا مربی کو چاہئے کہ اپنے بچے کے لئے ایسے دوستوں کو تلاش کرے جنہوں نے
بالکمال مرشد کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو، ایسی صورت میں بچے کی

شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال پیدا ہوگا۔

جن امور کا مرقی کو خیال رکھنا چاہئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا چار قسم کے ساتھیوں سے تعلق قائم کرنا چاہئے۔ ۱۔ گھر کی صحبت۔ ۲۔ محلہ کی صحبت۔ ۳۔ مسجد کے رفقاء۔ ۴۔ مدرستہ یا کام کی جگہ کے ساتھی۔ مصنفؒ نے چاروں صحبت کے متعلق تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔ مگر ہم نے غایت اختصار کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے متعلق چند جملے نقل کر دیئے ہیں۔ خدا کرے اتنے سے بھی مضمون واضح ہو جائے اور سمجھنے میں خلل یا دقت نہ ہو۔

گھر کی صحبت: نیز مرقی کا فریضہ ہے کہ ان لوگوں سے باخبر رہے جن سے بچہ ملتا جلتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس کے بھائی بہن ہوں یا دوسرے عزیز، رشتہ دار۔ اس لئے کہ بچے کا بڑا بھائی یا بڑی بہن غیر و شر میں دوسری تمام اولاد کے لئے ایک نمونہ اور مثال بنتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ بچہ یا بچی کو اگر بالکل آزاد و بے لگام چھوڑ دیں گے تو ایسے بھائی یا بہن کا باقی بہنوں و بھائیوں کے اخلاق پر بھی بُرا اثر پڑے گا اور پھر مرقی و باپ کے لئے بچے کو سیدھے راستہ پر لگانا بہت مشکل ہو جائیگا۔

محلہ کی صحبت: اسی طرح مرقی صاحبان کو چاہئے کہ اپنے بچہ کا محلہ کے شریف و نیک بچوں سے رابطہ قائم کریں اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی رکھیں تاکہ بچہ نیک صالح بندوں کی فہرست میں شمار ہو۔

مسجد کی صحبت: نیز مرقی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ نظر رکھے کہ بچہ مسجد کے کیسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ نیز اس کو مسجد آنے جلنے کی عادت ڈالنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہئے۔ تاکہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کرے اور قرآن کریم کے حلقہ درس اور دینی تعلیم کی مجالس میں شرکت کرے۔ اور مرقی کو کوشش کرنا چاہئے کہ بچہ مسجد سے تعلق

رکھنے والے نیک ساتھیوں سے تعلق و رابطہ رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو سکے۔

مدرسہ کی صحبت: اسی طرح مدرسہ، اسکول یا کافرانہ کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہئے، اس لئے کہ یہ جگہیں عام گمراہی کی ہو گئی ہیں۔ یہاں گمراہی کی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ اس لئے مرتبی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچے کو اس گمراہ کن ماحول سے بچانے کے لئے پوری جدوجہد کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اس کو مدرسہ میں سمجھدار نیک و صلح طلبہ کی رفاقت و صحبت مہیا کی جائے۔

لڑکیوں کا خیال: مرتبی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برا نگینہ کرنے والی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے۔ اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیب و زینت کے مظاہر کی طرف چل پڑتی ہے اس لئے وہ حتیٰ سے بہت جلد دور ہو جاتی ہے اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی ہے، اور فضا کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے۔ اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع۔ نہ عفتل کی پختگی ہوتی ہے اور نہ انجام پر نظر۔

اس لئے آپ کا فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں، تاکہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں۔ اور وہ بے حیائی، آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں۔ جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین اسلام و شرافت سے بھی عاری ہو جائیں۔

اس لئے اے تربیت کرنے والو! اسلام آپ پر لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لئے اپنے گھر و مدرسہ میں اچھا ماحول اور صحیح فضا مہیا کریں تاکہ آپ اسے

لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحراف سے بچالیں

پس اگر باپ اپنی بچی کی پاکدامنی اور عصمت کی حفاظت کرنے کے اسباب مہیا کرنے پر قادر نہیں اور اپنی جگر گوشوں کے لئے اچھی فضا و ماحول نہیں پیدا کر سکتا تو ایسے باپ کے لئے شرعاً حرام ہے کہ وہ اس لڑکی کو ان خرابیوں کے مرکز میں داخل کرے جو اس کو ضلالت کی جگہ پھینک دے تاکہ بچی اپنے عزیز ترین دین اور عزت و عصمت کو ختم کر بیٹھے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جو اثرات مدرسہ و اسکول کی صحبت سے پڑتے ہیں ویسے ہی اثرات کارخانوں کے ساتھیوں کی صحبت میں بھی پڑتے ہیں۔ اس لئے کہ بہت سے ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ جنسی خواہشات کو پوری کریں اور سفلی جذبات کو تسکین پہنچائیں۔ اور ان کا اس کے سوا اور کوئی مطمح نظر نہیں ہوتا کہ وہ شراب، جوتے اور برائی کی دلدل میں پڑے رہیں اور فحش ترین گانے سنیں اور مخرب اخلاق مجالس و ڈراموں میں شرکت کر کے اپنی مردانگی اور عزت و شرافت کو بدکردار فاحشہ، مغنیہ (گانے والی) رقاصہ (ناچنے والی) بے حیاءورت کے قدموں پر قربان کر دیں۔

مصنف نے کیا خوب بات فرمائی ہے جو ذہن نشین کئے جانے کے لائق ہے بلکہ اسے لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جب گھر کی دیکھ بھال و راہنمائی کا نیک صحبت کے ساتھ تعاون اور امداد باہمی جاری ہوگی تو یہ صحبت خواہ مدرسہ کی ہو یا کارخانہ کی۔ محلہ کی ہو یا مسجد کی، تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے حالات درست اور معاملات ٹھیک ہو جائیں گے اور اسکی اسلامی شخصیت کامل و مکمل ہو جائیگی۔ چنانچہ ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلہ میں درج ذیل وصیت کی ہے

کہ بچے کے ساتھ اس کے مکتب و مدرسہ میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق و آداب اچھے ہوں۔ اس لئے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور سیکھتا ہے۔ (ج ۲ ص ۲۳)

۳۔ بچے کا دین کی دعوت دینے والوں سے تعلق پیدا کرنا:-

بچے کی تکمیل کے لئے بنیادی عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق دین کی دعوت دینے والوں سے قائم کر دیا جائے۔ تاکہ بچے کے اندر دعوت الی اللہ اور حق کے بارے میں جرات اور صبر کرنے کی روح پیدا ہو۔

دعوت کے اصول:-

(الف) جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یا جس چیز سے روک رہا ہے اس کے حکم سے بخوبی واقف ہو۔

(ب) اس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ تاکہ لوگ اس کی بات کو مانیں اور اس کی دعوت کو قبول کریں۔

(ج) جس چیز پر نکیر و اعتراض کر رہا ہے اس کی قباحت سب کے نزدیک مسلم ہو تاکہ لوگ شش و پنج میں نہ پڑیں۔

(د) برائی کو دور کرنے میں تدریج سے کام لیں۔ چنانچہ اولاً نصیحت کرے، اللہ سے ڈرائے، پھر زبانی سختی سے کام لے۔ پھر بھی اصلاح نہ ہو تو قوت کے ذریعہ اس برائی کو دفع کرے۔ یہی صحیح طریقہ ہے۔ اور یہی حکمت کا تقاضا ہے
وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ (البقرہ ۲۶۹)

(۴) داعی کو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ اپنی نرم مزاجی اور

خوش اخلاقی سے دلوں پر قبضہ کر لے اور لوگ اس کی نصیحت پر بخوشی لبیک
کہیں۔ یعنی قبول کر لیں۔

(۱) داعی کو دعوت کے سلسلہ میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کرنا چاہئے تاکہ
متکبروں کی سختی و شدت اور جاہلوں کی جہالت اور مذاق اڑانے والوں
کے مذاق اڑانے سے دل تنگ نہ ہو۔

مرئی محترم! دعوت کے یہ اسلامی اصول ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ
بچے کو سکھائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ ایسا داعی بن جائے جس کی حکمت و حسن تدبیر
اور خوش اسلوبی کی بناء پر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جانے لگے۔
(ترجمہ ج ۲ ص ۲۳۲)

(۵) ورزش و ریاضت :-

معاشرہ کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے
جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقع کی مناسبت
اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش
وغیرہ میں مصروف کر دیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور عالی ترین
تعلیمات کے ذریعہ ایک ہی وقت میں جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا
پورے طور سے خیال رکھا ہے۔

اس لئے بچہ جب سے عقل و سمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت
اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو

ایسے مشاغل میں مصروف کر دیا جائے جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور
اعضار میں قوت پیدا ہو۔ اور اس کا سارا بدن چست اور چاق و چوبند رہے اور یہ
تین وجہ سے ضروری ہے :-

- ۱- بچے کے بہت سے فانی اوقات کو مشغول کرنے کے لئے۔
- ۲- اس کو بہت سی بیماریوں اور امراض سے بچانے کے لئے۔
- ۳- بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرائے اور عسادی
بنانے کے لئے۔

مرتب محترم! اسلام ہی اللہ کا وہ ابدی دین ہے جو عزت و قوت اور جہاد
کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُزْهِیُونَ
بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ
اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے
ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے
سامان درست رکھو، کہ اس کے ذریعہ سے

تم رعب جلے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے
دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

(الانفال ۶۰)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَيَّ طاقور مومن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب
اللہ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ۔ (مسلم) ہے کمزور مومن سے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ :-

”اللہ کی حمد و ثنا کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بچوں کو تیر اندازی،
تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔“

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ سے بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

اور محمد بن علی بن رکانہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ نے ان کو پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "عضباء" نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا تھا۔ ایک اعرابی (بدو) اپنی ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس "عضباء" سے آگے بڑھ گیا تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انھوں نے کہا۔ عضباء تو پیچھے رہ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

إِنَّ حَقَّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا
مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ - - - - -
اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو
بلندی عطا فرماتے ہیں تو اسے پستی بھی

(احمد و بخاری) دیتے ہیں۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشقوں مثلاً کشتی، دوڑنا، تیر اندازی، شہسواری وغیرہ کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ مسلم قوم عزت اور فتح و نصرت و سیادت کے اسباب کو اختیار کرے اور انفرادی و اجتماعی طور پر قوت و بہادری اور جہاد کے اسباب کی تربیت حاصل کرے۔

اور اس میں کسی دو آدمی کو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ اسلام کے دشمنوں کو جب

یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ امت مسلمہ فوجی و جنگی طور پر تیار اور جسمانی صحت کے لحاظ سے توانا اور ایمانی و نفسیاتی لحاظ سے کامل ہے اور اس نے واقعی طور پر جہاد کا عزم کر لیا ہے، تو بلاشبہ اسلام کے دشمن اپنے بے چین و بزدل اور حقیر نفوس کی وجہ سے اس سے پہلے ہی شکست کھا جائیں گے کہ وہ جہاد و جنگ کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہوں۔ اور یہی چیز آج "مسلم آمن" کے نام سے معروف ہے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں مراد لیا ہے۔ کہ
وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً ۚ ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ سے ہی رب شہر۔
کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ورزش سے بچنے کو اس وقت تک فائدہ حاصل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس نظام کے مطابق نہ ہو جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔ ان میں سے اہم امور یہ ہیں:-

۱۔ توازن پیدا کرنا :-

یعنی ورزش و ریاضت کے ساتھ بچے کا تعلق اعتدالی ہونا چاہئے تاکہ دوسرے فرائض و واجبات کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

بیشک اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے اس لئے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔

فَاعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ

۲۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھنا:-

الف۔ ریاضت و ورزش کا جو لباس بچے کو پہنایا جاوے وہ ناف سے گھٹنے تک ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گھٹنوں سے اوپر کا حصہ ستر ہے اور ناف سے نیچے کا حصہ ستر ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر ہے۔

نیز مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا اے معمر! اپنی دونوں رانیں ڈھانک لو۔ اس لئے کہ رانیں ستر ہیں۔

لہذا ورزش کرانے والے کو اس کی رعایت لازم و ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ حکم عدولی اور زیادتی کا حساب لے گا۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)
ب۔ ریاضت و ورزش ایسی جگہ ہونی چاہئے جو فتنہ اور تہمت کی جگہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ایسی جگہ پر نہ کھڑا ہو جو تہمت کی ہو۔

آپ ہی بتائیے کہ اس سے بڑھ کر قابل اعتراض بات کیا ہوگی کہ بچہ ورزش آزادی و بے حیائی کے ماحول میں کرے۔ مثلاً تیرنا ایسی جگہ سکھے جہاں مرد و عورت ایک ساتھ تیرتے ہوں۔ یا گشتی ایسی جگہ سکھے جہاں بڑے کام ہوتے ہوں اور شراب نوشی عام ہو۔

لہذا اے مربی صاحبان! آپ کو چاہئے کہ بچے کو تہمت کی جگہ سے دور رکھیں تاکہ معاشرہ میں اسکی شخصیت مشتبہ و داغدار نہ ہو اور اسکی اخلاق و کردار خراب نہ ہوں۔

ج۔ ریاضت میں سبقت لے جانے پر ہمت افزائی ناجائز شر و طوا میں سے نہ ہو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسابقت و مقابلہ سوائے اونٹوں، گھوڑوں اور تیر اندازی کے کسی میں جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسابقت و مقابلہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:-

۱۔ مسابقت جنگ و جہاد کے لئے وسیلہ کے طور پر ہو۔ مثلاً اونٹوں، گھوڑوں وغیرہ یا اس کے علاوہ دوسرے جدید قسم کے جنگی وسائل میں ہو۔

۲۔ جیتنے والے کو جو انعام دیا جائے وہ فریقین کے علاوہ کسی اور جانب سے ہو۔ لیکن اگر دونوں مقابلہ کرنے والے یہ طے کر لیں کہ دونوں میں سے جو آگے بڑھے گا وہ دونوں کا مقرر کردہ انعام لے لیگا، تو یہ تمار اور جو ابن جائے گا جو حرام ہے۔

۳۔ حسن نیت اور اخلاص کا پیدا کرنا:-

مرتی کو چاہئے کہ بچے کے ذہن میں یہ بات ڈالے کہ جو جسمانی ورزش اور جگہ شقیں وہ کر رہا ہے اس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ جسمانی طور سے طاقتور اور صحت کے اعتبار سے شاندار اور فوجی تربیت کے لحاظ سے کامل ہو جائے۔

مرتیان کرام! اگر آپ نے ایسا کر لیا تو پھر آپ اپنے جگر گوشوں کو روشن چاند چمکدار سورج، ہیکلدار پھول اور زمانہ کے رخساروں پر خوبصورت تل اور زمین پر چلنے والے فرشتے پائیں گے۔ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۝ (اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کے جاؤ، پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔ (ترجمہ ص ۲۴ ج ۲)

(۲) متنبہ کرنے کے اصول :-

اب جبکہ ہم ربط و ارتباط کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے تو اب ہم بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو متنبہ اور چوکنا کرنے کا قاعدہ ہے۔ اے مرقی محترم! تنبیہات پر گفتگو سے پہلے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل دو حقیقتوں کو سمجھ لیں۔

- ۱۔ بچے کو ہمیشہ متنبہ اور خبردار کرتے رہنا، اس کے دل میں شر و فساد کی کراہیت کو بٹھا دیتا ہے اور اس کے نفس میں زلغ و ضلال کی نفرت پیدا کر دیتا ہے۔
- ۲۔ زلغ و ضلال، الحاد و آزادی اور بے راہ روی کو کھول کر بیان کر دینا مرقی کے لئے مسئولیت کے بار اٹھانے میں عزم و پختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور رہنمائی کرنے میں معاون بنتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں۔ اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر اعتماد و بھروسہ ہے۔

اگر ہم اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو غور سے پڑھیں تو ہم کو محسوس ہوگا کہ شر سے بچانے اور باطل کو بیان کرنے کا اسلوب قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بیشمار احادیث میں بالکل عیاں ہے۔ ان آیات و احادیث کا بعض حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت

فَتَقَعْدَمَ مَذْمُومًا مَخْدُودًا لَهُ

(بنی اسرائیل ۲۲)

تجویز کر (یعنی شرک مت کر) ورنہ تو بد حال
بے مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ

فَخُنْ نَرُزُّهُمْ وَدَيَاكُمْ إِنْ قَتَلْتُمْ

كَانَ خَطَاكُمْ سِرًّا

(بنی اسرائیل ۳۱)

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے
قتل مت کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی رزق
دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بیشک ان کو قتل
کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

وَسَاءَ سَبِيلًا (بنی اسرائیل ۳۲)

اور زنا کے پاس بھی مت پھسکو۔ بلاشبہ وہ
بڑی بے حیائی (کی بات) اور بری راہ ہے

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو عقیدہ میں زینج و کجی اور اخلاق میں فسار
و خرابی اور اعمال میں کوتاہی و خامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ مُجَابِلٌ

لِلْإِيمَانِ (مسند احمد، ترمذی)

ایمان کی ضد ہے۔

إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ

فَإِنَّهُ يُنْفِقُ ثُمَّ يَمْحَقُ

(مسلم)

تم خرید و فروخت میں زیادہ قسم کھانے

سے بچو۔ اس لئے کہ اس سے سودا تو خوب

بکنا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

تم بدگمانی سے بچو۔ اس لئے کہ بدگمانی

سب سے جھوٹی بات ہے۔

تم زیادہ ہنسنے سے بچو، اس لئے کہ وہ دل کو

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ

أَكْذَبُ الْحَدِيثِ (بخاری)

وَأِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الضَّحْكِ فَإِنَّهُ

يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيُذْهِبُ بِنُورِهِ مردہ کر دیتا ہے اور اہل جنت کے نور کو
أَهْلُ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجہ) ختم کر دیتا ہے۔

إِنَّا كُودَزِي الْأَعَاجِيرِ (صمیم بن جان) تم عجیوں کا لباس پہننے سے بچو۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو برائی و شر اور فساد سے ڈراتی ہیں
اور وہ حدیث کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں۔

لیجئے اب ہم مرتبوں کے سامنے ڈرانے اور متنبہ کرنے کے سلسلہ میں وہ اہم
مسائل ذکر کئے دیتے ہیں جو بچے میں شعور پیدا کریں اور اس کے ذہن کو صاف کریں،
اور عقیدے کو مضبوط کریں اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوار دیں۔

۱۔ ردّت (یعنی مرتد ہونے) سے ڈرانا :-

ردّت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس کے لئے
پسند کیا ہے اور اس کے بجائے کوئی اور مذہب و عقیدہ اختیار کر لے جو دین اسلام
کے خلاف ہو۔

ارتداد کے مظاہر :-

الف۔ انسان قومیت کے لئے کام کرے اور اسی کو اپنا مقصد بنالے، اسی کی طرف
دعوت دے، اسی کے لئے دوڑ دھوپ کرے، اسی کے لئے لڑے۔ اسی کو جہاں
تعصب کہا جاتا ہے۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور ڈرایا ہے۔

لَيْسَ مِمَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصِيَّةٍ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصیبت کی
وَلَيْسَ مِمَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصِيَّةٍ طرف بلائے۔ اور وہ شخص ہم میں سے نہیں
وَلَيْسَ مِمَّا مَنْ مَاتَ عَلَى جو تعصب کی خاطر لڑے۔ اور وہ شخص ہم میں سے

عَصَبِيَّة۔ (سنن ابوداؤد) نہیں جو تعصب پر مرے۔

ب۔ وطنیت کے نام پر کام کرنا، اس کو مقصد بنالینا، اس کے لئے لگ بھگ دو کرنا، اس کی طرف سے مدافعت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوموں کی مذمت کی ہے جو اپنے وطن سے چمٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا
أَنفُسَكُمْ أَوْ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ
مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ
وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ
لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ أَشَدَّ تَثْبِيثًا

اور اگر ہم ان کو حکم کرتے کہ اپنی جان کو ہلاک
کر دو، یا اپنے گھر کو چھوڑ نکلو، تو وہ ایسا نہ کرتے
مگر ان میں سے تھوڑے۔ اور اگر یہ لوگ کریں
وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے
حق میں بہتر ہو اور دین میں زیادہ ثابت حکم
رکھنے والا ہو۔ (النساء ۶۶)

ہاں! ارتداد کا انحصار اس میں ہے کہ ان چیزوں کی سر بلندی مقصود ہو اور ان کو عبادت کا درجہ دے دیا جائے۔ اس میں نہ خدا کا نام ہونا اس پر ایمان لانے کا ذکر۔ لیکن اگر مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور اس کے احکامات کا نافذ کرنا مطلوب ہو، اور اس میں وطن اسلامی کی مصلحت ہو، تو یہ ایسی عبادت ہے کہ ایسا کرنے والے اور اس راہ میں لڑنے والے کو اللہ جل شانہ کی رضا و ثواب کا مستحق بنادیتی ہے اور اگر ایسا آدمی مارا جائے تو وہ اللہ کے راستہ میں شہید شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہوا

مارا جائے وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد)

ج۔ انسان صرف انسانیت کے نام پر کام کرے اور اس کے دل میں اس کا ذرہ برابر بھی خیال نہ گزرے کہ وہ یہ محنت اس لئے کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانیت کے راہ راست پر لانے پر محنت اور مختلف قوموں سے میل جول اور مسلمانوں کے ساتھ باہمی تعاون کا حکم دیا ہے۔ یہ وہ شعار ہے جس کے علمبردار وہ ماسونیت ہے جس کے درپردہ بین الاقوامی یہودیوں کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔

مختصر آہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر وہ آواز اور شعار جسے کوئی مسلمان بلند کرے اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کے دین کی سربلندی اور اس کے جھنڈے کا بلند کرنا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی آواز اور شعار ہے۔ لہذا جو شخص اس کو بلند کرتا ہے اور اس کی طرف بلاتا ہے اور اس کے لئے جدوجہد کرتا اور اس کی خاطر لڑتا ہے، ایسا شخص مرتد دین اسلام سے خارج اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا دشمن ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی ایمان کا دھوئے کرے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے مقابل غیر اللہ کی اطاعت و حاکمیت کو ترجیح دی جائے اور اس کے تحت فیصلہ کیا جائے۔

وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ ۴۴)

اللہ نے آمارا، سود ہی لوگ کافر ہیں۔ اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ

ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فریضہ کو ناپسند کرنا بھی ہے۔ مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزہ کو اس لئے ناپسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پسماندہ ہو جاتی ہے۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت کے لئے حجاب و پردہ کو اس لئے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پسماندگی کی علامت ہے۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ

میں اسلام کے مالیاتی نظام کو اس لئے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں سود وغیرہ حرام ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ
وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ
(محمد ۹۰، ۸)

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے بربادی ہے اور (اللہ) ان کے اعمال کا عدم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اللہ کے آمارے ہوئے احکام کو ناگوار جانا۔ اس لئے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔

ارتداد کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے یا اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار کا استہزاء کیا جائے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کیا جائے جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور ان چیزوں کو حرام سمجھا جائے جنہیں اللہ نے حلال کیا ہے۔ ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کچھ حصہ پر ایمان لانا اور کچھ کا انکار کرنا بھی شامل ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص یہ ایمان رکھے کہ اسلام عبادات پر مشتمل دین ہے اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام و قانون والا دین ہے۔ یا یہ مان لے کہ اسلام روحانی، اخلاقی و تربیتی نظام تو پیش کرتا ہے لیکن اسلام کے دوسرے نظام کا انکار کرے، مثلاً سیاسی، اقتصادی، معاشرتی یا اجتماعی نظام کا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے۔ جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت انگریزوں نے ہندوستان میں کی تھی۔ جس کا مقصد شریعت اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا کرنا تھا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کسی فعل کا مذاق اڑایا جائے یا اس پر نکیر کی جائے۔ جیسے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت نو ازواج مطہرات سے شادی کر رکھی تھی۔

ارتداد کے نمونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا نہ حاصل کرنا بھی ہے مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت و جلال کے منافی ہو۔ تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَرَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (انعام ۱۰۳) اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں، وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے اور نہایت لطیف اور خبردار ہے

اور فرمایا:-

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ ۱۱) کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ بھی ہے۔ تو وہ

بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (مائدہ ۷۳) بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔

اور جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف لڑکے کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کی شان

کے لائق نہ ہو، تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔ (مائدہ ۱۸۰) بیشک اللہ نے سنی ان لوگوں کی بات
جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں
اس کے علاوہ ارتداد کے اور دوسرے مظاہر و علامات بھی ہیں جو ان کے حامل و مرکب
افراد کو اسلام سے نکال دیتی ہیں۔ اور کفر و گمراہی کے دائرے میں داخل کر دیتی ہیں
العیاذ باللہ تعالیٰ۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ سے ڈرایا ہے جس میں ارتداد عام ہوگا
ایسی صورت میں مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف
سبقت کریں اور ایمان کے محفوظ قلعہ میں پناہ لیں۔ تاکہ کفر و ارتداد میں ڈالنے والی
چیزوں سے متاثر نہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-
نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو۔ اس لئے کہ عنقریب
بہت سے فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے۔ جن میں ایک شخص شام
کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اور ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو
کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔

(طبرانی و ابن ماجہ)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ شُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا
مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

(آل عمران ۷۷)

۲۔ الحاد سے ڈرانا :-

الحاد سے مراد اللہ کی ذات کا انکار کرنا اور ان شریعتوں کا انکار کرنا جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ الحاد بھی ارتداد کی ایک قسم ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی بدتر و بری چیز ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ الحاد ایک ایسا مستقل نظام بن گیا ہے جسے بڑی بڑی حکومتوں نے اپنا لیا ہے۔ اور وہ اس الحاد کو طاقت و قوت کے بل بوتے پر زبردستی اور جبر کے ساتھ ان حکومتوں پر تھوپ دیتے ہیں جو ان کے زیر سایہ ہیں۔

ان حکومتوں کے پٹھو و کاندے ہر ملک و حکومت میں موجود ہیں جو کھلم کھلا الحاد کی دعوت دیتے ہیں اور دینوں اور نبیوں کا بلا جھجک انکار کر دیتے ہیں۔

ان ممالک میں الحاد کی طرف دعوت دینے کا جو طریقہ ہے اگر ہم اس کا تتبع کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ اپنے ملحدانہ نظریات و اصولوں کو پھیلانے میں کس قدر مختلف طریقوں سے کام لیتے ہیں، تاکہ گمراہی کو عام کیا جاسکے۔

چنانچہ کبھی تو یہ لوگ مارکیٹ کو اسلام کا بہارہ اڑھادیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وہ ہستی تھے جس نے اشتراکیت کی دعوت دی اور مالدار و غریب کی برابری قائم کی۔ اور پہلے وہ شخص تھے جس نے شہنشاہیت کا خاتمہ کیا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مارکیٹ کے رسول اور شیوعیت کے نبی ہیں۔

کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ کمیونزم کے بنیادی اصول اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف نہیں۔

کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کمیونزم کا اقتصادی نظام اپنالیں اور مسلمان بھی اپنے دین پر برقرار رہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔

اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ دین ایک الگ چیز ہے اور سیاسی و اقتصادی مذاہب ایک الگ چیز ہیں۔ اس لئے ہمیں دین کو سیاست سے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ اور کبھی علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ کائنات میں کوئی معبود نہیں ہے اور زندگی مائتہ کا نام ہے اور دین قوموں کے لئے افیون ہے۔ اور (العیاذ باللہ) انبیاء علیہم السلام چور اور جھوٹے ہیں۔

اور کبھی اپنے الحاد کو رائج کرنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کا ایک طریقہ علمی نظریات سے فائدہ اٹھانا بھی ہے۔ نیز جن کو گمراہ کیا جا رہا ہے ان کو یہ باور کرانا بھی ہے کہ یہ سب ثابت شدہ حقائق ہیں۔ جیسے کہ ان لوگوں کا ڈارون کے نظریہ کا رائج کرنا جس میں انسان کی اصلی حقیقت بتلائی گئی ہے۔

مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علم و تحقیق نے اس نظریہ کو غلط قرار دے دیا ہے اور اس کو بیکار اور مہمل باتوں کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔

تو مختلف طریقوں کے اختیار کرنے میں بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ملحدانہ مارکیٹ ہر حالت کو اس کے مناسب لباس پہناتی ہے اور ہر جماعت کو اس کے مناسب حال تشفی کراتی ہے۔ اور انسانوں کے ہر طبقہ میں اس کے مناسب حال جھوٹ و مکاری سے کام لیتی ہے۔

الحاد اگرچہ ارتداد کے مفہوم ہی میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام یہودیت یا عیسائیت کے اختیار کرنے یا برہمن بننے سے زیادہ بُرا اور خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الحاد ملحد کے دل سے مسئولیت کا

احساس ختم کر دیتا ہے اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے جس میں نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو اور نہ اسے اس دن کے عذاب و گرفت کا ڈر ہو جس دن متسام لوگ اعلم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۶)

قرآن کریم نے اس فاسق و فاجر کیسینی جماعت کا درجہ ذیل آیت میں ذکر فرمایا ہے
 وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَىٰ وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ
 اور یہ (بعثت کے منکر) لوگ یہ کہتے ہیں کہ
 بجز ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی
 حیات نہیں ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں
 اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت
 آجاتی ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس اس پر
 کوئی دلیل نہیں۔ محض ٹکل سے ہانک رہے ہیں۔
 (الباقیۃ ۲۲)

دین اسلام نے مرتدین اور ملحدین کے سلسلہ میں نہایت سخت موقف اختیار کیا ہے اس لئے کہ اسلام نے ان کے کفر پر اصرار کی نذر تلوار سے گردن اڑانا مقرر کیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ
 جو شخص اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کرے
 (بخاری، احمد) اس کو قتل کر ڈالو۔

لیکن مرتد یا ملحد کو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے گا جب تک کہ اسے تین دن کی مہلت نہ دی جائے۔ ان تین دنوں کے دوران اہل علم و ارباب فہم اس سے مرتد ہونے کے اسباب پر مباحثہ کریں گے اور اس کے ذہن میں جو شکوک و شبہات ہیں انہیں دور کریں گے اور اسلام کے زیریں اصول اور حقانیت کو اس کے سامنے کھول کھول کر بیان

کریں گے۔ پھر بھی اگر کفر و الحاد پر مصر ہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑادی جائیگی تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

اور اگر مرتدین و ملحدین طاقت و قوت پیدا کر لیں اور اپنی کوئی جماعت یا تنظیم قائم کر لیں تو مسلمانوں کے حکام اور ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان سے اس وقت تک جنگ کریں جب تک وہ دین حق کی طرف واپس نہ آجائیں۔ (ترجمہ ص ۶۱)

ملحدین و مرتدین کی سزا کے اسباب :-

۱۔ تاکہ ازداد و الحاد پر آمادہ کرنے والی چیزیں بعض کمزور نفوس کو اپنی طرف راغب نہ کر سکیں۔

۲۔ تاکہ کوئی منافق یہ سوچ کر اسلام میں داخل نہ ہو کہ پھر دوبارہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

۳۔ تاکہ کفر کی قوت و عزت میں اضافہ نہ ہو کہ پھر وہ اسلامی مملکت کے لئے بڑا خطرہ ثابت ہو۔

ملحدین کی سازشیں اور مجرمانہ حرکات :-

الحاد کی حقیقت اور ملحدین کی سازشوں کو واضح کرنے کے لئے چند تاریخی مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر ان ملحدین کو موقع مل جائے تو مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ نہ کر گزریں۔

کیونسٹ چین اور کیونسٹ روس نے ۱۶ ملین مسلمانوں کو سال میں ایک ملین کے حساب سے ختم کر ڈالا اور مسلمانوں کی بیچ کنی کی سازشیں اب تک جاری ہیں۔ اور چینی علقے کے مسلم ترکستان میں چینیوں نے وہ وحشیانہ مظالم کئے ہیں جنہوں نے ماضی کے آثار یوں کے مظالم پر پردہ ڈال دیا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے ایک سربراہ کو لایا گیا اور ایک عام راستہ میں اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا اور مسلمانوں کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے فضلات (پیشاب پاخانہ) کو لا کر اس مسلمان سربراہ کے اوپر اس گڑھے میں ڈالتے رہیں۔ یہ حرکت تین دن تک مسلسل جاری رہی اور اس سزا کے دوران اس مسلمان رہنما کی روح اس گڑھے میں پرواز کر گئی۔

ف اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں پر لعنت بھیجے اور آخرت میں سخت اور دردناک سزائے دوچار کرے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔ (ق)

کیونٹ ملک یوگوسلاویہ نے بھی اپنے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور اس ملک میں جب سے کیونٹوں کا دور دورہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک ایک ملین مسلمان کو ختم کیا جا چکا ہے۔ اور وحشیانہ سزائوں اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جس کی سب سے وحشیانہ و ظالمانہ سزا کی مثالوں میں سے مسلمان مردوں اور عورتوں کا قیمہ کی ان مشینوں میں ڈالنا ہے جو گوشت کو رول کی شکل میں بنا دیتی ہیں۔ تاکہ دوسری جانب سے یہ مسلمان مرد و عورتیں گوشت و ہڈیوں و خون کا مرکب قیمہ بن کر نکلیں۔

جو کچھ یوگوسلاویہ میں ہو رہا ہے وہ سب کچھ کیونٹ بلاک کے تمام ممالک میں اب تک ہو رہا ہے۔ چنانچہ کیونٹوں نے عراق کے شہر موصل میں عبدالکریم قاسم کے دور میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کیا اس کے بارے میں کتنی مرتبہ ہم نے سن رکھا ہے۔ اسی طرح دعوت اسلام دینے والی جماعت کے ساتھ جو قتل و غارت کے حوادث ”سحل“ میں ہوئے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل حق اور سچ ہے۔

کَيْفَ فَإِنَّ يُظْهَرُ وَأَعْلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا
فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً (التوبہ ۸)
کیونکر صلح رہے۔ اور اگر تم پر قابو پائیں تو نہ
محافظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا۔

نیز فرمان مبارک ہے:-

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا ذِمَّةً
أُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (التوبہ ۱۰)
نہیں محافظ کرتے کسی مسلمان کے حق قرابت
کا اور نہ عہد کا۔ اور وہی زیادتی پر ہیں۔

اس لئے مرنے والے نے یہ حقائق جان لئے تو اب آپ کا فریضہ ہے کہ
آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد
کے خونخوار پنجوں سے اور الحاد کے داموں سے بچائیں۔ تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان
اور مضبوط اسلام والا بنے اور شاندار استقامت پر قائم ہو۔ اور ایسے لوگوں میں
سے ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان اور کرامت اسلام سے قیامت تک
کے لئے نوازا دیا ہے۔ (تزیینت اولاد ج ۲ ص ۹۱۶ ترجمہ ص ۲۶۳ ج ۲)

ف: افسوس کہ آج کئی سالوں سے یوگوسلاویہ کے بوسنیا و ہرزیگوینا وغیرہ میں
یکونسٹ اور یہودی و عیسائی مل کر اسلام دشمنی پر بری طرح آمادہ ہیں اور مسلمانوں کے
درپے آزار بھی نہیں بلکہ ان کی نسل کشی کے درپے ہیں۔ امدان کے ساتھ جاسوز اور
ظلم و ستم کی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں کہ اس کی تعبیر و ترجمانی شیطنیت اور دزدگی کے
الفاظ سے کرنا بھی ناقص و ناکافی ہے۔

جو لوگ عالمی خبروں سے واقف ہیں ان سے یہ باتیں مخفی نہیں ہیں۔ یقیناً وقت
ایسا ہے کہ ہم دعا کریں اَللّٰهُمَّ نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِمْ۔

۳۔ حرام کھیل کود سے بچنا :-

اسلام نے اپنی بلند ترین شریعت و نظام اور حکیمانہ بنیادی اصولوں کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے ایسے بہت سے کھیل کود کو حرام قرار دے دیا ہے جس کا افراد کے اخلاق اور معاشرے کی اقتصادیات اور خاندانوں کے وقار پر برا اثر پڑتا ہے۔ اب ہم مرتبان کرام کے سامنے ان حرام و ناجائز کھیل کود کی کچھ اقسام بیان کر دیتے ہیں تاکہ وہ ان کو سمجھیں اور ان سے بچیں اور دوسروں کو بچانے میں اپنے آپ کو مقتدا و نمونہ ثابت کر دکھائیں۔ واللہ الموفق۔

۱۔ زرد سے کھیلنا :-

حرام کھیلوں میں سے زرد سے کھیلنا بھی ہے۔ خواہ یہ شرط لگا کر کھیلا جائے یا یونہی دل بہلانے اور وقت گزارنے کی خاطر۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَنْ لَعِبَ بِالزَّرْدِ شَرٌّ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي الْحُمُورِ يَرُدُّهُ - (مسلم)

جو شخص زرد شیر سے کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت و خون سے رنگ لیا۔ نیز ارشاد فرمایا :-

۱۔ مؤلف نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ استاد قرضاوی نے اپنی کتاب حرام و حلال میں شوکانی سے بواسطہ ابن السیب و ابن مفضل سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے زرد کھیلنے کی اس صورت میں اجازت دی ہے جبکہ جوابی نہ ہو۔ صاحب کتاب کی یہ نقل غیر معتبر ہے۔ اس لئے کہ شوکانی نے جس صیغہ کے ذریعہ اس قول کو نقل کیا ہے وہ "وَرُدُّهُ" ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے اس لئے اہل کے ذریعہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

مَنْ لَعِبَ بِالزَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ جو شخص زرد سے کھیلنا اس نے اللہ اور اس
دُسُوکَ۔ (ابوداؤد) کے رسول کی نافرمانی کی۔

اس کھیل کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ زرد سے کھیلنا خواہ بلا شرط ہی کیوں
نہ ہو تب بھی یہ اس کھیل میں مشغول ہونے والوں کے اوقات کا بڑا حصہ برباد
وضائع کر دیتا ہے۔

۲۔ شطرنج :-

کھیل کی معروف قسم میں سے شطرنج کھیلنا بھی ہے۔ احادیث میں اسکی مذمت وارد ہوئی ہے
اسے عجیوں کا جو اکہا گیا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں شطرنج کھیلنے والے پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

عن علی کان یقول هو میسر الاحاج ^(مشکوٰۃ) حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ شطرنج عجیوں کا جو ہے۔
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شطرنج کھیلنے والے کو خطا کار فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)
جامع صغیر میں روایت ہے کہ۔

ملعون من لعب بالشطرنج والنظر ^(مرقت) جس نے شطرنج کھیلنا اس پر لعنت ہو اور اسکی طرف دیکھنے
الیہا کالاً کل لحم الخنزیر (مرقت) والا خنزیر کا گوشت کھانے والے کی طرح ہے۔
ان احادیث کی بنا پر جمہور ائمہ امام ابو حنیفہ، مالک، احمد رحمہم اللہ اسکی حرمت کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔
۳۔ گلانے بجانے و موسیقی کا سننا :-

ناجائز اور حرام کھیل کود میں ایسے گانے کا سننا بھی داخل ہے جس میں موسیقی ہو
چاہے یہ گانا مباح قسم کا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس موسیقی کی حرمت کے سلسلہ
میں آئندہ دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ فحش گانے بھی جو شہوت
اور فحشی جذبات کو ابھارنے والے ہوں۔ اسی طرح وہ گانے بھی جو کافرانہ رسوم
اور گمراہ کن باتوں و عقائد وغیرہ کی طرف دعوت دینے والے ہوں ناجائز و حرام ہیں

اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن عساکر اپنی تاریخ میں اور ابن صہری اپنے امالی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جو شخص کسی فاحشہ کے گلے کو سنسنے کے لئے بیٹھ گیا، تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں اللہ تعالیٰ سیسہ گھسلا کر ڈالیں گے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کئے گی تو اس پر آزمائش و ابتلا رکاوٹ شروع ہو جائے گا۔ جب مال غنیمت دولت جمع کرنے کا ذریعہ بن جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جانے لگے اور زکوٰۃ بوجھ بن جائے اور انسان بیوی کی اطاعت کرنے لگے، اور ماں کی نافرمانی، اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور والد کے ساتھ سختی۔ اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلے کا سردار ان میں کا فاسق شخص بن جائے۔ اور قوم کا سردار کمترین اور حقیر شخص ہو جائے، اور انسان کا اکرام اس کے ڈر کی وجہ سے کیا جانے لگے، اور شراب پی جانے لگے، اور ریشم پہنا جانے لگے، اور مغنیات اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں اور اس امت کے اخیر کے لوگ اس امت کے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر لعنت بھیجنے لگیں، تو ایسے موقع پر سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے، یا صورتیں مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (ترمذی)

اور مسند و ابن حبان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اخیر زمانہ میں میری امت میں سے ایک قوم صورتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنا دیے جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی گواہی دیتے ہوں گے اور روزہ

رکھتے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: انھوں نے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات اور دف کا استعمال شروع کر دیا ہوگا، اور شراب پینے لگے ہوں گے۔ وہ رات کو شراب و کباب، کھیل کود میں مست ہوں گے اور صبح ایسی حالت میں کریں گے کہ انکی صورتیں مسخ کر دی گئی ہوں گی۔

اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے فحش و بے ہودہ اور جنسی جذبات ابھارنے والے گانوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

رہا وہ گانا جو حلال و مباح ہے اس سلسلہ میں آپ کے سامنے اُس تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو شیخ محمد حامد نے اپنے رسالہ ”حکم الاسلام فی الغناء“ میں فقہاء سے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ۱۔

”اگر کسی مشکل اور سخت کام میں ہمت بڑھانے یا جھگڑات اور لوریان سفروں میں دل کو خوش کرنے کے لئے اشعار وغیرہ پڑھے جائیں تو یہ مباح ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کے کھودنے کے وقت اشعار پڑھے ہیں۔

اسی مباح قسم کے غنائ میں وہ اشعار بھی داخل ہیں جو عورتیں بچوں کے سُلانے کے لئے لوری کے طور پر پڑھتی ہیں۔

اور اسی ذیل میں وہ صاف ستھرے اشعار بھی آتے ہیں جن میں پھولوں، باغوں اور نہروں کی تعریف و توصیف ہو۔ تو اس قسم کے تمام اشعار جائز ہیں بشرطیکہ اس میں کوئی حرام و ممنوع قسم کا لہذاغشار شامل نہ ہو۔ ورنہ حرام ہو جائے گا۔ خواہ پسند و موافقت پر مشتمل کیوں نہ ہوں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۶)

گلنے بجانے کی مذمت و حرمت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید ارشاد
ملاحظہ فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے دو جہاں کے لئے
رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بالنسریوں اور گانے بجانے
کے سامان اور شراب اور ان جنوں کو ختم کر دوں جو زمانہ جساہلیت میں
پوجے جلتے تھے۔ (احمد)

نیز ارشاد فرمایا: میری امت میں لہسی قومیں بھی ہوں گی جو زنا اور ریشم
اور شراب اور گانے بجانے کے سامان کو حلال سمجھیں گی۔

اس کے علاوہ اور دوسری بہت سی وہ احادیث مروی ہیں جن سے گلنے
بجانے کے آلات اپنے پاس رکھنے، ان کو بجانے اور ان کے سننے کی حرمت ثابت
ہوتی ہے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۶۷)

۴۔ سنیم، تھئیٹر اور ٹیلی ویژن کا دیکھنا۔

یقیناً اطلاعات و نشریات کے جدید وسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ
وغیرہ اس زمانہ کے وہ ترقی یافتہ آلات ہیں جہاں تک انسان کے عقل کی رسائی ہو سکی
ہے۔ مگر درحقیقت یہ دو دھاری ہتھیار ہیں جو شر و خیر دونوں میں استعمال کئے جاسکتے ہیں
لیکن اگر ہم ٹیلی ویژن کے ان پروگراموں کا جائزہ لیں جو ہمارے یہاں عام طور
سے دیکھے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے اکثر پروگرام عزت و شرافت کا جنازہ
نکلنے والے اور بے ہودگی، آوارگی اور فحاشی کی طرف دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔
اس لئے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ٹیلی ویژن کا رکھنا، اس کے موجودہ پروگراموں کو
دیکھنا قطعاً حرام اور گناہ ہے۔

اسی طرح سینما گروں تھیٹروں اور رات کے فحش پروگراموں میں جانا بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ ۱۔

۱۔ اسلامی شریعت کے مقاصد میں سے عزت و آبرو اور نسب کی حفاظت بھی ہے اور اس اعتبار سے کہ فلموں، ڈراموں میں جو چیزیں عام طور سے دکھائی جاتی ہیں ان کا مقصد عزت و شرافت اور کرامت کا ختم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں جانا اور وہاں کی چیزوں کو دیکھنا یہ سب ناجائز اور گناہ ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ اور ان کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

۲۔ چونکہ موجودہ دور کی فلمیں اور رات کے ڈرامے ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں جو بے راہ روی اور آزادی کا سبب بنتی ہیں اور شہوانی خیالات کو ابھارنے کا موجب ہیں اس لئے مسلمانوں کا وہاں کا قصد کرنا اور ان چیزوں کو دیکھنا قطعاً حرام ہے۔ تاکہ افراد و معاشرے کے اخلاق محفوظ رہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر عمل ہو "لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام" یعنی نہ ضرر پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ۔

۳۔ چونکہ سینما اور تفریحی مراکز میں گانے بجانے کے آلات اور فحش قسم کے بیہودہ گانے نیم عریاں تصویریں اور ڈانس ہوتا ہے اس لئے وہاں مسلمانوں کا جانا بالکل حرام و ناجائز ہے

یہودیوں کی سازش و منصوبہ ۱۔

یہود کے منصوبوں میں سے یہ منصوبہ و سازش بھی ہے کہ غیر یہودی انسانی معاشرہ اور قوموں میں اخلاق کی دھجیاں بکھیر دی جائیں۔ چنانچہ انکے پروٹوکول میں لکھا ہے کہ ۱۔

”ہمیں یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کر دیں تاکہ ہم بسہولت ان پر غلبہ حاصل کر سکیں۔“

چنانچہ ان کی نظروں میں اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ نشر و اشاعت، ریڈیو، ٹیلیوژن اور سینما و تھیٹر اور روزانہ کے نشریاتی پروگراموں میں ہر اس خائن ایجنٹ اور کرائے کے صحافی سے کام لیا جائے جو ان کے منصوبہ میں ان کا ہاتھ بٹلے۔ یہودی اپنی مکاری و عیاری سے اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے کہ قوموں کی ثقافت، کہیں کودا اور فنون کے نام پر بے حیائی، بے راہ روی اور بد اخلاقی کے مراکز کے ذریعہ اخلاقیات کو تباہ و برباد کر دیں۔

مرتی محترم! کیا آپ جانتے ہیں کہ جو نوجوان مرد و عورتیں زنا کاری، الحاد، بے حیائی، گندی فلموں اور رات کی گندی محفلوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ چاکر سمجھیں یا نہ سمجھیں، درحقیقت وہ یہود کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ پس آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کو ان وبائی مقامات اور فتنوں کے مراکز سے دور رکھیں۔ اس لئے کہ یہ سب عقیدہ و اخلاق کو برباد کرنے والے ہیں اور یہودی کی سازشوں اور منصوبوں کا جز ہیں۔ اس لئے اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اہل بعض والدین اپنے بچوں کے لئے ٹیلیوژن اس لئے خرید دیتے ہیں تاکہ انہیں سینما، تھیٹر وغیرہ کھیل کود و بے حیائی کے مقامات سے روک سکیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دلیل نہایت یودی اور ان کا دعویٰ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے پوچر اور غلط ہے۔

۱۔ کسی برائی کو اس طرح نہیں ختم کیا جاسکتا کہ اس کی کسی اور برائی کو جگہ دیدی جائے۔

۲۔ ٹیلیوژن رکھنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اس خرابی سے کہیں زیادہ ہے جو کھیل کود کے مقامات پر جانے سے وجود میں آتی ہے اس لئے کہ کھیل کود کی

خرابی وقتی اور موسمی ہوتی ہے، اور اس کا فساد روزانہ اور دائمی جاری رہتا ہے۔

۳۔ ٹیلیوژن لکھنے سے بہت سی بڑی بڑی معاشرتی تباہیاں اور ایسی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ جس کے سبب خاندان کے افراد کا پر وگرا دیکھنے کے لئے دیر تک جاگنا، پڑوسیوں، دوستوں، مردوں عورتوں کا مستقل اجتماع و اختلاط ایک ایسا المیہ ہے کہ جس کی وجہ سے بہت سی عزتیں لوٹی گئیں اور خون خرابے ہوئے اور بہت سی لڑائیوں اور جھگڑوں کی دماغی پڑی جس کا اصل سبب ٹیلیوژن کی لعنت اور باہمی اختلاط ہی ہے۔

یہ خرابیاں اس کے علاوہ ہیں کہ ٹیلیوژن سے صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں مثلاً نگاہ کا کمزور ہونا اور دوسرے نفسیاتی نقصانات مثلاً کسی حسین جمیل کیرس کو دیکھ کر اس پر دل کا آجانا اور عقل و فکر کا اس میں الجھ کر رہ جانا، تعلیمی نقصان مثلاً بچوں کا مدرسہ کے کام کاج سے رہ جانا۔ اور فکری نقصانات مثلاً حافظہ کا کمزور ہونا اور فہم و سمجھ اور غور و فکر کے نلکے کا ضعیف ہو جانا۔ اور اقتصادی نقصانات مثلاً اس کے خریدنے کے لئے مال برباد کرنا۔ جبکہ افراد خانہ کو اس سے بھی زیادہ ضروری اشیاء درکار ہوں۔ (ترجمہ صفحہ ۲۷)

۵۔ قمار بازی و جوا۔

اسلام کی نظریں حرام کھیل کو دیکھنے کی تہم امتیاز اور مختلف فیکس بھی داخل ہیں۔ جوئے سے مراد وہ کھیل ہے جو دو فریقوں کے درمیان ہو اور ان میں سے ایک ذوق نقصان میں جائے اور دوسرا فریق نفع اٹھائے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْكَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (البقرہ ۲۱۷)

اے ایمان والو! یہ جو شراب اور جوا،
اور بت اور پالسے ہیں، یہ سب شیطان
کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو
تا کہ تم نجات پاؤ۔

ان کے حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ:-

جوا انسان کو اس بات کا عادی بنا دیتا ہے کہ انسان کمائی میں نصیب
و اتفاق اور خالی و فارغ امیدوں و آرزوؤں پر اعتماد و بھروسہ کرے۔ عمل، جدوجہد
اور حقیقی محنت اور کمائی کے لئے پسینہ بہانے اور جائز و مشروع اسباب اختیار
کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ججوا خوش و خرم اور آباد گھروں کو تباہ و برباد کرنے، بھری ہوئی جیبوں کو
خالی کرنے، مالدار خاندانوں کو محتاج و فقیر بنانے اور باعزت لوگوں کو ذلیل کرنے
کا سامان ہے۔ ہم نے کتنے ہی خاندانوں کے بارے میں سنا ہے جو دولت کے بعد
فقیر و غریب بن گئے۔

قتسار و ججوا اپنے کھیلنے والوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا کرتا
ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے ہضم کر لیتے ہیں اور بغیر حق
کے دوسرے کے مال پر قابض ہو جاتے ہیں۔

ججوا اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتا ہے اور اپنے کھیلنے والوں کو
بدترین اخلاق اور قبیح عادات و اطوار کی طرف ڈھکیل دیتا ہے۔

ججوا جوئے باز کو جرم پر مجبور کرتا ہے۔ اس لئے کہ جو فریق فقیر ہو جاتا ہے وہ

چاہتا ہے کہ جس طریقے سے بھی ہو مال کو حاصل کرے، چاہے اس کے لئے پوری کرنا پڑے یا ڈاکو ڈالنا پڑے۔

جس کو قلق و بے چینی پیدا کرتا ہے اور بہت سے امراض و بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور عام طور پر خودکشی اور دیوانہ پن یا لاعلاج بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔

قمار اور جوئے کی قسمیں:-

حرام و ناجائز قمار و جوئے کی اقسام میں سے انعامی بونڈ کا خریدنا بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کے انعامی ٹکٹ قسمت و اتفاق پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی حرام و ناجائز جوئے کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جس میں قطعاً نرمی نہ برتنا چاہئے اور نہ اس میں کسی قسم کا تساہل کرنا چلے۔ خواہ یہ انعامی ٹکٹ کسی فلاحی ادارے یا انسانی بہود سے تعلق رکھنے والی جماعت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت میں جو جو اراج تھا اس کا مقصد بھی کسی کے ساتھ بھلائی یا کوئی اچھا مقصد ہی ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی بڑی حد تک ان انعامی ٹکٹوں کے مشابہ تھا جو آجکل فلاحی ادارے یا انسانی بہود سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں جاری کیا کرتی ہیں۔

یاد رکھئے! اسلام کسی اچھی غرض و غایت کو حاصل کرنے کے لئے جس چیز کو بنیاد بناتا ہے وہ ہے شریعت و مسائل کا اختیار کرنا۔ چنانچہ کسی بھی انسانی فلاحی کام کے لئے کچھ دینے کو اسلام اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ اس تک پہنچانے والے وسائل و اسباب صاف ستھرے نہ ہوں۔ اس لئے حرام و ناجائز

عہ اسی کی قسم لٹری بھی ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔ مگر افسوس کہ اس میں مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ (ق)

جُوئے وڈاکہ وغیرہ سے حاصل کردہ مال کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا۔
 اس لئے ہمیں اپنے بچوں کو اخلاص سے خرچ کرنے اور جائز و حلال طریقے پر
 پیسہ کمانے اور خرچ کرنے کا عادی بنانا چاہئے۔ تاکہ وہ خورد بخور خیر کے کاموں میں
 حصہ لیں اور اللہ رب العزت کے دربار میں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

نا جائز قمار و جوئے میں شرط لگا کر کھیلنا بھی داخل ہے۔ خواہ یہ شرط لگانا
 فٹبال و کرکٹ کے کھیل میں ہو، یا کبوتر بازی یا شطرنج وغیرہ کھیلوں میں۔
 اور اس کی صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے شرط لگائے
 یا ایک فریق دوسرے پر کچھ مال مقرر کر دے خواہ اسے نقصان ہو یا فائدہ، تو یہ بھی
 جوا بن جائیگا۔ اس لئے کہ اس میں ایک فریق کو فائدہ ہوگا اور دوسرے کو نقصان
 اور ایک دوسرے کا مال نا جائز کھا جائے گا۔

اس شرط بازی سے وہ کھیل مستثنیٰ ہیں جو جنگی تیاری اور جہاد کے سلسلہ
 میں ہوں۔ مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی ریس لگانا یا تیر اندازی یا نشانہ بازی وغیرہ یا
 اس طرح کی اور وہ چیزیں جو جدید جنگی ساز و سامان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے
 کہ اصحاب سنن و امام احمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک
 روایت کرتے ہیں کہ:-

لَا سَبْقَ إِلَّا فِي خِفِّ الْأَحْصَانِ مقابلہ جائز نہیں ہے سوائے اونٹوں ،
 اونٹنوں۔ (احمد) گھوڑوں کی ریس اور تیر اندازی کے۔

لیکن اس مقابلہ میں بھی شرط ہے کہ جو انعام مقرر کیا جائے وہ فریقین کے
 علاوہ کسی اور کی جانب سے ہو۔ یا ان میں سے صرف ایک کی جانب سے ہو۔ لیکن اگر
 دونوں ملے مقابل اس طرح اپنی طرف سے انعام مقرر کریں کہ ان دونوں میں سے جو بھی

سبقت لے جاتے گا وہ دونوں انعام کا مستحق ہوگا، تو یہ ناجائز اور مجواہن جائے گا اور اس قسم کی گھوڑ دوڑ جو شرطیہ اور جوئے کے لئے لگائی جاتی ہے اسے شیطان کے گھوڑے سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر کھیلنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کی جانب سے انعام مقرر ہو، مثلاً حکومت یا وزارت یا مدرسہ والوں کی طرف سے، تو ایسی صورت میں انعام دینا اور لینا دونوں شرعاً جائز ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں قمار اور مجواہن نہیں پایا جاتا۔ اور اس کا مقصد محبت اخوانی کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہمت افزائی خواہ جنگی تیاری کے سلسلہ کی ہو، مثلاً تیراندازی وغیرہ یا جسمانی ورزش اور اس میں جتنے سے متعلق ہو، مثلاً کشتی یا فٹبال وغیرہ۔ اور اس کے جائز ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرایا اور جیتنے والے کو انعام دیا۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۹)

شریعت اسلامیہ نے جس طرح کھیل کود کی مختلف انواع و اقسام کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ روحانیت نفس اور اخلاق و معاشرے پر ان سے بڑے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح اسلام نے اہل اسلام کی دلجوئی کے لئے بہت سے مہل کھیلوں کے دروازے بھی کھول دیے ہیں تاکہ وہ چاق و چوبند بھی رہیں اور طاقتور و مستعد بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل کی مشق بھی ہو جائے۔

کھیل کود کی وہ اقسام جنہیں اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔

الف۔ بھاگنے دوڑنے میں مقابلہ۔

جائز کھیل کے اقسام میں سے دوڑنا بھی ہے اور صحابہ کرامؓ دوڑنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نیکہ نہیں فرمائی بلکہ خود ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ ان کو خوش کرنے اور صحابہؓ کو تعلیم دینے کے لئے کیا کرتے تھے۔
ب۔ کشتی :-

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہؓ سے کشتی رانی اور آپ نے انھیں کئی مرتبہ پچھا ڈرایا۔
ج۔ تیر اندازی :-

جائز کھیلوں کے اقسام میں سے ایک قسم نیزہ بازی اور تیر اندازی بھی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ان حلقوں سے گزرتے تھے جو تیر اندازی کرتے ہوتے تھے تو ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور ان سے یہ ارشاد فرماتے کہ تم سب تیر اندازی کرتے رہو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔
د۔ نیزہ بازی :-

مباح کھیلوں میں سے نیزہ بازی بھی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کو اپنی مبارک مسجد میں نیزہ بازی کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنی اہلیہ مطہرہ حضرت عائشہ کو انکی یہ نیزہ بازی دیکھنے کی اجازت بھی دی۔
۴۔ شہسواری :-

مباح کھیلوں میں شہسواری بھی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو، وہ کھیل کود اور بھول ہے۔ سوائے چار چیزوں کے۔ تیر اندازی کے دونوں نشانوں کے درمیان دوڑنا۔ تپنے گھوڑے کی تربیت کرنا

اپنی بیوی سے دل لگی کرنا اور تیراکی سیکھنا۔ (طبرانی)
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی
 سکھاؤ۔ اور انھیں اس کا حکم دو کہ وہ گھوڑے کی پشت پر کود کر سوار ہونا سیکھیں۔
 و۔ شکار کھیلنا۔

جائز و مباح اور نفع بخش وہ کھیل جنہیں اسلام نے برقرار رکھا ہے ان میں سے
 دریا اور خشکی کا شکار بھی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ
 مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْغِيَارَةِ وَحُسْبَانًا
 عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُ
 حُرْمَتُهُ (ما تہ)

حلال ہوا تمھارے لئے دریا کا شکار اور
 دریا کا کھانا، تمھارے اور سب مسافروں
 کے فائدہ کے واسطے۔ اور شکار جنگل کا تم پر
 حرام ہوا جب تک کہ تم احرام میں رہو۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۲۸۴)

شکار کی مزید تفصیل اصل کتاب میں موجود ہے۔ بغرض اختصار ہم نے
 نقل نہیں کیا۔

۴۔ اندھی تقلید سے بچانا۔

وہ اہم امور جن کا تربیت کرنے والوں کو بہت اہتمام کرنا چاہئے ان میں سے
 یہ بھی ہے کہ بچے کو جاسو چھبھے اندھی تقلید اور بغیر غور و فکر کے دوسروں کی
 مشابہت اختیار کرنے سے بچائیں۔

اس لئے کہ اندھی تقلید روحانی و نفسیاتی شکست اور خود پر اعتماد و بھروسہ
 نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ انسان اپنی ذات و شخصیت کو اپنے پسندیدہ شخص کی

شخصیت میں ختم و فنا کر دیتا ہے۔

اس لئے کہ بُرے اخلاق میں اندھی تقلید انسان کو یقینی طور پر ڈھیلے پن اور آزادی و بے راہ روی کی زندگی تک پہنچا دیتی ہے۔

اس لئے کہ اندھی تقلید ان لوگوں کو جو دوسروں کے طریقوں اور اخلاق کو اپناتے ہیں بہت سے دینی فرائض و واجبات اور معاشرتی ذمہ داریوں سے روک دیتی ہے اور اقتصادی تعمیر اور ثقافتی میدان میں بڑھنے سے مانع بن جاتی ہے۔ اس لئے کہ اندھی تقلید اخلاق کے بگاڑنے اور مردانگی ختم کرنے اور مختلف قسم کی بیماریوں کے پیدا کرنے اور عزت و شرافت اور پاکدامنی جیسے فضائل کی بیخ کنی کے اسباب میں سے ہے۔

چنانچہ جارج بالوشی اپنی کتاب "الثورة الجنسية" میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں کنیڈی نے صاف صاف کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس لئے کہ اس کے نوجوان بے راہ روی اور جنسی جذبات میں غرق ہیں۔ وہ ان ذمہ داریوں سے جہدہ برآ نہیں ہو سکتے جو ان پر ڈالی گئی ہیں۔ ہر وہ سات نوجوان جو فوج میں بھرتی ہونے آتے ہیں، ان میں سے چھ بھرتی کے قابل اس لئے نہیں ہوتے کہ وہ جن جنسی کھیلوں میں مستعد ہے ہیں انہوں نے ان کی نفسیاتی و جسمانی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔

اس لئے اسلام نے دوسروں کی مشابہت سے روکا اور اندھی تقلید سے منع کیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ مشابہت اختیار کی۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوگا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص ہر ایک کے رائے کی پیروی کرنے والا نہ بنے اور نہ یہ کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں، اگر لوگ اچھا کریں گے تو میں بھی اچھا کروں گا اور اگر لوگ برا کریں گے تو میں بھی برا کروں گا۔ بلکہ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ان کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔ (ترمذی)

پس یہ احادیث نبویہ جن امور سے منع کر رہی ہیں وہ سب اس طرف رہنمائی کر رہی ہیں کہ انسان اپنے کردار، اخلاق، عادات اور لباس میں ان امور کی وجہ سے جو ہم نے ابھی ابھی ذکر کئے دوسروں کی تقلید سے بچے۔

لیکن ایسی چیزوں میں تقلید و اتباع کرنا جو امت اسلامیہ کے لئے علمی طور سے مفید ہوں، مثلاً علم طب و ہندسہ و فزکس وغیرہ سے فائدہ اٹھانا اور ایٹم اور جدید جنگی وسائل کے اسرار وغیرہ معلوم کرنا تو سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کے تحت داخل ہیں۔

وَأَعِذُوا لِلَّهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْهُ ۚ وَأَعِذُوا لِلَّهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْهُ ۚ وَأَعِذُوا لِلَّهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْهُ ۚ
بکچھ جمع کر سکو تو ت سے۔ (انفال ۶۰)

اور اسی طرح درج ذیل حدیث کا مضمون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے

جسے ترمذی و عسکری نے روایت کیا ہے۔

الحکمة ضالة کل حکیم فاذا
و جد هافهو احق بها۔
حکمت و دانائی کی بات حکیم کی گم شدہ
چیز ہے وہ اسے جہاں بھی پائے وہی
(ترمذی ص ۲۸۵) اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

(ترویۃ الاولاد ص ۹۲۵ ترجمہ ج ۲ ص ۲۸۴)

اندھی تقلید کے مظاہر :-

عورتوں کا ایسا لباس زیب تن کر کے نکلنا جو عریانی کی طرح ہو، جس میں جسم
کھلا ہوا ہو۔ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ ایسی عورتیں نہ جنت میں
داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

موت و غیر مصیبت کے وقت عیسائیوں کی مشابہت میں سیاہ لباس پہننا۔
عام حالات اور غصے میں غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا۔

غیر محرموں مثلاً دیور، چچا زاد بھائیوں وغیرہ کے سامنے بے پردہ کھلے سر جانا۔

اخیر میں مؤلف تحریر فرما رہے ہیں کہ: ہنسی ازم بے راہ روی کا شعار اور آزادی

و بے لگامی کا نشان بن گیا ہے تو پھر بھلا کوئی بھی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام

اپنے نوجوانوں کے لئے یہ پسند کرے گا کہ وہ بے راہ روی اور آدادی پسندوں کی

تعداد میں اضافہ کریں اور ان کی جماعت کو بڑھائیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یوں ارشاد فرما رہے ہیں :-

من کثر سواد قوم فهو منهم
جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے

(ابو یعلیٰ) وہ اسی میں شمار ہوتا ہے۔

کیا اپنی پن اور کاندھوں تک بال بڑھانے میں عورتوں کے ساتھ رسوا کن مشابہت نہیں ہوتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔

اس لئے اے مرتبی محترم! آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کے سامنے ان تمام گندے مناظر اور بے حیاء شکل و صورتوں اور چھپھوری عادتوں کی برائیوں کو کھول کر رکھ دیں۔ نیز آپ پر لازم ہے کہ ان کو یہ یاد کرادیں کہ اندھی تقلید کا مرض ان خطرناک امراض میں سے ہے کہ جو عزت و شرافت کو برباد کرنے اور اخلاق کو بگاڑنے کے اسباب میں سے بڑا سبب ہے۔

مکن ہے کہ آپ کی اس محنت سے آپ کے جگر گوشے صحیح راستہ پر چلیں اور عقل و شعور سے کام لیں اور کسی قسم کی فتنہ انگیزی ان کو صحیح راستہ سے نہ ہٹا سکے اور نہ ان پر اپنا داؤ چلا سکے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۹۱)

۵۔ بڑے سائیکھوں سے بچانا۔

بری صحبت بچے کے اخلاقی انحراف و بگاڑ کے بڑے اسباب میں سے ہے خصوصاً اگر بچہ کم سمجھ، بلید، ضعیف العقیدہ ہو تو بڑوں کی صحبت سے جلد متاثر ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی وقت میں ان کی خسیس عادات و صفات میں رنگ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم اس کی طبیعت اور انحراف اس کی عادت بن جاتا ہے پھر مرتبی کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کو راہ راست پر لائے اور بد نعتی کے گڑھے سے اس کو نکالے۔ اس کے متعلق مؤلف پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں وہاں

۶۔ بُرے اخلاق سے بچانا :-

مؤلف ج ”اخلاقی تربیت کی ذمہ داری“ اور ”جسمانی تربیت کی ذمہ داری“ کے سلسلہ میں بچوں کی خاص خاص بداخلاقوں اور بیماریوں اور اس کے علاج کے متعلق بیان کر چکے ہیں لہذا ان کو وہاں مطالعہ فرمایا جائے۔ خلاصہ کے طور پر وہ بداخلاقیاں و بیماریاں جن سے اپنے بچوں کو بچانا چاہئے مندرجہ ذیل ہیں :-

جھوٹ بولنے کی عادت - چوری کی عادت - مٹائی گلوچ کی عادت - آزادی
و بے راہ روی کی عادت - تمباکو نوشی کی عادت - مٹت زنی کی عادت - منشیات
وسکرات کی عادت - زنا و اغلام بازی کی عادت -

علمائے تربیت و اخلاق کے یہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ مندرجہ بالا عادات بچے کے اخلاقی بگاڑ اور اس کے کردار کے خراب کرنے میں خطرناک کردار ادا کرتی ہیں۔ اس لئے اگر مہربان حضرات بچوں کی نگرانی اور خیر خواہی میں اپنا صحیح کردار ادا نہیں کریں گے تو بچے لامحالہ ضلالت کے گڑھے میں گر جائیں گے اور تاریک وادیوں میں پھنکتے رہیں گے۔ پھر ایسی صورت میں مصلح و مہربان کے لئے یہ مشکل ہوگا کہ ان کو راہ راست پر لاسکے اور حق و اہل حق سے رابطہ پیدا کر سکے۔

۷۔ حرام سے بچانا :-

متنبہ کرنے کے سلسلہ میں ایک اہم امر یہ بھی ہے کہ بچوں کو حرام سے بچایا جائے اور اس سلسلہ میں ان کو خوب متنبہ کیا جائے۔

علمائے اصول نے حرام کی تعریف یہ کی ہے کہ حرام وہ ہے جس کے ترک کرنے کا

شریعت نے سختی سے حکم دیا ہو۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو آخرت یا دنیا کی سزا کا مستحق قرار دیا ہو۔ جیسے کہ قتل کرنا، زنا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، یتیم کا مال کھانا کم ناپنا تو لٹا۔

اب ہم آپ کے سامنے اہم حرام چیزیں بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو بچوں کی تعلیم و رہنمائی میں آسانی ہو۔

الف۔ کھانے پینے میں حرام چیزیں ۱۔

مردار جانور، خون، خنزیر (سور) کا گوشت، اور وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور وہ جس کو جھٹکا دیا گیا ہو، اور وہ جس کا گلابا دیا گیا ہو، اور وہ جس کو بلندی سے گر کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے درندے نے کھایا ہو، اور وہ جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ یہ سب حرام ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
وَحَرَّمَ مَتَّ عَلَیْكُمْ الْمِیْتَةُ الْمَ (المائدہ)

مردار حرام جانوروں میں شریعت اسلامیہ نے مچھلی اور مڈی۔ اور خون سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لئے دو مردار مچھلی اور مڈی اور دو خون کلیجی اور تلی حلال کر دیئے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا چیزیں جن کا تذکرہ ابھی کیا گیا ہے وہ سب عام حالات کے لئے ہیں لیکن مجبوری کی حالت اس سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا دوسرے طوروں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) مزے لینے کے لئے اور شکم پروری کے لئے نہ ہو۔ (۲) ضرورت سے زائد نہ کھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمِیْتَةَ وَالْدَّمَ الْخَمْرَ
میں اس کا حکم موقوف ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ انسانی زندگی کو بچایا جاسکے اور لوگوں کو مشقت و حرج میں نہ ڈالا جائے۔ اس لئے کہ شریعت مقدسہ میں تنگی نہیں ہے لاجہ فی الاسلام۔

اسی طرح شراب اور دوسری منشیات (نشہ آور) و مخدرات کا استعمال حرام ہے۔ تاہم بعض دواؤں میں ان کی حفاظت کیلئے جو ایک مخصوص مقدار میں الکحل وغیرہ ملا جاتا ہے تو وہ مندرجہ شروط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ اگر اس دوا کا استعمال نہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے صحت پر خطرناک صورت پیش آنے کا خطرہ ہو۔

۲۔ اس کے علاوہ کوئی اور حلال و جائز دوا موجود نہ ہو۔

۳۔ اس دوا کو کوئی ماہر، حجازہ کار، دیندار مسلمان معالج تجویز کرے۔

اس قسم کی آسانی اور سہولت پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام مشقت کے دور کرنے اور فائدہ و منفعت پہنچانے پر مبنی ہیں جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد مبارک ہے:-

فَمِنْ اضْطُرٍّ غَيْرٍ بَاغٍ پھر بھی جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بیتاب
وَلَا عَادٍ فَلَا اِشْوَعَالِيْهِ ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ
(قدر حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو اس
شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔

(البقرة ۱۷۳)

ب۔ لباس و پوشاک میں حرام چیزیں ۱۔

اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان مناسب شکل و صورت میں لوگوں کے سامنے آئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنٰ عَلٰىكَ
لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتَكَ وَرِيشًا
اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس
پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا
(الاعراف ۲۶) ہے اور موجب زینت بھی ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:-

يٰۤاٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ عِندَ
كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ۳۱)
اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری
کے وقت اپنے لباس پہن لیا کرو۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ان مبلع زیب و زینت میں اعتدال و میانہ روی کے
دامن کو نہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَالَّذِيْنَ اِذَا اُنْفَقُوْا لَمْ
يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَ
كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا
اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب
خرج کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں
اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ کرنا اس
(افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے
(الفرقان ۶۷)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ کرو بغیر
کسی اسراف اور تکبر کے۔ (بخاری)

اسلام نے مسلمانوں کو نظافت اور صفائی ستھرائی پر ابھارا ہے۔ چنانچہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نظافت (صفائی)، اختیار کرو اس لئے کہ اسلام
صاف ستھرا دین ہے۔ (ابن جان)

نیز اسلام نے جمعہ و عیدین میں نظافت و آراستگی پر ابھارا اور آمادہ کیا ہے
بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مالدار صحابی سے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں
مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔

نیز اسلام نے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کی اصلاح کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے محض یہ چیزیں مباح و جائز قرار دینے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کو اختیار کرنے کا انسان سے مطالبہ کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے ان کو حرام کیا ہے ان پر نکیر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الْمَرْئِي -
 آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے
 کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے لئے
 بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال و طیب
 چیزوں کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔
 (الاعراف ۳۲)

بعض چیزوں کے استعمال سے ممانعت :-

۱۔ مردوں پر سونا و ریشم کا حرام ہونا۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے دلہنے ہاتھ میں لیا اور سونے کو بائیں ہاتھ میں۔ اور ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ہاں اگر کوئی اور کپڑا نہ ہو تو اس سے شرنگاہ چھپانا جائز ہے۔ (ابوداؤد)

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ جس کی مقدار میں حنفیہ کا ملک یہ ہے کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ اور اچھایہ ہے کہ اس کو بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلیا) میں پہنے۔

ف: مگر افسوس کہ اس امر میں جائز ناجائز کا خیال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض لوگ تو دو دو انگوٹھی پہنتے ہیں۔ اور بعض سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں جو بالکل حرام ہے۔ (ق)

۲۔ عورت و مرد کے لئے ایک دوسرے کی مشابہت حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

نیز ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورتیں ہم نہیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں۔ اور نہ وہ مرد جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں۔ (امام احمد)

ہمارے نوجوان مردوں اور عورتوں میں ایک دوسرے سے مشابہت اور اندھی تقلید کا مرض بہت عام ہو گیا ہے اس لئے تربیت کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ اس مرض کا بہت عمدہ اسلوب سے علاج کریں۔

۳۔ ریا کاری اور تکبر کے لئے کپڑا پہننے کی حرمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ریا کاری کے لئے لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو زلت و رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔

(امام احمد، ابوداؤد، نسائی)

ریا کاری کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ انسان قیمتی اور شاندار لباس بڑائی کے اظہار اور فخر و مباہات کے لئے پہنے۔ تو ظاہر ہے یہ دکھاوا تکبر و اکڑ پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ متکبر شخص کو پسند نہیں فرماتے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے لباس کو گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے لباس پوشاک، کھالے پینے اور گھر کے ساز و سامان میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں۔ تاکہ کبر و بڑائی کا تسلط اور اترانے کے جذبہ کا غلبہ نہ ہو۔

۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنا حرام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گودے والی اور گدوالے والی اور دانتوں کو باریک کرنے والی اور دانتوں کو باریک کرانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔ (مسلم)

اس لئے کہ اس میں انسان کو عذاب دینا اور اللہ کی خلقت میں تغیر و تبدیل ہوتی ہے اور اللہ کے فیصلہ و تقدیر پر عدم رضا کا اظہار ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم نے اس تغیر و تبدیل کو شیطانی اثر قرار دیا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرتا ہے۔

وَلَا مَرَّةً فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں اللہ کی (النساء ۱۱۹) بنائی ہوئی صورتیں۔

خوبصورتی کے لئے جو عمل جراحی کئے جاتے ہیں ان سے وہ آپریشن وغیرہ مستثنیٰ ہیں جو اس لئے کئے جاتے ہیں کہ اس کے ذریعہ انسان کو درد و الم سے بچایا جاسکے مثلاً زائد انگلی یا غدد وغیرہ کاٹنا یا جن کے کلٹنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ مثلاً بالوں کا کاٹنا، ناخنوں کا تراشنا، موئے زیر ناف و بغل کو کاٹنا۔ تاکہ لوگوں سے مشقت دور ہو اور صفائی ستمرائی حاصل ہو۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۳۱)

۵۔ ڈاڑھی مونڈنے کی حرمت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مونچھیں کاٹو اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔ (مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کترؤ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (امام احمد)

اس کے علاوہ اور حدیثوں میں ڈاڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں نہایت تاکید کی کلمات وارد ہوئے ہیں، جن کی بنا پر چاروں ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی کا بڑھانا واجب اور اس کا منڈوانا حرام ہے۔

ہاں اگر ڈاڑھی ایک مشت سے زائد ہو جائے تو حضرات خفیہ کے نزدیک اس زائد کا کترنا مسنون ہے۔ (ماخوذ از شامی ج ۵ ص ۲۵۹ کتاب المحظور والاباحۃ) جیسا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ "الطرائف والظرائف" میں تحریر فرماتے ہیں:-

فائدہ: روى الترمذی عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته طولاً وعرضاً وصاحب مفاتيح وغرائب در آخراين حديث لفظ اذا زاد على قدر القبضة نیز نقل کرده اند۔ یعنی مفاتيح وغرائب میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک سے طولاً و عرضاً کترتے تھے جبکہ قبضہ (مشت) کی مقدار سے زائد ہو جاتی۔ (الطرائف والظرائف) نیز بخاری شریف میں ہے کہ:-

"وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے اور جو حصہ (اس مٹھی سے) زائد ہوتا تھا

اس کو کاٹ دیتے تھے۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۲ کتاب اللباس)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے

(حاشیہ بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے۔ لہذا اس سے کم کرنا اور خشکی ڈاڑھی رکھنا از روئے شرع جائز نہیں ہے۔

(از فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۳۳)

لہذا ان احادیث نبویہ اور فقہی نصوص سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ڈاڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو سیدھا راستہ دکھائے۔ آمین!

۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چاندی سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے بیٹ میں جہنم کی آگ اندلیتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور ریشمی کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ دنیا میں کافروں کے لئے ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھرانے کو مذموم عیش و عشرت کے اسباب اور مہغوض بڑائی اور تکبر کے مظاہرے سے پاک رکھا جائے۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۳۱۳)

۷۔ تصویروں اور مورتیوں کی حرمت :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتیا یا تصویر ہو۔ (بخاری، مسلم)

یہ احادیث مجموعی حیثیت سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تصاویر، مورتیاں حرام ہیں۔ خواہ وہ مجسمے کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں۔ اور خواہ وہ فوٹو گرافی کے ذریعہ ہوں یا بغیر اس کے۔ اور خواہ ان کو تحقیر و تذلیل کے طور پر بنایا گیا ہو یا اعزاز و اکرام کے لئے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا مستابلہ ہے۔

ہاں تصاویر ممنوعہ سے درختوں اور ان چیزوں کی تصویریں مستثنیٰ ہیں جن میں جان نہ ہو۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مصوٰد کو جب تصویر بنانے کی وعید سنائی تو وہ گھبرا گئے۔ تو فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درختوں اور ایسی چیزوں کی تصاویر بناؤ جو غیر جاندار ہیں۔

رہیں کیمرے وغیرہ کی تصاویر و فوٹو تو یہ قطعی و صریح نصوص وادلہ کی وجہ سے بالکل ناجائز ہے۔ مگر یہ کہ مجبوری یا ضرورت ہو۔ جیسے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ یا مشکوک لوگوں اور مجرموں کی تصویر کشی۔ یا کسی وضاحت وغیرہ کے لئے لقمہ دیر کو

وسیلہ بنایا جائے تو یہ اس عمومی قاعدہ کے تحت داخل ہے جس میں یہ آتا ہے کہ الضرورات
تبیح المحظورات یعنی ضرورت ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہے۔

ہاں اس جانب بھی اشارہ ضروری ہے کہ بہت سے وہ گھرانے جو اسلام کے
دعوے دار ہیں، ان کے گھروں میں بڑی بڑی تصویریں اس دلیل کے تحت آویزاں ہیں کہ
یہ باپ دادا یا خاندان کی یادگار ہیں اور اس کو جاندار مورتیوں سے مزین کر کے گھر میں
ادھر ادھر رکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسے قالین دیواروں پر لگائے جاتے ہیں جن
پر تصویریں بنی ہوتی ہیں۔ یہ سب زمانہ جاہلیت کے کام ہیں بلکہ اس بت پرستی کے آثار
ہیں جس کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے۔

اس لئے والدین و مریٹوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گھروں کو ان ناجائز و حرام چیزوں
سے صاف ستھرا رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ان لوگوں میں شامل ہوں
جن کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے:-

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ
وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ
أُولَٰئِكَ ذُرِّيَّتًا (النساء ۶۹)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا
تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے
جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء
اور صدیقین اور شہداء اور صالحہ اور یہ
حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

ج۔ زمانہ جاہلیت کے ناجائز عقیدے۔

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا
ہے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا وَهِيَ غَيْبٌ كَا جَانِنِ وَالْأَهْلِي - سَوَدَه (ایسے)
 إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ - غَيْبِ پَر کُسی کُو بَہی مَطْلَعِ نَہیں کُرتا ہاں اَلْبَتَّ
 (الْحَجْنَ ۲۶ - ۲۷)

لہذا جو شخص حقیقی غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ اور حقیقت اور لوگوں
 پَر جھوٹ باندھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ
 أَتِيَانِ يُبْعَثُونَ ۝
 (النمل ۶۵)

آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں
 جتنی مخلوق موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات
 نہیں جانتا۔ بجز اللہ کے۔ اور نہ وہ یہ جانتے
 ہیں کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

اس عقیدہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عقیدوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱) کاہنوں کی تصدیق کرنا حرام ہے۔
 اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
 مَنْ آتَى عَرَّافًا فَسَلَّهَ عَنْ
 شَيْءٍ فَمَدَّ قَبْلَهُ بِمَا قَالَ لَمْ يُقْبَلْ
 لَهُ صَلَوةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا -
 جو شخص کسی نجومی کے پاس جا کر اس سے
 کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے
 اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اسکی
 چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (مسلم)

(۲) تیروں سے فال نکالنے کی حرمت۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا
 الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
 أَعْيُنُكُمْ أَلْهَىٰ عَنْكُمْ
 عَنِ الذِّكْرِ هَٰذَا سَبِيلُ
 الْمُجْرِمِينَ اے ایمان والو! (بابت یہی ہے کہ) شراب
 اور بھوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر

وَالْأَزْلَامُ رَجُسٌ مِّنْ حَمَلِ الشَّيْطَانِ (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سوانے
فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ (المائدہ ۹۸) بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اس لئے دین اسلام نے تیروں سے فال نکلنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسے شرک
بتلایا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ اس کی دعا اور اس کا طریقہ
ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اسے وہاں دیکھ لیا جائے۔

(۳) سحر و جادو کی حرمت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات تباہ کن چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے
عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے ساتھ شریک
ٹھہرانا۔ جٹا دو کرنا۔ اس نفس کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔
سود کھانا۔ قیم ٹھال کھانا۔ جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ اور شیدھی سادی پاکر
مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

بعض فقہائے کرام نے جادو کو کفر یا کفر تک پہنچانے کا زریعہ شمار کیا ہے اور بعض
حضرات کی رائے یہ ہے کہ معاشرے کو ایسے لوگوں کی گندگی سے بچانے کے لئے جادوگر کو
قتل کرنا واجب ہے۔ تاکہ امت مسلمہ کے عقیدے کو فساد و زلیغ اور گمراہی سے بچایا جاسکے۔
(۴) غیر اللہ کے نام کے تعویذ گندوں کی حرمت۔

امام احمد و حاکم حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دس آدمیوں
کا ایک قافلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے نو کو
آپ نے بیعت فرمایا اور ایک آدمی کو بیعت کرنے سے روک گئے۔ لوگوں نے آپ سے
اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا ہے۔ پھر
اس شخص نے وہ تعویذ اتار پھینکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بیعت فرمایا

اور فرمایا:-

من علق تيممة فقد اشرك جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا
یہاں تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہے جو شرکیہ کلمات یا غیر اللہ سے استغاثت
یا مبہم الفاظ پر مبنی ہو، یہ منع ہے۔ لیکن اگر تعویذ میں صاف ستھری عبارتیں یا اس
کا ترجمہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں یا قرآن پاک کی آیتیں و سورتیں
لکھی جائیں مثلاً سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ
وغیرہ لکھی جائیں تو بعض فقہاء کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی
طرح ایسی حدیثوں یا آیتوں کو اور دعاؤں کو پڑھ کر پھونکنے میں بھی کوئی حرج
نہیں۔ مثلاً بیمار یا جس پر جنوں کا اثر ہو، یا مایہ نپ بچھونے ڈس لیا ہو، تو اس پر
معوذتین یا سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا یا ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ پھیرنا۔
امام نووی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اگر تین باتوں کا خیال رکھا جائے
تو دم کرنا باتفاق سب کے یہاں جائز ہے۔

(۱) اللہ کے کلام یا اللہ کے اسماء و صفات کے ذریعہ ہو۔ (۲) عربی زبان
یا کسی دوسری زبان میں ہو لیکن اس کے معنی و مطلب معلوم ہوں۔ (۳) یہ عقیدہ
رکھا جائے کہ یہ دم کرنا خود اپنے طور پر مؤثر نہیں ہو سکتا بلکہ اصل اثر اور فائدہ
والا اللہ ہے۔

وہ تعویذ جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں وہ ہیں جو امام بخاری
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:-
اُعِيْذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ میں تمہاری حفاظت کی دعا کرتا ہوں اللہ کے

من کل شیطان و هامة ان کلمات کے ذریعہ جو کامل و مکمل ہیں ہر
و من کل عین لامة شیطان و موزی جانور سے اور نگاہ بد لگانے
والی آنکھ سے۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۲)

۵۔ بدشگونئی کی حرمت :-

بزاز و طبرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :-
لیس منا من تطیر او وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونئی لے
تطیر لہ۔ یا جس کے لئے بدشگونئی لی جائے۔

رازہ جاہلیت میں اہل عرب کوؤں، الوؤں کی آوازوں اور پرندوں کے داہنے
بائیں جانب سے گزرنے سے بدشگونئی لیا کرتے تھے اور یہ چیزیں انھیں دنیا کے
بہت سے کاموں سے روک دیا کرتی تھیں۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
انھیں اس سے روک دیا اور یہ واضح فرمادیا کہ کسی فائدہ بخش چیز کے حصول یا
نقصان وہ چیز اور اس کے ضرر کو دور کرنے میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ اثر
و تاثیر صرف اور صرف اللہ کے دست قدرت ہی میں ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا :-

اذا تطیرتم فامضوا و علی جب تم بدشگونئی لو تو وہ کام ضرور کر لیا
اللہ فتوکلوا۔ کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا کرو۔

یہ نصوص واضح کرتی ہیں کہ وقت یا جگہ یا کسی حیوان سے شگون لینا اسلام
سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور شریعت میں یہ بدشگونئی لینا حرام ہے۔ مؤثر حقیقی
اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں
رہے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھے۔

(۵) کمائی و روزگار میں حرام چیزیں :-

جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت زمانہ جاہلیت میں خرید و فروخت اور مالی معاملات کی مختلف قسمیں رائج تھیں۔ آپ نے ان میں سے بعض کو برقرار رکھا جو شریعت اسلامیہ کے اصول و قواعد کے خلاف نہ تھیں، اور بعض سے روک دیا جو افراد و جماعتوں کی مصلحت کے خلاف تھیں۔

کاروبار میں جو نہایت اہم حرام چیزیں ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

۱۔ حرام چیزوں کی فروخت -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ان الله اذا احرم شيئا حرم ثمنه اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں (امام احمد، ابوداؤد)

لہذا شراب اور جاندار چیزوں کی موتیاں اور سور اور گائے بجانے کے سامان کی تمام اقسام اور صلیبوں اور لاٹری کے پرچوں وغیرہ کی خرید و فروخت اسلام کی نظر میں حرام ہے۔

۲۔ دھوکہ والی بیع :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، مچھلی کو پانی میں ہوتے ہوئے نہ خریدو اس لئے کہ اس میں دھوکہ کا احتمال ہے (اس طور پر کہ فروخت کرنے والا اسے پکڑ کر خریدار کے حوالہ نہ کر سکے) نیز اس وجہ سے کہ دھوکہ دہی کی وجہ سے اقتصادی مصالح کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور تاجسروں اور کاروبار کرنے والوں میں عدم اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ غبن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ضرر ولا ضرار یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔ (مسند احمد)

اسلام دراصل یہ چاہتا ہے کہ تجارتی معاملات میں لوگوں کو خود مختار اور آزاد چھوڑ دے۔ تاکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے اقتصادی زندگی عملی رہے چلتی رہے اور کاروباری زندگی میں تجارت رواں دواں رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چیزوں کے دام بہت چڑھ گئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے نرخ مقرر کر دیجئے۔ تو اس حریت و آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ و نرخ مقرر کرنے والا اور روکنے والا، کشادگی پیدا کر لے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مال یا جان کے بارے میں کسی ظلم و زیادتی کا مطالبہ نہ کرے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

لیکن اگر بازار میں فرضی عوامل کا عمل دخل ہو جائے اور ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی ہونے لگے اور لوگ حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں تو معاشرے کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نرخ مقرر کرنا اور اس کا کنٹرول کرنا درست ہے تاکہ قوم کے افراد کو ذخیرہ اندوزوں سے بچایا جاسکے۔ (ہدایہ)

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چالیس رات تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوا۔ ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ تاجر ایسی چیز جمع کرے جس کی لوگوں کو سخت

ضرورت ہو تاکہ مناسب وقت پر حسب منشاء دام وصول کر سکے۔

۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا:-

چنانچہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہے تھے۔ آپ کو غلہ اچھا معلوم ہوا۔ آپ نے غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ مارا تو اس میں نمی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے غلہ والے یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس بھیسے ہوئے غلہ کو اوپری حصہ میں کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جس نے ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکہ دیا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف اس طرح ظاہر کیا جائے جس کا علم خریدار کو نہ ہو۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے مگر یہ کہ اس میں جو عیب ہو وہ بیان کر دے۔ اور جو عیب جانتا ہو اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ عیب کو چھپائے۔ (حاکم، مستدرک) حرمت میں اس وقت اور شدت آجاتی ہے جب اپنے دھوکہ کی تائید جھوٹی قسم کے ساتھ کرے۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے دھوکہ دہی کی انتہا میں سے کم تو لانا اور کم ناپنا بھی ہے۔ جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے دَنَلُ لِّلْمُطَفِّفِينَ میں فرمائی ہے۔ (ترجمہ ص ۳۲۵)

۶۔ چھوری و ڈاکہ کا مال خریدنا:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے چھوری کی کوئی چیز خریدی اور اس کو معلوم بھی ہو کہ وہ چیز چھوری کی ہے تو وہ خریدار بھی اس گناہ اور عار میں

شریک ہو گیا۔

اس قسم کی خرید و فروخت کے حرام کرنے کا مقصد حرام کمائی کے دائرے کو تنگ کرنا اور معاشرے کے افراد کو جرم اور مجرموں کی بیچ کنی کی ذمہ داری اٹھانے میں شریک کرنا ہے۔

۷۔ سود کے ذریعہ کماتا:۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتَلُوا فَكُفُّوا رُءُوسَ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (البقرہ ۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تمہارے خلاف جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے سود کھانے والے، اس کے کھانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

دین اسلام نے سود کو جو حرام کیا ہے یہ حرمت ہر قسم کے سودی کاروبار کو شامل ہے خواہ ادھار کا سود ہو یا زیاتی والا، خواہ سود مال بڑھانے والا ہو یا کم کرنے والا۔ خواہ سود تھوڑے فائدے والا ہو یا زیادہ فائدے والا۔ سود کی

یہ تمام اقسام سود کی حرمت کے اس مندرجہ ذیل فرمان الہی کے تحت داخل ہیں:-
 اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود

(البقرہ ۲۷۵) کو حرام کیا ہے

جائز کمائی کے بعض طریقے:-

۱۔ مضاربت کی اجازت: اسلام نے تجارت میں شرکت کی اجازت دی ہے جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہوتا ہے اور کام دوسرا آدمی کرتا ہے اور آپس میں طے شدہ مقدار کے مطابق نفع ان دونوں آدمیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور نقصان ہونے کی صورت میں نقصان پہلے نفع کی رقم سے پورا کیا جائیگا پھر بھی اگر نقصان بچ رہا ہو تو وہ سرمایہ دار کا ہوتا ہے اور محنت کرنے والا اس خسارہ میں کسی بھی حصہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس لئے کہ اس نے اپنی محنت صرف کر لی ہے۔

۲۔ بیع سلم کی اجازت: اس میں نقد کو ادھار کے بدلے بیچا جاتا ہے۔ لہذا جس شخص کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی پیداوار کو موسم و سیزن پر دینے کے وعدہ پر مناسب دام کے بدلے بیچ دیتا ہے۔ جس کی شرائط فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۳۔ ادھار پر بیچنا: اس میں نقد بیچنے کی بہ نسبت قیمت بڑھا کر بیچا جاتا ہے اسلام نے لوگوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اور انہیں سودی معاملات سے بچانے کے لئے اس قسم کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے۔

۴۔ قرض حسنہ دینے والے اداروں کے قائم کر کے پرا بھارنا، خواہ یہ قرض افراد کے پیمانہ پر دیا جائے یا جماعتوں یا حکومت کے پیمانہ پر دیا جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قوم کے افراد میں ایک دوسرے کا بوجھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

۵۔ زکوٰۃ، خیرات کے ادارے قائم کرنا۔ جس کا کام یہ ہو کہ محتاج قرضداروں،

غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کو اتنا روپیہ پیسہ دے دیا جائے جس سے انکی حاجت پوری ہو اور باہمی امداد ہو سکے اور ان کا معیار بلند ہو۔

یہ وہ اہم ابواب ہیں جو اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کے سامنے کھول رکھے ہیں تاکہ اس کی امداد و اعانت ہو سکے اور اس کی انسانی کرامت و شرف کی حفاظت ہو اور وہ اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے مقصود کو حاصل اور اپنی مصلح کی حفاظت کر سکے اور اس کی محنت اور جدوجہد بار آور ہو۔

رہا جو۔ تو اس کی بحث اس کتاب میں ”حرام کھیل“ کی بحث میں گزر چکی ہے۔ ضرورت سمجھیں تو اس کو دیکھ لیں۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۳۲۵)

۴۔ دور جاہلیت کی ناجائز و حرام عادتیں :-

آج کے دور میں زمانہ جاہلیت کی بہت سی عادتیں مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں اور اس پر مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

۱۔ عصبیت کی بنا پر مدد کرنا :-

ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ اپنی قوم اور قرابت داروں کی ہر صورت میں مدد کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى	وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف
عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ	بلائے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو
قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا	عصبیت کی بنا پر جنگ کرے۔ اور وہ شخص

مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ
ہم میں سے نہیں ہے جو عصبيت کی بنياد
(سنن ابی داؤد)
پر مے۔ (ترجمہ ج ۳۲۸)

۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا:-

جن لوگوں میں خیر و بھلائی کا دوا فر حصہ نہیں ہے ان سے حسب نسب پر فخر و بڑائی کا دعویٰ اکثر ہم سنتے رہتے ہیں۔ لیکن آپ ہی بتائیے کہ اگر ایسے لوگ اسلامی راہ سے ہٹ جائیں تو پھر حسب نسب کی کیا قیمت اور قدر و منزلت رہ جاتی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا؟

فَإِذَا تَفَخَّرَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ
بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ
ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور نہ
(المومنون ۱۰۱)
کوئی کسی کو پوچھے گا۔

اور وہ خطبہ بھی سن لینا چاہئے جو حجۃ الوداع میں لوگوں کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ سن لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے (سنن بیہقی)

۳۔ مرنے والوں پر نوحہ کرنا:-

جن عادات کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے ان میں مردوں پر نوحہ کرنا بھی شامل ہے چنانچہ غم اور حزن و ملال کے اظہار میں غلو کرنا مثلاً چہرے پر تھپڑ مارنا، گریبان پھاڑنا یہ سب زمانہ جاہلیت کی حرکات اور اس کی موروثی عادات ہیں۔ جو شخص اس طرح سے اظہار غم کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے براءت کا اظہار فرمایا ہے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ليس منّا من لطم الخدود ودهشخص بم میں سے نہیں ہے جو چہرے
و شق الجيوب و دعابدهوى کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ طہیت
الجاهلیۃ (بخاری) کے نعرے بلند کرے۔

لیکن چیخ و پکار کے بغیر اگر آنسو بہائے جائیں اور جرزع فزع کے بغیر اگر
دل میں حزن و ملال ہو تو یہ بالکل جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ اسلامی آداب اور انسانی
و بشری طبیعت کے موافق ہے۔

نوح کے سلسلہ میں درج ذیل امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے:-

۱۔ کسی مسلمان مرد و عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ سوگ اور حزن و ملال
کے لباس یا شعار کو استعمال کرے

۲۔ دوسروں کی اندھی تقلید میں میت کی نعش یا قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا
بھی داخل ہے اس لئے کہ یہ کافروں کا عمل ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اس میں ناحق مال
کو ضائع کرنا بھی داخل ہے۔ لیکن اگر قبر پر پھولوں کی چادر کے بجائے پھول دار
درخت یا کوئی پودا لگایا جائے تو ایسا کرنا درست ہے۔ سنت نبوی سے
اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ دوسروں کی مشابہت میں مرنے والے کی تصویر کا نعش پر رکھنا یا اس کا
تعزیت یا سوگ والے گھر کے صدر مقام پر رکھنا بھی داخل ہے۔

۴۔ دوسروں سے مشابہت اور اندھی تقلید میں میت کی نعش کے پاس تعزیت
والے گھر میں غمناک موسیقی اور گانا بجانا بھی داخل ہے۔

۵۔ تعزیت کے موقع پر، ناپسند کاموں میں سے سگریٹ نوشی اور دوسروں

میں اس کی تقسیم بھی شامل ہے۔ خصوصاً قرآن پاک کی تلاوت کے موقع پر۔ اس لئے اگر اس میں ایک جانب تو حرام چیز کا ارتکاب ہوتا ہے اور دوسری جانب قرآن پاک کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۶۔ میت کے دفن کرنے کے بعد جو منکرات رائج ہیں، ان میں قبروں کا پکا بنانا اور ان پر عمارت و قبے تعمیر کرنا بھی داخل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکا بنانے اور ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں! یہ مسنون ہے کہ قبر کے پاس کوئی علامت لگا دی جائے تاکہ انسان جب قبر پر جلا پائے تو قبر کو پہچان سکے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کے سراہنے ایک پتھر رکھ کر فرمایا تھا کہ میں اسے اپنے بھائی کی قبر کی پہچان کے لئے رکھ رہا ہوں۔

وہ دن آو کس قدر نیک و صالح ہوں گے جو مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے قبر کی تعمیر و تزئین میں خرچ کرنے والی رقم کو کسی مسجد و مدرسہ یا شفا خانہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خرچ کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا دل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا اجر و ثواب ملتا رہتا ہے) صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جا سکے یا نیک عمل (اچانک جو اس کے لئے دعا کرتا رہے)۔

(ادب المفرد بخاری)

(ترزیۃ الاولاد ص ۹۹ ج ۲۔ ترجمہ ص ۳۳۲ ج ۲)

فصل ثالث

تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز

اخیر میں تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے تربیت سے متعلق چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں جو نہایت ضروری ہیں۔ ان تجاویز کو لکھ کر ہم تربیت کے وسائل کا ہر پہلو سے احاطہ کر لیں گے اور ساتھ ہی تربیت کرنے والوں کے سامنے بچے کی اخلاقی و جسمانی اور معاشرتی شخصیت سازی کے لئے نئے ابواب کھول دیں گے تاکہ وہ مذہب و دین اور قوم کے لئے نیک صالح انسان اور خاندان اور معاشرے کے لئے نفع بخش عضو بن جائے۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۲۹)

میرا خیال ہے کہ یہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

- ۱۔ بچے کو اچھے دعوہ روزگار کا شوق دلانا۔
- ۲۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا۔
- ۳۔ بچے کو کھیل کود اور ورزش کے لئے موقع فراہم کرنا۔
- ۴۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔
- ۵۔ مرقی و بچے کے درمیان رابطہ کا قوی اور مضبوط کرنا۔
- ۶۔ دن و رات تربیتی نظام کے تحت چلنا۔
- ۷۔ بچے کے لئے نفع بخش ثقافتی وسائل مہیا کرنا۔
- ۸۔ بچے میں ہمیشہ مطالعہ میں مشغول رہنے کا شوق پیدا کرنا۔

۹۔ بچے کو دین اسلام کی ذمہ داریوں کے احساس کا مادی بنانا۔

۱۰۔ بچے میں جہاد کی روح کا عمیق و گہرا کرنا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس فصل ثالث میں مذکورہ بالا تجاویز میں سے ہر تجویز پر مکمل بحث کی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور ہم اسی سے مدد و توفیق طلب کرتے ہیں۔

۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا۔

مرتب پر اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ بچے کو آزاد و خود مختار کام پر ابھارا جائے خواہ یہ صنعت و حرفت سے متعلق ہو، یا زراعت و کاشتکاری سے یا تجارت و کاروبار سے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آزاد و اپنے پسندیدہ خود مختار کام کیا کرتے تھے اور بعض ہنر و صنعت میں مہارت حاصل کرتے تھے اور اس طرح سے ان مقدس ہستیوں نے امتوں اور قوموں کے لئے آزاد ہنر اور کسب حلال میں ایک شاندار نمونہ چھوڑا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا جیسا کہ سورہ ہود میں وَأَصْنَعِ الْفُلَّکَ بِأَعْيُنِنَا (یعنی ہماری نگرانی میں کشتی تیار کر لو) میں مذکور ہے۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام اور جنگ میں کام آنے والی زندگی کے بنانے کے ماہر تھے۔ جیسا کہ سورہ الانبیاء اور سورہ سبا میں مذکور ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال تک بکریاں چرانے کے لئے اپنے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے حوالہ کیا تھا تا کہ وہ اپنی صاحبزادی سے نکاح کر دیں۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بکریاں چرایا کرتے اور تجارت کرتے تھے۔

لہذا ان دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پیشہ و حرفت اور کاریگری کو سیکھنا اور کام کاج نیز تجارت کرنا کمائی کا بہترین ذریعہ اور حلال چیزوں میں سے عظیم ترین چیز ہے۔ اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا پیشہ اور رسولوں کا کام ہے۔
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ان افضل الکسب کسب الرجل انسان کی بہترین کمائی اس کے اپنے
من یدہ۔ (امام احمد) ہاتھ کی کمائی ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا

وان الله يحب العبد الله تعالیٰ ایسے بندے کو پسند فرماتے
المحتوف۔ (ترمذی) میں جو پیشہ و حرفت والا ہو۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم سے کوئی شخص رستی لے کر لکڑی کاٹ کر اپنی
پیٹھ پر لائے، یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے خواہ
وہ اسے دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

کسب الحلال فريضة دوسرے فرائض کی طرح حلال کمانا
بعد الفريضة بھی ایک فرض ہے۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۳۴۲)

(طبرانی، بیہقی)

سلف صالحین کے ارشادات :-

ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لے
لوگوں سے ملے جو کام کاج نہ کرتے تھے، تو انہوں نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ

کیا ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم متوکلین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم جھوٹ کہتے ہو۔ متوکل درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور فرمایا، تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما دے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرے۔

اور حضرت عمرؓ ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے غریب و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات و خیرات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ فرمایا، اے غریب و فقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

اور یہ کام ابتدائی عمر ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہذا مرنے کو چاہئے کہ بچے کو نو عمری ہی میں بعض صنعت و حرفت سکھائے تاکہ وہ اپنی زندگی کے لئے کمائی کر سکے اور اپنے دست و بازو کی محنت اور پیشانی کے پسینہ سے روزی کما سکے۔

اور آئیے اب ابن سینا کا وہ قول سن لیں جو انھوں نے بچے کو صنعت سے متعلق امور کی تعلیم اور محنت و مشقت کے کام کاج سکھانے کے بارے میں فرمایا ہے۔

”بچہ جب قرآن کریم پڑھ کر فارغ ہو اور لغت کے بنیادی اصول یاد کر لے تو پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا کام کاج کر سکتا ہے۔ اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرنا چاہئے۔ چنانچہ اگر وہ کتابت پسند کرتا ہو تو لغت کی تعلیم کے ساتھ رسائل، تقاریر، لوگوں کی بات چیت و گفتگو وغیرہ بھی پڑھانا چاہئے۔ اور حساب کی

مشق کرانا چاہئے۔ اور اس کو عدالتوں میں لے جائیں اور اس کی خوش خطی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور اگر کوئی اور کام کرنا ہو تو اس کو اس نوعیت کے کام میں مشق کرانا چاہئے۔“

چنانچہ قرآن کریم کا پڑھنا اور اصول لغت کا جاننا یہ اسلامی نظام تعلیم میں بنیادی و اساسی مواد میں سے تھے۔ پھر جب بچہ ان دونوں سے فارغ ہو جاتا تھا تو اس کے بارے میں غور کیا جاتا اور یہ دیکھ جاتا کہ وہ کس کام کی طرف مائل ہے۔ اور پھر اس کے اختیار کرنے کے لئے اس کی رہنمائی کی جاتی تھی، تاکہ وہ اس میں کمال پیدا کر لے۔

رزق و روزی کے کمانے کیلئے مسلمانوں نے پیشہ و حرفت کی طرف جو توجہ کی ہے اس کے ظاہر کرنے کے لئے ہم درج ذیل قصہ ذکر کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو کہ وہ کتابت کے پیشہ کو اختیار کیا کرتے تھے۔ جب امام غزالیؒ کے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے غزالیؒ اور ان کے بھائی احمد کے بارے میں اپنے ایک خیر خواہ محب و دوست کو وصیت کی اور فرمایا :-

مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ میں کتابت نہ سیکھ سکا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جو چیز مجھ سے چھوٹ گئی تھی اس کا تدارک میں اپنے ان دو بیٹوں محمد اور احمد سے کر دوں۔ لہذا آپ ان دونوں کو کتابت سکھادیں۔ اور اگر آپ ان کو یہ کام سکھانے میں میرا چھوڑا ہوا سارا مال بھی خرچ کر دیں تب بھی آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان صاحب نے ان دونوں بچوں کو تعلیم دلانا شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ تھوڑا سا پس ماندہ کیا ہوا مال ختم ہو گیا جو ان کے

والد نے ان دونوں کے لئے چھوڑا تھا، اور ان صاحب کے لئے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر سکیں۔ تو انھوں نے ان دونوں سے کہا، تم دونوں یہ بات جان لو کہ میں نے تم دونوں پر وہ سارا مال خرچ کر دیا ہے، جو تمہارے لئے چھوڑا گیا تھا۔ میں عبادت میں مصروف رہنے والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں تم دونوں کی خدمت کر سکوں۔ اس لئے میرے خیال میں اب تم دونوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ تم دونوں کسی مدرسہ میں طالب علم بن کر داخل ہو جاؤ، تاکہ زندگی کے لئے ضروری روزی حاصل کر سکو۔

چنانچہ ان دونوں لڑکوں نے یہی کیا۔ اور یہی چیز ان کی خوش بختی اور ترقی و بلبندی کا ذریعہ بن گئی۔ امام غزالی یہ قصہ بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غیر اللہ کے لئے علم حاصل کیا۔ لیکن اس نے اس سے انکار کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کے لئے ہو جائے۔

مناسب یہ ہے کہ ہم بچوں کی دونوں قسموں کے درمیان تعلیم اور صنعت و حرفت سکھانے میں فرق کریں۔

۱۔ وہ بچے جو تعلیم میں فوقیت لے جاتے ہیں (یعنی جو ذہین اور محنتی ہوں) اگر وہ تعلیم کو آخری منزل تک پہنچانا چاہتے ہوں تو ان کو تعلیم ہی میں مصروف رکھنا چاہئے بشرطیکہ چھیڑوں کے موقع پر اپنے ذوق و پسند کے کام کاج اور صنعت و حرفت سیکھتے رہیں۔ کیونکہ انھیں نہیں معلوم کہ آئندہ کیا کیا حادثات و پریشانیاں

پیش آنے والی ہیں۔

۲۔ وہ بچے جو تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں ایسے بچوں کو دین و دنیا سے متعلق ضروری تعلیم دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ جب ان کا استاذ یا والدین اس کے پیچھے رہ جانے کو محسوس کریں تو فوراً انھیں کام کاج اور صنعت و حرفت کی طرف متوجہ کریں۔ ایسے حالات میں یہ بات غلط ہوگی کہ سرپرست ان کی تعلیم کو جاری رکھیں جبکہ پتہ ہو کہ یہ غبی ہے اور اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتا۔

معلوم نہیں کتنے ایسے بچے ہیں جن کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور انھوں نے نہ تعلیم حاصل کی اور نہ کوئی صنعت و حرفت ہی سیکھی۔ جسٹس سارا قصور ماں باپ یا مرنی کی کوتاہ نظری کا ہوتا ہے۔

رہی عورت تو جب وہ جوان ہو تو اس کو ایسے کام کاج سکھانا چاہئے جو اس کے دائرے اور شخصیت کے مطابق و مناسب ہو۔ مثلاً اس کو آگے چل کر بیوی اور ماں بننا ہے تو اسے بچے کی تربیت کے اصول اور گھر کی ذمہ داریوں سے متعلق امور، سینا پر و تا وغیرہ ایسی چیزیں سکھانا چاہئے جن کی اس کو ضرورت پڑے گی۔

لیکن اسلام نے اس کے علاوہ دوسری ذمہ داریوں اور کاموں سے عورت کو معاف رکھا ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

یا تو اس لئے کہ یہ کام اور ذمہ داریاں اس کی جسمانی ساخت اور نسوانی طبیعت کے موافق نہیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ جنگ سے متعلق امور کی مشق کرے۔ یا یہ کہ وہ تعمیر و لوہاری وغیرہ کا کام کرے۔

یا اس لئے کہ یہ کام و ذمہ داریاں ایسی ہیں جن پر بڑی معاشرتی خرابیاں مرتب ہوتی ہیں۔ مثلاً عورت ایسے ماحول یا پیشے سے متعلق ہو جہاں مردوں عورتوں

کا باہمی اختلاط ہوتا ہو۔

پس جو لوگ اصحاب بصیرت ہیں ان کی نظر میں عورت کو ان چیزوں سے جو معاف رکھا گیا ہے تو اس میں عورت کا احترام منظر ہے اور اس کی نسوانیت اور عزت و آبرو کی حفاظت اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا مقصود ہے۔ (ترجمہ ص ۳۶ ج ۲)

۲۔ بچوں کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا:-

مرتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ بچہ کس پیشے کی طرف مائل ہے اور کیا کام اس کے مناسب ہے اور زندگی کی کن آندوں اور مقاصد کا وہ خواہاں ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے ذکاوت اور طاقت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا سمجھدار مرتی وہ ہے جو بچے کو اس جگہ رکھے جو اس کے مزاج کے موافق ہو۔ اس لئے کہ بچہ اسی علم و مضمون میں کمال حاصل کرتا ہے جو اس کے مزاج کے مناسب ہوتا ہے اور جس کی طرف اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے۔

۳۔ بچے کو کھیل کود و تفریح کا موقع دینا:-

اسلام ایک واقعی اور حقیقی زندہ مذہب ہے جو لوگوں کے ساتھ اس بنیاد پر معاملہ کرتا ہے کہ وہ انسان ہیں، ان کے کچھ قلبی شوق اور نفسیاتی جذبات ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان پر یہ فرض نہیں کیا ہے کہ وہ ذکر اللہ کے علاوہ کوئی کام نہ کریں اور خاموشی و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور تمام وقت عبادت میں صرف کریں۔ بلکہ دین اسلام نے فطرت انسانی کے تقاضوں، خوشی و سرور، کھیل کود، مذاق و مزاح ہر ایک کو تسلیم کیا ہے۔ بشرطیکہ یہ چیزیں ان حدود میں ہوں جو اللہ نے مقرر کی ہیں اور اسلامی آداب کے دائرے میں رہیں۔

ہمارے سامنے کچھ ایسے وسائل بھی ہیں جنہیں شریعت اسلام نے جسمانی تیار کی

اور جی مشق وغیرہ کے سلسلہ میں شروع و جائز قرار دیا ہے جن سے ہر صاحب عقل و شعور کے سامنے یہ بات کھل کر آ جاتی ہے کہ اسلام ایک ایسا دین و مذہب ہے کہ مسلمان کے لئے صاف ستھرے جائز کھیل کود اور میل جول و لعب کو برقرار رکھتا ہے بشرطیکہ اس میں دین اسلام کی مصلحت مضمر ہو۔ اور وہ اہل و عیال کے ساتھ دل لگی و ملاحظت کی حدود کے دائرے میں ہو۔

ان وسائل میں سے وہ ہے جسے طبرانی سند حید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ کھیل کود اور لہو و لعب ہے۔ سوائے چار چیزوں کے۔ انسان کا تیر اندازی کے دونوں نشانوں کے درمیان چلنا، اپنے گھوڑے کو مشق کرانا۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دل لگی کرنا۔ اور شیر اکی ٹھیکنا۔

اس کتاب کی مختلف مباحث اور مختلف مقامات پر ان وسائل میں سے بہت سے وسائل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے وہاں پڑھ لیجئے تاکہ آپ کو اس دین کی وقعت اور اسلام کی عظمت کا پتہ چل جائے۔

۴۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔

بچے کے علمی و روحانی و جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر، مسجد اور مدرسہ میں قوی رابطہ و تعاون پیدا کیا جائے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ گھر کی ذمہ داری پہلے نمبر پر جسمانی تربیت پر مرکوز ہے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے بچوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اہل و عیال کی معیشت کا خیال نہیں رکھتا وہ سخت گنہ گار ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ ۚ
مَنْ يَقُوتْ ۚ

(ابوداؤد) ضائع کر دے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے۔ اس لئے کہ جماعت کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کے ایسے ربانی فیوض اور اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ منقطع ہو سکتی ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

مَا أَجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ
بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ
وَيَتَذَكَّرُونَ فِيهِمْ إِلَّا نُزِّلَتْ
عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ
الرَّحْمَةُ وَحَقَّتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ
وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ ۚ

(مسلم) کہ پاس جو اس کے پاس ہیں۔

اور مسجد کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ علمی تربیت ہو۔ اس لئے کہ شخصیت سازی اور انسان کی کرامت و عزت کے بلند کرنے میں علم کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی لئے دین اسلام کی نظر میں علم کی بہت فضیلت ہے۔ چنانچہ علم کی فضیلت میں آیات و احادیث معروف و مشہور ہیں۔

لیکن یہ باہمی تعاون و تعلق مکمل طریقے سے اس وقت تک تام نہیں ہو سکتا جب تک کہ دو بنیادی شرطیں متحقق نہ ہوں:-

۱۔ اول یہ کہ مدرسہ و گھر کی توجیہات و رہنمائی میں باہم ایک دوسرے سے تعارض و اختلاف نہ ہو۔

۲۔ دوم یہ کہ یہ تعاون اس لئے ہو کہ اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن و کمال پیدا ہو۔ لہذا اگر ان دونوں شرطوں کے تحت باہمی تعاون ہوگا تو بچہ روحانی و جسمانی طور سے درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہوگا۔ بلکہ وہ ایک متوازن و معتدل انسان بن جائے گا۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۳۵۵)

مدرسہ کے ساتھ تعاون کے میدان میں درج ذیل حقائق پیش خدمت ہیں :-

الف :- ہمارے مدارس و جامعات کے اکثر معلمین و اساتذہ مسلمانوں کے بچوں کو مغربی طرز کے پیچ دار طریقے اور لمحدانہ نظام سکھاتے اور ان کی تربیت دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گندے جذبات اور کھوکھلے دل و دماغ گندے اور بے حیا یورپ اور کافر شیوعیت (کیونزم) کے دلدادہ نیز مادہ اور اس کے چمکدار ظاہر کی محبت میں غرق ہیں۔

ب :- مدارس کی وہ کتابیں جو طلبہ اسکولوں و کالجوں میں پڑھتے ہیں وہ فریب، دھوکہ بازی، تشکیک اور مذاہب و ادیان پر طعن و تشنیع اور کفر و الحاد کی دعوت سے بھری پڑی ہیں۔

ج :- طالب علم مدارس میں جو مضمون پڑھتا ہے ان میں دوسرے علمی و ادبی مضامین کے مقابلہ میں دینی تعلیم بہت کم مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر یہ حالت ہو تو مسلمان کے لئے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت میں کمال پیدا کرے اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر مطلع ہو، اور نہ یہ کہ وہ سیرت و تاریخ کے حقائق کا احاطہ کرے کیونکہ ہر مدرسہ انکو یہ معلومات بہم نہیں پہنچاتا۔

اس لئے اگر مرنے میں صحیح طریقے سے تربیت کی ذمہ داری پوری نہ کرے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے کا عقیدہ خراب ہو جاتا ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ پھر کوئی بھی صلاح کی ترکیب اس کی کجی کو دور نہیں کر پاتی۔

لہذا ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر بچہ مسجد میں روحانی اور مدرسہ میں علمی تعلیم حاصل کر رہا ہو تو گھر میں باپ سب سے پہلے بچے کی جسمانی و اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ بچہ مدرسہ و اسکول میں اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کی تربیت حاصل نہیں کر رہا ہے تو باپ کو چاہئے کہ ہر نوعیت سے اپنی ذمہ داری پوری کرے اور بچے کی عقیدہ، عبادت، اخلاق ہر اعتبار سے تربیت کرے جس کا اسلام سے تعلق ہو۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۳۵۷)

۵۔ مرنے اور بچے کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنا۔

علمائے تربیت و معاشرت کے یہاں تربیت کے متفق علیہ اصول میں سے بچے اور مرنے کے درمیان رابطہ و تعلق کا مضبوط کرنا بھی ہے۔ تاکہ تربیتی اثرات اچھے طریقے سے پڑ سکیں اور خوب عمدگی سے علمی و اخلاقی تکمیل و تعمیر ہو سکے۔ لہذا والدین اور مربیوں پر واجب ہے کہ بجائی ذرائع و وسائل تلاش کریں جس سے بچے ان سے محبت کرنے لگیں اور ان کا باہمی تعلق قوی ہو۔ اور آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو۔

ان وسائل میں سے یہ ہے کہ مرنے والے سے مسکراہٹ و انبساط سے ملے۔ اور بچہ اگر کوئی اچھا کام کرے یا پڑھائی میں سبقت لے جائے (یعنی امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کرے) تو ہدیہ و انعام دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس سے بچے کو مرنے سے انس ہوگا جو مدارِ استفادہ ہے۔

۶۔ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا :-

- مرتی کو جن فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا چاہئے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو شب و روز طے شدہ تربیتی نظام کے مطابق چلائے تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے۔
- الف: صبح کے وقت مرتی کو درج ذیل نظام اپنانا چاہئے۔
- یہ کتنی بھی بات ہوگی کہ جب آپ خود اور آپ کا بیٹا نیند سے بیدار ہوں تو اللہ کا نام لیں اور ماثور و منقول دعا پڑھیں۔
 - پھر اگر بچہ بیت الخلاء جانا چاہے تو آپ اسے بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے آداب سکھائیں۔
 - پھر اس کو وضو کرنا سکھائیں اور اس کی دعائیں یاد کرائیں۔ اور یہ سکھائیں کہ ہر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔
 - اس کو یہ بتلائیں کہ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لیا کرے اور نماز تہجد پڑھنے سے قبل تہجد کی دعا پڑھ لے۔
 - پھر اس کو یہ بتلائیں کہ وہ فجر کی نماز مسجد جا کر پڑھا کرے۔
 - اسے اذان کے بعد کی دعا سکھائیں۔
 - بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیحات پڑھنا اور دعا کرنا سکھائیں۔
 - اس سے معلوم ہو کہ بچوں کو بچپن ہی سے تسبیح اور دعا کا عادی بنانا چاہئے تاکہ بڑے ہونے کے بعد عمل کرنا آسان ہو۔ (ق)
 - نیز بچے کو بتلایئے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے
 - نیز اس کو یہ بتلائیں کہ سورج نکلنے اور زوال اور سورج غروب ہونے کے وقت

کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

○ پھر اس کو جس قدر ہو سکے قرآن پاک کی تلاوت کا حکم کریں۔ آپ خود بھی تلاوت کو نہ چھوڑیے اور نہ اپنے بچے کو چھوڑنے دیجئے۔ خواہ روزانہ چند آیتوں کی ہی تلاوت کیوں نہ ہو۔ اور بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔

○ پھر اس کے بعد ریاضت و ورزش کی مشقیں شروع کر دیجئے۔ یہ مشقیں ورزش و ریاضت کی تمام اقسام کو شامل ہیں۔ مثلاً دوڑنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا، بوجھ اٹھانا وغیرہ۔

○ پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجئے۔ پس اگر بچہ طالب علم ہو تو اس کا مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہئے۔ اور اگر بچہ کام کج کرتا ہو تو اسے ثقافت و تہذیب سے متعلق مطالعہ کرانا چاہئے۔

○ پھر اس کو اشراق و چاشت کی نماز کی تعلیم دیں۔

○ پھر اس کو ناشتہ کے آداب سکھائیں۔

○ پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سکھائیں۔

○ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور جوتے وغیرہ کہہ منے میں دہانے سے ابتداء کرے اور اسے اتارنے وقت پہلے بائیں سے اتارے۔

○ پھر اس کو راستہ چلنے کے آداب سکھائیں۔ آپ اس کو بتلائیں کہ وہ آرام سے چلے

○ اس کو بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے۔ نگاہ پست رکھے۔

○ آپ اس کو سلام کے آداب سکھادیں اور پہلے سلام کرنے کی تاکید کریں۔

○ اس کو یہ سکھائیں کہ مسلمان بھائی ملیں تو سلام کے بعد مصافحہ کرے۔

○ اس کو ہدایت کریں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے۔ اس کو سمجھائیں کہ راستہ

○ میں ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذا و تکلیف پہنچے۔ اور اس کو یہ تعلیم دیں کہ وہ راستہ سے ایسی چیزوں کو ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں آپ اس کو راستہ کے عمومی آداب سکھائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ ہیں: نگاہ کو جھکائے رکھنا اور تکلیف پہنچانے سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔

○ بچے کو یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسہ یا کارخانہ جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے۔ یعنی جب اس سے ملے تو سلام کرے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔ اور جب اس کو چھینک آجائے تو یَرْحَمُكَ اللہ کہے اور مختلف مواقع پر اس سے ملاقات کرے۔ اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے اور جب وہ دعوت دے تو اسکی دعوت قبول کرے۔

○ اس کو بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو، یا کام کج کا استاذ ہو۔

ب: اور شام کو مرتی اس نظام کی اتباع کرے:-

○ یہ کوشش کیجئے کہ مغرب و عشاء کی نماز مسجد میں ادا ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں آئے ہیں کہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ

ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)

○ آپ کوشش کریں کہ بچے نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔

○ اور جب مسجد جانا ہو تو کچی پیاز اور لہسن نہ کھائیں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے

(یہی حکم بیڑی سگریٹ وغیرہ کا بھی ہے، اس لئے کہ اس سے نہ صرف فرشتوں

کو بلکہ انسانوں کو بھی اذیت ہوتی ہے)۔ (دق)

کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

○ پھر اس کو جس قدر ہو سکے قرآن پاک کی تلاوت کا حکم کریں۔ آپ خود بھی تلاوت کو نہ چھوڑئیے اور نہ اپنے بچے کو چھوڑنے دیجئے۔ خواہ روزانہ چند آیتوں کی ہی تلاوت کیوں نہ ہو۔ اور بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔

○ پھر اس کے بعد ریاضت و ورزش کی مشقیں شروع کر دیجئے۔ یہ مشقیں ورزش ریاضت کی تمام اقسام کو شامل ہیں۔ مثلاً دوڑنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا، بوجھ اٹھانا وغیرہ۔

○ پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجئے۔ پس اگر بچہ طالب علم ہو تو اس کا مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہئے۔ اور اگر بچہ کام کج کرتا ہو تو اسے ثقافت و تہذیب سے متعلق مطالعہ کرانا چاہئے۔

○ پھر اس کو اشراق و پاشت کی نماز کی تعلیم دیں۔

○ پھر اس کو ناشتہ کے آداب سکھائیں۔

○ پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سکھائیں۔

○ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور جوتے وغیرہ کو پہننے میں داہنے سے ابتداء کرے اور اسے اتارتے وقت پہلے بائیں سے اتارے۔

○ پھر اس کو راستہ چلنے کے آداب سکھائیں۔ آپ اس کو بتلائیں کہ وہ آرام سے چلے

○ اس کو بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے۔ نگاہ پست رکھے۔

○ آپ اس کو سلام کے آداب سکھادیں اور پہلے سلام کرنے کی تاکید کریں۔

○ اس کو یہ سکھائیں کہ مسلمان بھائی ملیں تو سلام کے بعد مصافحہ کرے۔

○ اس کو ہدایت کریں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے۔ اس کو سمجھائیں کہ راستہ

○ میں ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذا و تکلیف پہنچے۔ اور اس کو یہ تعلیم دیں کہ وہ راستہ سے ایسی چیزوں کو ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں آپ اس کو راستہ کے عمومی آداب سکھائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ ہیں: نگاہ کو جھکائے رکھنا اور تکلیف پہنچانے سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔

○ بچے کو یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسہ یا کارخانہ جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے۔ یعنی جب اس سے ملے تو سلام کرے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔ اور جب اس کو چھینک آجائے تو یَرْحَمُكَ اللہ کہے اور مختلف مواقع پر اس سے ملاقات کرے۔ اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے اور جب وہ دعوت دے تو اسکی دعوت قبول کرے۔

○ اس کو بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو یا کام کج کا استاذ ہو۔

ب: اور شام کو مرتی اس نظام کی اتباع کرے:-

● یہ کوشش کیجئے کہ مغرب و عشاء کی نماز مسجد میں ادا ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)

○ آپ کوشش کریں کہ بچے نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔

○ اور جب مسجد جانا ہو تو کچی پیاز اور لہسن نہ کھائیں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے دیہی حکم بڑی سگریٹ وغیرہ کا بھی ہے، اس لئے کہ اس سے نہ صرف فرشتوں کو بلکہ انسانوں کو بھی اذیت ہوتی ہے۔ (ق)

○ آپ کو شش کریں کہ مسجد میں سکون و وقار سے داخل ہوں۔

○ نماز کے لئے نکلیں تو درج ذیل دعا پڑھ لیا کریں۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي
لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي
سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا
وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا وَ مِنْ
أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ
فَوْقِي نُورًا وَ مِنْ تَحْتِي نُورًا
اللَّهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا۔

اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے
اور میری زبان میں نور پیدا کر دے اور میرے
کانوں میں نور پیدا کر دے اور میری آنکھوں
میں نور پیدا کر دے اور میرے پیچھے بھی نور
کر دیجئے اور میرے آگے بھی نور کر دیجئے
اور میرے اوپر بھی نور کر دیجئے اور میرے نیچے
بھی نور کر دیجئے۔ اے اللہ! مجھے نور عطا

(مسلم) کر دیجئے۔

○ اور جب مسجد میں پہنچ جائے تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں اندر
داخل کریں اور یہ دعا پڑھیں:-

أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِكَ
الْكَرِيمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

میں عظیم اللہ اور اس کے کریم وجہ اور قدیم
سلطنت کے ذریعہ شیطان مردود سے
پناہ مانگتا ہوں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي
ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما یہ
ہمارے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے میرے رب
میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے لئے
اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

(ابوداؤد)

○ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کریں۔

○ اور جب مسجد سے باہر نکلنے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں اور درج ذیل دعا پڑھیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ - رَبِّ اغْفِرْ لِي
لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ
فَضْلِكَ - اے اللہ! درود و سلام بھیجے اور برکت
نازل فرمائیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر۔ اے میرے رب! میرے
گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے لئے اپنے
فضل کے دروازے کھول دیجئے۔

مسجد میں داخل ہونے کی مختصر دعا: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.
مسجد سے نکلنے وقت کی مختصر دعا: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.

بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات کہنا۔

○ مثلاً مرتبی بچے سے کہے کہ دیکھو انسان کا مرتبہ علم سے بڑھتا ہے۔ اور علم لوگوں
کو عظیم اور بڑے لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اور علم سے انسان لوگوں
کی نظروں میں محترم اور معاشرے میں باعزت بنتا ہے۔ اور جہالت، عزت
و کرامت کی بیخ کنی کرتی ہے اور جہل جاہلوں کو بے وزن بناتا ہے۔

○ آپ یہ گوشش کریں کہ رات کی مجلس میں اپنے بچوں کو اخلاق سے متعلق
کوئی فضیلت یا معاشرت سے متعلق کوئی شاندار بات یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی
معجزہ تاریخی قصہ یا علمی مضمون بتلائیں۔ تاکہ آپ کی اولاد آپ کی رہنمائی سے مستفید
ہو۔ اور آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو۔

اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں جب کوئی ایسا دن آئے جس میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہو، مثلاً اسراء اور معراج والی رات تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس روز اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کے سامنے معراج کا واقعہ بیان کریں۔ (اسی طرح ماہ ربیع الاول میں واقعہ ولادت وغیرہ سنا دیا کریں تو مناسب ہے۔ جس کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نشر الطیب" تصنیف فرمائی ہے۔ مؤلف نے معراج اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بہت ہی خوب لکھا ہے۔ مگر ہم بغرض اختصار اس کو درج کرنے سے معذور ہیں۔ اس لئے اصل کتاب ملے تو مطالعہ فرمائیں مفید و بصیرت افروز ہے۔

خاندان اور گھر کی فضا میں انبساط و سرور پیدا کرنے کی کوشش کیجئے

جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بچوں میں با مقصد علمی و ثقافتی مقابلے کرائیں جن کا مقصد ذہن کی تیزی اور بلند ہمتی اور ثقافتی لحاظ سے پختگی اور خاندان و گھر کی فضا میں خوشی کی لہر دوڑانا ہو۔

آپ یہ کوشش کریں کہ پچھتے رات کو جلدی سو جایا کریں۔ کیونکہ رات کو دیر تک جاگنا صحت کے لئے مضر ہے اور فجر کی نماز کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنا کسی مفید کام کے لئے ہو تو یہ جائز ہے۔

وہ اہم امور جن کا مرتبی کو جاننا ضروری ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ جسم کو نیند اور راحت کا مناسب حصہ ملنا چاہئے تاکہ وہ زندگی کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بار کو برداشت کر سکے۔

پننا پنچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاشت کی نماز کے بعد استراحت کیلئے لیٹ جاتے

تھے تاکہ رات کے جس حصہ میں آرام نہ کر سکے ہوں اس کی تلافی ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے یہ شاندار رہنمائی ہے تاکہ وہ صحیح الجسم قوی الہمت چاق و چوبند اور چست رہے۔

اس کے بعد مؤلف نے سونے جاگنے وغیرہ کی دعائیں اور آداب ارقام فرمائے ہیں۔ لہذا اس کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو اصل کتاب دیکھیں یا ”گلدستہ اذکار“ جو اس حقیر کی تالیف ہے۔ اور قاری ولی اللہ صاحب کی ”محبوب خدائی قبول عائن“ کا مطالعہ کریں۔ (ق) اخیر میں مؤلف یوں رقمطراز ہیں:-

یہ وہ اہم تجاویز ہیں جو میری رائے میں دن رات کے تربیتی نظام میں آپ کو نظر رکھنا چاہئے تاکہ آپ بچوں کی اس طرح تربیت کر سکیں جس کا اسلام آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور یہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ واللہ الموفق۔ (ترجمہ ج ۲ ص ۲۹۷)

۷۔ نفع بخش علم و ثقافت کے اسباب و وسائل مہیا کرنا۔

مرتبوں پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے لئے مختلف قسم کے تعلیمی و ثقافتی وسائل مہیا کریں۔ تاکہ بچہ پختہ عقل کا مالک اور دنیاوی زندگی میں علم و فکر کے لحاظ سے کامل و مکمل شخصیت کا مالک ہو۔

میرے خیال میں یہ وسائل مندرجہ ذیل امور میں مرکوز ہیں:-

- ۱۔ گھر کے ہر فرد کے لئے قرآن کریم کا ہونا۔
- ب۔ چھوٹی چھوٹی سورتوں کی ایسی تفسیر جو بچوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔
- ج۔ احادیث مبارکہ کی ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر و فہم کے مطابق ہوں۔

- د۔ فقہ اور خصوصاً حبادات سے متعلق ایسی کتابیں جو انکی سمجھ کے مطابق ہوں۔
- ۶۔ اسلامی عقیدے سے متعلق ایسی کتابیں جو موضوع کو قصیدہ یا سوال و جواب کے انداز پر حل کریں مثلاً "تعلیم الاسلام" از مولانا کفایت اللہ صاحب اور "تعلیمات اسلام" از مولانا مسیح اللہ خان صاحب۔
- ۷۔ سیرت نبویہ اور تاریخ سے متعلق کتابیں مثلاً "ادب الیسیر" (مفتی شفیع حسن) (صح الیسیر) (مولانا عبد الغنی)۔
- ۸۔ ایسی فکر انگیز کتابیں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اسلام ایک جامع و مکمل دین ہے۔
- ح۔ علمی، تاریخی، ادبی و طبی ایسی کتابیں جو بچوں کے معیار اور عمر کے دائرے سے باہر نہ ہوں۔

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے مطالعہ کے لئے عربی کتابوں کی فہرست لکھی ہے جن کے خریدنے اور پاس رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم اردو خوانوں کے لئے اس سے کوئی خاص نفع نہ ہوگا۔ اس لئے میں اس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔ جو حضرات ان کتابوں کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اصل کتاب کا مطالعہ کریں۔ ہاں یہ خوشی کی بات ہے کہ حضرت مخدومی مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی کی تصنیف "قصص النبیین" اس فہرست میں شامل ہے۔ اور قابل مطالعہ رسالوں میں "البعث الاسلامی" جو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلتا ہے وہ بھی داخل فہرست ہے۔ فَلَئْسَ بِالْحَمْدِ وَالْمِنَّةِ۔

مرتب محترم! آپ اس سلسلہ میں دیگر اہل علم اور مخلص مصلحین سے بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ ان کتابوں کی طرف رہنمائی کریں جو بچوں کے لئے مناسب ہوں۔

اب میں مسلمان ارباب قلم کو قلم تیز کرنے اور مہمت بلند کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ وہ اسلامی کتب خانہ کو ایسی علمی، فکری اور رہنما کتابوں سے بھر دیں جو بچوں کے سامنے اسلامی نظام اور انسانی زندگی سے متعلق کامل نقطہ نظر کو واضح

کریں۔ مؤلف نے اس کے علاوہ اور بھی وسائل تحریر فرمائے ہیں جو اصل کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بغرض اختصار ہم نے ان کو درج نہیں کیا۔ (ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۴)

۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا۔

والدین اور مربیوں کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بچے کو یہ بتلا دیں کہ اسلام ایسا دین ہے جو دین و دنیا دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن عظیم ایک مکمل نظام ہے اور اسلامی تاریخ عزت و کرامت کا ذریعہ ہے۔ اور اسلامی تہذیب محیط اور کامل ہے اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک مندرجہ ذیل امور پر مطالعہ نہ کیا جائے۔

۱۔ فکر انگیز کتابوں کا مطالعہ کرنا جو بچے کے سامنے دین اسلام کے ابدی ہونے کو واضح کرے۔

۲۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ، جو بچے کے سامنے اسلام کی گزشتہ ادوار کی عزت و عظمت اور مسلمانوں کے سابقہ مقام و مرتبہ کو بیان کرے۔

۳۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ کرنا، جو بچے کے سامنے ان سازشوں کو کھول کر رکھ دے جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف تیار کرتے رہتے ہیں۔

اور بچہ اس وقت تک مطالعہ نہ کرے گا جب تک ایسے اسباب اختیار نہ کئے جائیں جو مطالعہ کو بچے کے نزدیک محبوب نہ بنادیں اور اس میں اس کا شوق نہ پیدا کر دیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

ہم اس کے سامنے علم و جہل میں موازنہ کریں۔ اور علماء اور جاہلوں میں جو فرق ہے اس کو واضح کریں۔ اس لئے کہ جب بچے کے سامنے علماء کا اعزاز اور جاہلوں کی محرومی کھل کر سامنے آئے گی تو وہ یقیناً پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کرے گا۔

علم کی فضیلت :-

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم دلوں سے جہالت نکال کر اسے زندگی بخشتا ہے۔ اور تاریکی میں نگاہوں کے لئے چراغ ہے۔ اور ضعف سے بچانے کے لئے بدن کی قوت ہے۔ یہ علم انسان کو نیک صالح لوگوں کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور دنیا و آخرت میں درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علم میں خور و فکر روزہ کے برابر اجر و ثواب دلاتا ہے اور اس کا مذاکرہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ اسی علم کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ طلال و حرام کو پہچانا جاتا ہے۔ علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔ علم نیک سختوں ہی کو دیا جاتا ہے اور بد سخت اس سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

بچوں میں مقابلے کرانا :-

بچوں کا امتحان یا جانچ لے اور وہ جو پوزیشن حاصل کریں ان کی ہمت افزائی کی جائے اور سبقت کا شوق دلانے کے لئے انہیں گراں قدر اور خصوصی انعامات دیئے جائیں جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

○ بچے کو یہ سمجھا دینا اور باور کرانا کہ جو علم وہ حاصل کر رہا ہے اگر یہ اچھی نیت سے ہو تو اس کو عبادت گزاروں اور طویل نماز پڑھنے والوں کا سا اجر و ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

انما الاحمال بالنیات تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے
وانما لكل امرء ما نوى اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی ہے۔
(بخاری، مسلم)

اس حدیث سے فقہاء کرام نے یہ حکم نکالا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے عبادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔ پس جب بچے کو معلوم ہوگا کہ اس مطالعہ پر اجر ملے گا تو ضرور پڑھنے میں مشغول رہے گا

○ پرسکون، راحت بخش، صاف ستھری فضا پیدا کرنا۔ یعنی روشنی کافی ہو، مناظر خوش کن ہوں۔ سردیوں میں سردی سے بچانے کا مناسب بندوبست ہو اور گرمیوں میں گرمی سے بچانے کا معقول انتظام ہو۔ یہ سب چیزیں مطالعہ پر متوجہ کرنے اور شوق دلانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

○ بچے کے لئے مختلف قسم کی کتابیں مہیا کرنا۔ خواہ یہ کتابیں گھر کے کتب خانہ میں موجود ہوں یا مدرسہ یا مسجد کے کتب خانہ میں یا عام لائبریریوں میں۔

اور اس میں شک نہیں کہ جب بچہ اپنے سامنے پسندیدہ کتابیں پائیگا تو وہ شوق سے ان کا مطالعہ کرے گا اور کتب خانوں کی طرف خوشی خوشی جائیگا۔

○ اور یہ بات بھی بچے کو ذہن نشین کر دینا چاہئے کہ وقت تلوار کی طرح ہے اور فرائض و ذمہ داریاں وقت سے بہت زیادہ ہیں۔ اور انسان جو نہیں جانتا وہ اس سے بہت زیادہ ہیں جو وہ جانتا ہے۔ اور دین اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے فانی وقت کو کام میں لگائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ایسی چیزوں کے حریص رہو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو۔ (صحیح مسلم)

مطالعہ سے مطلوبہ فوائد حاصل کرنے کے طریقے

۱۔ مطالعہ سے پہلے اس نیت کا استحضار کرے کہ وہ ثقافتی و علمی طور پر مکمل

ہو جائے اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے اور اپنی قوم و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔

۲۔ مطالعہ کے درمیان ذہن کو حاضر رکھے تاکہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور پر یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ سکے۔

۳۔ اہم عبارات اور بنیادی باتوں کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچ دینا چاہئے تاکہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معافی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

۴۔ اساسی و بنیادی عنوانات کو پنسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہئے تاکہ ان مضامین کو اچھی طرح سے یاد رکھا جاسکے۔

۵۔ موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کو ڈائری میں الگ کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہئے تاکہ دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مزج کی طرف رجوع کر سکے۔

۶۔ ایک الگ کاپی یا رجسٹر رکھنا چاہئے تاکہ احادیث مبارکہ، ادبی لطائف اور حکیمانہ اشعار نیز تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل و فتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو بھلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

بلاشبہ یہ کاپی بہت سی کتابوں سے منتخب کردہ بخور ہو گا جو آئندہ علمی یا عملی زندگی میں بہترین مددگار ثابت ہو گا۔ اس لئے اے مرقیٰ محترم! آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کی رہنمائی اس جانب کرتے رہیں تاکہ آئندہ چل کر عمل کرنے والے افراد اور اسلامی تہذیب و تمدن سے آراستہ عناصر اور سمجھدار بیختہ عقل قوم میں ان کا شمار ہو۔ واذالک علی اللہ بعزیز۔ اور اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ (ترجمہ صفحہ ۲ ج ۲)

۹۔ بچوں کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرانا۔

جن چیزوں کا اہتمام کرنے کو ہم اہم اور لازمی سمجھتے ہیں اور تربیت کر کے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو مندرجہ ذیل حقائق سکھانے اور سمجھانے کی ہمیشہ کوشش جاری رکھنا چاہئے۔

الف: وہ مومن جماعت جس کی تربیت دارِ ارقم میں ہوئی تھی اور جس کے ذریعہ دین اسلام کو نصرت و فتح حاصل ہوئی وہ جوانوں کی ہی جماعت تھی۔

ب: یہ نوجوان ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دعوت کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا تھا۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے راستے میں بہت دردناک تکلیفیں اور عذاب برداشت کیا۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی راتوں کو دن سے ملا دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی ان کوششوں سے اسلام کو پھلنے پھولنے اور جگہ بنانے کا موقع فراہم کیا۔ اور اس دین کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا۔

ج: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کا یہ پہلا قافلہ اور ان کے بعد آنے والے وہ حضرات تابعین جو ان کے نقش قدم پر چلے، یہ سب کے سب عزت و عظمت اور بزرگی کی چوٹیوں پر دو عظیم باتوں کی وجہ سے پہنچے تھے اول: یہ کہ انہوں نے اسلام کو عقیدہ اور قول و فعل، ہر اعتبار سے مضبوطی سے تھاما اور اس کے حوض انہیں زبردست امداد، فتح مبین اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شاندار کامیابی ملی۔ اس کے بغیر نہ فتح و نصرت ممکن ہے اور نہ عزت و سیادت۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے فتح ہونے میں تاخیر محسوس کی تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو جو اس لشکر کے قائد عمومی تھے ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر فرمایا:-

”حمد و ثنا کے بعد کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مصر فتح کرنے میں جو دیر لگ رہی ہے اس سے مجھے بہت تعجب ہے۔ آپ لوگ ان سے دو سال سے لڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم لوگوں نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں اور دنیا سے ویسی ہی محبت کرنا شروع کر دی ہے جیسی محبت تمہارے دشمن کرتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد نہیں فرماتے مگر ان کی نیت کے سچے ہونے پر۔ اور اللہ تعالیٰ خلیفہٗ عادل پر رحم کرے۔“

فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے عزت دی ہے لہذا ہم جب بھی اس چیز کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت دی تھی تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

(مستدرک، حکم)

دوم: یہ کہ ان حضرات نے اپنی قربانیوں، جدوجہد، بہادری و شجاعت اور صبر کی طاقت کے ذریعہ اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ ان کی فتوحات کا دائرہ مغرب کے اخیر تک پہنچ گیا اور حضرت عقبہ بن نافع محیط اطلسی (سیاہ سمندر) کے کنارے کھڑے ہوئے اور انھوں نے پانی میں گھس کر کہا اے اللہ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب! اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو آپ کے کلمہ کی سر بلندی کے لئے ساری دنیا فتح کر لیتا۔ اے اللہ! آپ گواہ رہیں!

د۔ آجکل کے ہم مسلمان اگر اپنے آباؤ اجداد کے اس نظام و طرز کو اختیار کر لیں جو انھوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کے سلسلے میں اختیار کیا تھا تو انشاء اللہ ہمارے آئندہ بھی اسلام کو عزت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے عزت و عظمت دوبارہ حاصل کر لیں گے۔

۷۔ آج تمام عالم سرکش مادیت کی تاریکی میں سرگرداں ہے اور آزادی و بے راہروی کے کچھڑ میں لٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور ظلم و استبداد کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے اور افکار و آراء کی تاریکی میں پھنسا جا رہا ہے اور یہ دیکھتے ابڑی حکومتیں انسانی تہذیب کو پھاڑ کھلنے کے لئے اپنے وحشی غنچے گاڑ رہی ہیں۔ اور اپنی بغاوت اور سرکشی اور وحشی پن سے انسانی قدر و قیمت اور شاندار کارناموں اور انبیاء و رسولوں کے پیغاموں کا گلا گھونٹ رہی ہیں اور انسان کو غلام بنانے اور اس کو اس کی سر زمین سے نکالنے اور اس کے منافع و فوائد حاصل کرنے اور اس کو اس کی بیوی بچوں، جانوں و بڑھوں کے ساتھ ملک بدر کرنے کے لئے جلتے کر رہے ہیں۔ ان حوادث و آفات نیز پریشانیوں اور تباہیوں سے عالم اسلام کو کون بچائے گا؟ انسانی نیت کو اس فکری انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی سے بچانے والا کون ہے؟ نیز امن پسندوں کو سرکش مملکت دشمنوں سے کون بچائے گا؟ یا اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہنے کے بچانے والی کشتی کون سی ہے، اور مصیبت سے امان کا کیا راستہ ہے؟

میری رائے میں اور اسی طرح بہت سے علماء و فلاسفہ و مفکرین کی رائے میں وہ روحانی اقدار اور معاشرتی و سیاسی نظام جو دین اسلام نے پیش

کیا ہے یہی اس لائق ہے کہ تمام عالم کے لئے فکر و اصلاح اور بنیاد کی فراہمی میں امامت کا فریضہ انجام دے سکے۔ تاکہ انسانیت نفع و ضلال کی تباہی کا . . . در فساد و بے راہروزی کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ سکے۔

اس کے بعد مؤلف رحمہ اللہ اسلام کی تحسین و تعریف میں انگریزوں کے اقوال نقل کرے یوں رقمطراز ہیں کہ :- مسلمانوں کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں قرآن پاک میں یہ ارشاد فرماتے ہیں :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران ۱۱۰)

تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس لئے امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہونا چاہئے تاکہ یہ دنیا کے سامنے اپنے بہادر آباء و اجداد کے اخلاق اور جری قائدین کے عزم کے ساتھ باہر نکل آئے۔ اور جنگ بدر، قادیان، یرموک اور حنین کی فتوحات اور اسلام کے پیغام اور قرآن کریم کے نبیوی اصولوں کو لے کر میدان میں اتر آئے۔

لہذا امری حضرات کو چاہئے کہ اپنے بچوں اور طلبہ کے نفوس میں یہ حقائق جاگزیں کریں اور ان کو یہ حقائق و معانی ہر وقت سمجھائیں تاکہ وہ مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور مطلوبہ طریقے سے اپنے فریضہ کو ادا کر سکیں۔

(ترجمہ ج ۲ ص ۱۱۱)

۱۰۔ بچے کے نفس میں جہاد کی روح جاگزیں کرنا۔

وہ عظیم مسائل اور اہم امور جن کا مرتبی کو بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ ان میں سے بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو عمیق کرنا اور عزم و صبر کے معانی اس کی فکر و قلب اور احساسات میں راسخ کرنا بھی ہے۔ اور خاص کر ہمارے اس دور میں جس میں اسلامی ممالک سے اسلام کا حکم ختم ہو گیا ہے اور اسلامی عزت کا سورج اس دنیا سے غروب ہو گیا ہے اور سرداری سرکشوں کے قبضے میں آگئی ہے۔ اور اسلامی ممالک میں حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جن کا اس کے سوا کوئی مقصد اور غرض نہیں ہے کہ وہ اسلام اور خدا کے دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب بنائیں۔ چاہے یہ منصوبے کمیونسٹوں کے ہوں یا سوشلسٹوں کے، خواہ یہودیوں کے ہوں یا عیسائیوں کے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت اسلامیہ کو ختم کر دیا گیا اور مادیت کی سرکش موجوں، اباحت، آزادی اور بے راہروی کی آندھیوں کے جھکڑوں نے اور گمراہ کن عقائد، ملحدانہ فکری جنگ کی لہروں نے معاشروں کے معاشروں کو اکھاڑ پھینکا اور اسلامی ممالک ہر شخص کے لئے لقمہ تر اور ہر کس کس کے لئے مصلح نظر بن گئے ہیں۔ اس لئے مرتبوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کی تلقین کریں۔ ان کے نفوس میں جہاد کی روح راسخ کر دیں تاکہ وہ اپنی جد و جہاد اور جہاد کے ذریعہ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو دوبارہ واپس لے سکیں۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کی وہ روح بچوں کی نفوس میں جاگزیں کرنے اور اس کے معانی ان کے جوارح و اعضاء اور ماحول میں راسخ کرنے کے دھراصل

کیا ہیں جنہیں مرتبوں کو اپنے بچوں کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے؟

میرے خیال میں اس کیلئے مندرجہ ذیل نکات مفید ہوں گے:-

- ۱- بچے کو ہمیشہ یہ احساس دلانا کہ اسلامی شان و شوکت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کوشش و محنت نہ ہو۔
- ۲- بچے کو ہمیشہ یہ باور کرانا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً:-
مالی جہاد :- جس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مال خرچ کیا جائے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّهُمْ
الْجَنَّةَ۔ (التوبہ ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے انکی
جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے
لئے جنت ہے۔

اور حدیث پاک ہے کہ:-

مَنْ انْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ
كَتَبَتْ لَهُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

جو شخص اللہ کے راستہ میں کوئی چیز خرچ
کرے تو اس کو سات سو گنا
ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

تبلیغی جہاد:-

جس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اسلام کی تبلیغ کی جائے اور کافروں، منافقوں
اور ملحدوں پر حجت و دلیل قائم کی جائے کہ دین اسلام حق ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ لِبَعْضٍ بِالْعُرْوَةِ (التوبہ ۷۴) سکھاتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں۔ نیک بات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا اللَّهُ تَعَالَىٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے

فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ قُرْبَ کوئی بات سنے اور اسے ویسے ہی پہنچا دے

مُبَلِّغٌ أَوْ عَنِ سَامِعٍ - جیسے اس نے سنی۔ اس لئے کہ بہت سے وہ

لوگ جن تک بات پہنچائی جائے، سننے

والے سے زیادہ حفاظت کر نیوالے ہوتے ہیں۔

(ترمذی)

تعلیمی جہاد :-

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو علمی و فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری

کوشش کی جائے اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا صحیح تصور

پیش کیا جائے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً اور مسلمان ایسے تو نہیں کہ سارے کوچ کریں

فَلَوْلَا كَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ سو کیوں نہ نکلا ان کے ہر فرقہ میں سے ایک

طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا حصہ، تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں، اور تاکہ

قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ رِ ابنی قوم کو خبر پہنچائیں جب لوٹ کر

آئیں ان کی طرف۔

(التوبہ ۱۲۲)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ :-

تَنَاصَحُوا فِي الْعِلْمِ فَإِنَّ عِلْمَ کے بارے میں خیر خواہی و نصیحت کرتے رہو

خِيَانَتُهُ أَحَدِكُمْ فِي عِلْمِهِ اس لئے کہ تم میں سے کسی شخص کا اپنے علم
أَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهِ فِي مَالِهِ میں خیانت کرنا مال میں خیانت کرنے سے
وَأَنَّ اللَّهَ مُسَاطِلُكُمْ۔ زیادہ سخت ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے سوال
(طبرانی) کرے گا۔

سیاسی جہاد :-

اس طرح کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی اساس اور عمومی قواعد کے مطابق
اسلامی حکومت قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ نظام حکومت میں حاکمیت
صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہو۔
جنگی جہاد :-

وہ اس طرح کہ ہر انسان ایسے سرکش کے سامنے اپنی پوری جدوجہد صرف کرنے
جو اللہ جل شانہ کے کسی حکم و پیغام کو زمین میں پھیلانے کے درمیان دشوار گزار گھاٹی
بن کر کھڑا ہو جائے۔ خواہ اس قسم کے طاغوت و سرکش دارالاسلام میں ہوں،
یا دارالکفر و دارالحرب میں۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ
فِتْنَةٌ وَلَا يَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا
ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد ختم
ہو جائے اور سب حکم اللہ کا نافذ ہو جائے۔
(الانفال ۳۹)

چنانچہ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جبکہ مسلمانوں کا اہل فارس
سے مقابلہ تھا، فارس کے قائد رستم سے کہا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے
تاکہ ہم لوگوں کو بند زوں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی
سے فراخی کی طرف اور مذاہب و ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف

نکالیں۔

۳۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بچوں کی بہادری کے کارنامے بچوں کے سامنے بیان کرتے رہنا، تاکہ وہ ان کی اقتدا کریں اور ان کے طریقے پر چلیں۔ اور لیجئے ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں:-

الف: جب مسلمان جنگ اُحد کے لئے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے جسے چھوٹا سمجھا اسے واپس کر دیا۔ جن حضرات کو واپس کیا گیا ان میں حضرت رافع بن خدیج و حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہما بھی تھے پھر آپ نے حضرت رافع کو اس لئے اجازت دے دی کہ ان کے بارے میں آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ لپھے تیر انداز ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سمرة رونے لگے اور اپنے سوتیلے باپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع کو تو اجازت دیدی ہے اور مجھے واپس کر دیا ہے۔ حالانکہ میں تو ان کو پکھاڑ دیتا ہوں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان دونوں کو کشتی کرنے کا حکم دیا اور حضرت سمرة رضی اللہ عنہ غالب آگئے تو آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔

ب: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا چاہی تو دونوں حضرات غار ثور میں تین دن تک مقیم رہے اور حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادیوں حضرت عائشہؓ و حضرت اسماءؓ نے دونوں حضرات کے لئے زادِ راہ تیار کیا اور حضرت اسماءؓ نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے کھانے کے تھیلے کے منہ کو باندھ دیا۔ اسی لئے ان کا نام ”ذات النطاقین“ (یعنی دو ازار بند والی) پڑ گیا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ مکہ کی خبریں ان دونوں حضرات

تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ وہ قریش کے جس منصوبے یا خطرناک پروگرام کو سنتے وہ یاد رکھ کر رات کو ان دونوں حضرات کو بتلادیا کرتے تھے۔ اور یہ رات کو ان حضرات کے ساتھ بہتے بھی تھے اور سحر کے وقت یہاں سے واپس ہو جاتے تھے اور صبح مکہ کے قریش کے ساتھ کرتے اور یہ ظاہر کرتے گویا کہ انھوں نے رات مکہ ہی میں گزاری ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ و حضرت عبداللہؓ اس وقت نابالغ تھے۔

ج: کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک مومن لڑکا اپنے والد سے یہ درخواست کرتا تھا کہ وہ اسے اطراف عالم میں جانے اور دور دور پہنچانے کی اجازت دے دیں، تاکہ وہ عزت و کرامت کی چوٹی پر پہنچ جائے۔

اقتذف السرج علی المہ ہر وقسطہ اللجاما

زمین گھوڑے پر کس دیجئے اور اس کو لگام لگا دیجئے

شعرب الدرع فی رأی سى وناولنی الحساما

پھر میرے سر پر زرہ ڈال دیجئے اور مجھے تلوار دے دیجئے

فمستی اطلب ان لم اطلب الرزق غلاما

اگر میں نے آج نو عمری میں روزی کمانے کی کوشش نہ کی تو پھر میں کب کوشش کروں گا

سأجوب الأرض أبغیہ ہ حلالا لا حراما

میں زمین کو قطع کروں گا رزق حلال کی تلاش میں، نہ کہ حرام کے لئے

فلعل الظعن ینفی الف قرأ یدنی الحماما

مکمل ہے سفر کرنا فقر و فاقہ کو دور کر دے یا پھر موت کو قریب کر دے

۴۔ بچے کو سورہ انفال، سورہ توبہ، سورہ احزاب یاد کرانا۔ اور اس کے علاوہ

جہاد کے متعلق قرآن کریم کی دوسری آیات اور ان کا شان نزول بیان کرنا۔
 ۵۔ بچے میں قضا و قدر کے عقیدہ کو راسخ کرنا۔ تاکہ اس کو جو مصیبت پہنچے وہ یہ یقین کامل رکھے کہ اس سے دور نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جو چیز اسے نہ ملی وہ اسے مل نہیں سکتی تھی۔

اے مربیان کرام! بچے میں جہاد کی روح راسخ کرنے کے اہم نکات و مراحل یہ تھے۔ اس لئے آپ ان کو اختیار کریں اور اپنے بچوں کو ان کی تلقین کریں۔ تاکہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچیں اور جہاد کے لئے پیکار کرنے والا پیکارے تو وہ عزت و کرامت کے میدان میں بہادری و بے باکی کے ساتھ مجاہد بن کر نکلیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ اس لئے کہ اللہ ہی عزت و ذلت دینے والے اور نفع و ضرر پہنچانے والے اور گرانے اور اٹھانے والے ہیں۔ اور اللہ ہی جس کی جاہت ہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

وَيَوْمَ عِذِّ تَمْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

خاتمہ

اس کتاب "تربیت الاولاد فی الاسلام" کے ہزاروں صفحات میں اس سے قبل جو ہم نے تفصیلی بحث کی ہے اس سے بلا شک و شبہہ آپ کے سامنے یہ بات نہایت واضح طور پر آگئی ہوگی کہ دین اسلام کا بچے کے ایمانی و اخلاقی تیاری اور نفسیاتی و عقلی تعمیر و جسمانی و معاشرتی تربیت کے سلسلہ میں اپنا کامل و مکمل نظام اور ممتاز اور منفرد اسلوب ہے تاکہ بچہ مستقبل میں ایک متوازن قسم کا صحیح نیک، صالح انسان بنے اور عظیم عقیدہ، اخلاق اور پیغام کا مالک ہو۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالے۔ آخر کار اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات کو حاصل کر سکے۔

علماء اخلاق اور تربیت و تعلیم کے افراد کا اس پر تقریباً اجماع و اتفاق ہے کہ مرنے والے خواہ استاد و معلم ہو، یا ماں باپ ہوں، یا پیر و مرشد ہو جب ربانی نظام کو نافذ کرنے کا پورا اہتمام کر لے گا، تو یہ یقینی بات ہے کہ بچہ ایمان و تقویٰ میں نشوونما پائے گا۔ اور فضیلت و اخلاق میں تدریجاً آگے بڑھتا رہے گا۔

بعض مرنے والے دین اپنے بچوں کے انحراف یا ان کی سرکشی و نافرمانی کی جو شکایت کرتے ہیں تو اس کا اصل سبب خود ہی ہیں۔ آپ خود بتلائیے کہ بچے کی حالت ایسی صورت میں کب درست ہو سکتی ہے جب کہ باپ اس کو بڑے اور گندے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیتا ہو؟ اور بچے کا ایمان کس طرح سالم رہ سکتا ہے جب کہ باپ بچے کو کسی ملحد تنظیم یا لادینی جماعتوں کے ساتھ وابستہ دیکھ کر تسامح کر لیتا ہو؟ اور بچہ آخر کیسے صحیح ہو سکتا ہے

جیکہ مربی نے اسلام کے تربیتی اور شخصیت ساز نظام پر عمل نہ کیا ہو؟
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس وقت کتنی اچھی بات کہی جب کہ انھیں
 معلوم ہوا کہ ایک باپ نے اپنے بچے کا حق پورا نہیں کیا۔ یعنی ماں کا صحیح انتخاب
 نہیں کیا، نہ اچھا نام رکھا، نہ اسے قرآن کریم کی تعلیم دی، کہ تم اپنے بیٹے کی شکایت
 لائے ہو، جیکہ تم نے خود اس کا حق نہیں ادا کیا ہے؟ اور تم نے اس کے ساتھ اس
 وقت بُرا سلوک کیا جب کہ اس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا تھا۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ ہی کو بچے کے انحراف و نافرمانی کا ذمہ دار
 ٹھہرایا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے بچے کی صحیح تربیت نہیں کی۔

اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود اپنے باپ کی نافرمانی کے سبب اس کا
 بچہ اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
 فرماتے ہیں کہ:

أَلْبِرُّ لَا يَبْلَى وَالذَّنْبُ لَا
 يُنْسَى وَالذَّيَّانُ لَا يَمُوتُ
 فَكُنْ كَمَا شِئْتَ كَمَا تَدِينُ
 شَدَانُ۔ (ابو نعیم، دیلمی و ابن عدی)

نیکی پرانی نہیں ہوتی۔ اور گناہ بھلایا
 نہیں جاتا۔ اور بدلیئے نولای ذات مرنے لگی نہیں
 لہذا تم جیسے چاہو بن جاؤ۔ تم جیسا کرو گے
 تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائیگا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا:-

يَسُدُّوا أَبَاءَكُمْ وَتَبَرُّكُمْ
 أَبْنَاءَكُمْ وَحَقُّوا نَعَفَكُمْ
 يَسَاءُ كَرُّ۔

تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو
 تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک
 کریگی۔ اور تم پاک دامن رہو تو تمہاری

(طبرانی و حاکم) عورتیں بھی پاکدامن رہیں گی۔
 ہاں کبھی اس قاعدہ کے خلاف بھی ہو جاتا ہے یعنی مرنی تربیت کے تمام اسلامی طریقے اختیار کرتا ہے پھر بھی اولاد بگڑ جاتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بیٹے کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس نے ہدایت اور نبوی تربیت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کافروں کے ساتھ ہو گیا۔ تو اللہ نے ان کے ساتھ اُسے بھی غرق کر دیا۔

تو ایسی صورت میں مرنی اللہ کے دربار میں معذور سمجھا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنی تمام ذمہ داری پوری کر دی اور اپنے مفوضہ واجبات و فرائض کو پورا کر دیا۔

اب آخر میں یہ عرض ہے کہ اے مرنی حضرات! آپ اللہ سے یہ عہد کیجئے کہ آپ بیچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس اسلامی طریقے اور نظام پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور ہمت سے کام لیجئے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی اولاد اصلاح کے سورج اور ہدایت کے چاند اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قوم اسلامی عقیدہ و عمل کو لازم پکڑے تو وہ پہلے زمانہ کے لوگوں کی طرح عزت و بزرگی کی راہ پر گامزن ہوگی اور عالم میں ایک ایسی مضبوط حکومت قائم کرے گی جو عزت و عظمت میں دوسری بڑی حکومتوں کا مقابلہ کرے گی بلکہ دوسری قومیں اس کی تربیت اور عظمت کی وجہ سے اس کے سامنے گردن جھکا دیں گی و ماذا لک علی اللہ بعزیز۔

اے مرنی حضرات! بات یہ ہے کہ اس امت کے اخیر دور کے لوگ بھی اُس چیز سے ٹھیک ہو سکتے ہیں جس سے اس امت کے پہلے لوگ ٹھیک ہوئے تھے۔

چنانچہ اگر پہلے کے حضرات اسلامی نظام کو قائم کر کے اور اس کی عملی تطبیق سے کامیاب ہوئے تھے تو اسی طرح اس امت کے اخیر کے لوگ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی نظام کو نافذ نہ کریں۔ یہی ان کے لئے سیادت و قیادت اور فتح و نصرت کا راستہ ہے۔ اللہ رحم فرمائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کہ وہ یہ فرماتے ہیں: ”ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے۔ ہم جب بھی اس کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا۔ (مستدرک حاکم) اور بالکل سچ فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

وَلَا حَكْرَ أَمْرًا وَهُمْ يَخِيرُونَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا سَلَطَ عَلَيْهِمْ
عَدُوَّهُمْ فَاسْتَنْفَذُوا بَعْضَ
مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا
عَطَّوْا كِتَابَ اللَّهِ وَسُتَّةَ
نَبِيِّهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ
بَيْنَهُمْ (بیہقی و حاکم)

اور فیصلہ نہیں کیا ان کے امراء نے اللہ کے نازل کردہ (قرآن و سنت) کو چھوڑ کر مگر یہ کہ اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط فرما دیا اور انھوں نے ان کے پاس جو کچھ تھادہ چھین لیا۔ اور نہیں معطل کیا لوگوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو مگر یہ کہ اللہ نے ان کو آپس میں لڑا دیا۔

اب آگے اسلامی نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مؤلف یوں رقمطراز ہیں :-

وَمِنْ مُنْطَلِقَاتِ الْوُصُولِ
إِلَى السِّيَادَةِ وَالنَّصْرِ الْبَدْءُ
بِاصْلَاحِ نَفُوسِنَا ثُمَّ الْقِيَامُ
بِاصْلَاحِ أَسْرِنَا. وَلَا يَتَأْتِي
هَذَا إِلَّا بِاصْلَاحِ الْأَعْضَاءِ الْأَسْوَدِ
إِلَّا أَنْ نَأْخُذَ بِمَنْهَجِ الْإِسْلَامِ

اور سیادت و قیادت تک پہنچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح سے ابتدا کریں، پھر اپنے خاندان کی اصلاح کریں اور خاندان کے افراد کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لئے اسلامی نظام

فِي تَرْبِيَةِ ابْنَاءِ نَاوَبَنَاتِنَا، لِأَنَّ
إِصْلَاحَ الْفَرْدِ هُوَ الْمُنْطَلَقُ الطَّيِّعُ
لِإِصْلَاحِ الْأُسْرَةِ، ثُمَّ بِالتَّالِي يَأْتِي
إِصْلَاحُ الْمُجْتَمَعِ، ثُمَّ تَتَكُونُ فِي
الْمُجْتَمَعَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ الْقَاعِدَةُ
الصُّلْبَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الْمُخْلِصِينَ
الْمُجَاهِدِينَ الَّذِينَ عَلَى أَيْدِيهِمْ تَقُومُ
دَوْلَةُ الْإِسْلَامِ وَيَعِزُّ أَيْمُهُمُ الْقِتَّةُ
تَتَحَقَّقُ عِزَّةُ الْمُسْلِمِينَ.

فَيَا أَيُّهَا الرِّبَاءُ دَيَّا أَيُّهَا
الْأُمَمَاتُ دَيَّا أَيُّهَا الْمُرَبُّونَ
هَذَا هُوَ مِنْهَاجُ الْإِسْلَامِ
فِي تَرْبِيَةِ أَوْلَادِكُمْ وَهَذَا هُوَ
الطَّرِيقُ الْأَقْوَمُ فِي إِصْلَاحِهِمْ
وَهَذَا آيَتُهُمْ، فَانْهَضُوا بِمَسْئَلِيَاتِكُمْ
وَقُومُوا بِوَجِبَاتِكُمْ لِيَتَحَقَّقَ
فِي الْمُجْتَمَعَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ
إِصْلَاحُ أَوْلَادِكُمْ وَأُسْرِكُمْ وَتَتَكُونُ
فِي الشُّعُوبِ الْمُحَمَّدِيَّةِ كِتَابُ
الْجِهَادِ وَالنَّصْرِ حَتَّى تَقُومَ بَدْوُهَا

و طریقے کو نہ اپنائیں۔ اس لئے کہ فرد کی اصلاح
خاندان کی اصلاح کا ایک قدرتی و طبعی ذریعہ
ہے۔ پھر اس کا اثر یہ ہوگا کہ معاشرہ کی اصلاح
ہو جائے گی اور پھر اسلامی معاشرہ میں
مسلمان مخلصین و مجاہدین کی ایک مضبوط
جماعت تیار ہو جائے گی جن کے ذریعہ
اسلامی حکومت قائم ہوگی اور ان کے
مضبوط عزائم سے مسلمانوں کو عزت
و شوکت نصیب ہوگی۔

پس اے باپو! اور اے ماؤ! اور اے
تربیت کرنے والو! یہ ہے بچوں کی تربیت
کا اسلامی نظام، اور ان کی اصلاح اور ہدایت
کا صحیح راستہ۔ لہذا آپ اپنی ذمہ داریوں
کو پوری کیجئے اور اپنے فرائض کو ادا کیجئے
تاکہ مسلم معاشرے میں آپ کی اولاد اور خاندان
کی اصلاح متحقق ہو سکے۔ اور امت محمدیہ میں
جہاد و فتح کے لشکر تیار ہوں
اور وہ پورے عالم کو گمراہی سے
اور مادیت سے بچانے اور حق
کے نور اور اسلام کے پیغام

فِي هِدَايَةِ الْعَالَمِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْهَالِكَةِ ۖ
 وَالْمَادِيَةِ إِلَى تَوْبَةِ الْحَقِّ وَرِسَالَةِ الْإِسْلَامِ ۖ
 وَقُلْ اْعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
 وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ
 إِلَى عِلَاقِ الْعُقُبِ وَالشَّهَادَةِ
 فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
 جہادے گاتم کو جو کچھ تم کرتے تھے۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ۖ

الحمد لله علی احسانہ کہ اس مفید کتاب کی تلخیص سے بتاریخ ۳۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ
 مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے
 آمین!

محمد قمر الزمان سلطان عفا اللہ عنہما
 مکتبۃ دار المعارف الہ آباد
 ع ۴۰۲۔ بخشی بازار الہ آباد الہند

ہماری دیگر کتب

